احکامِ روزہ

عالم فقری (ایم۔اے اسلامیات)

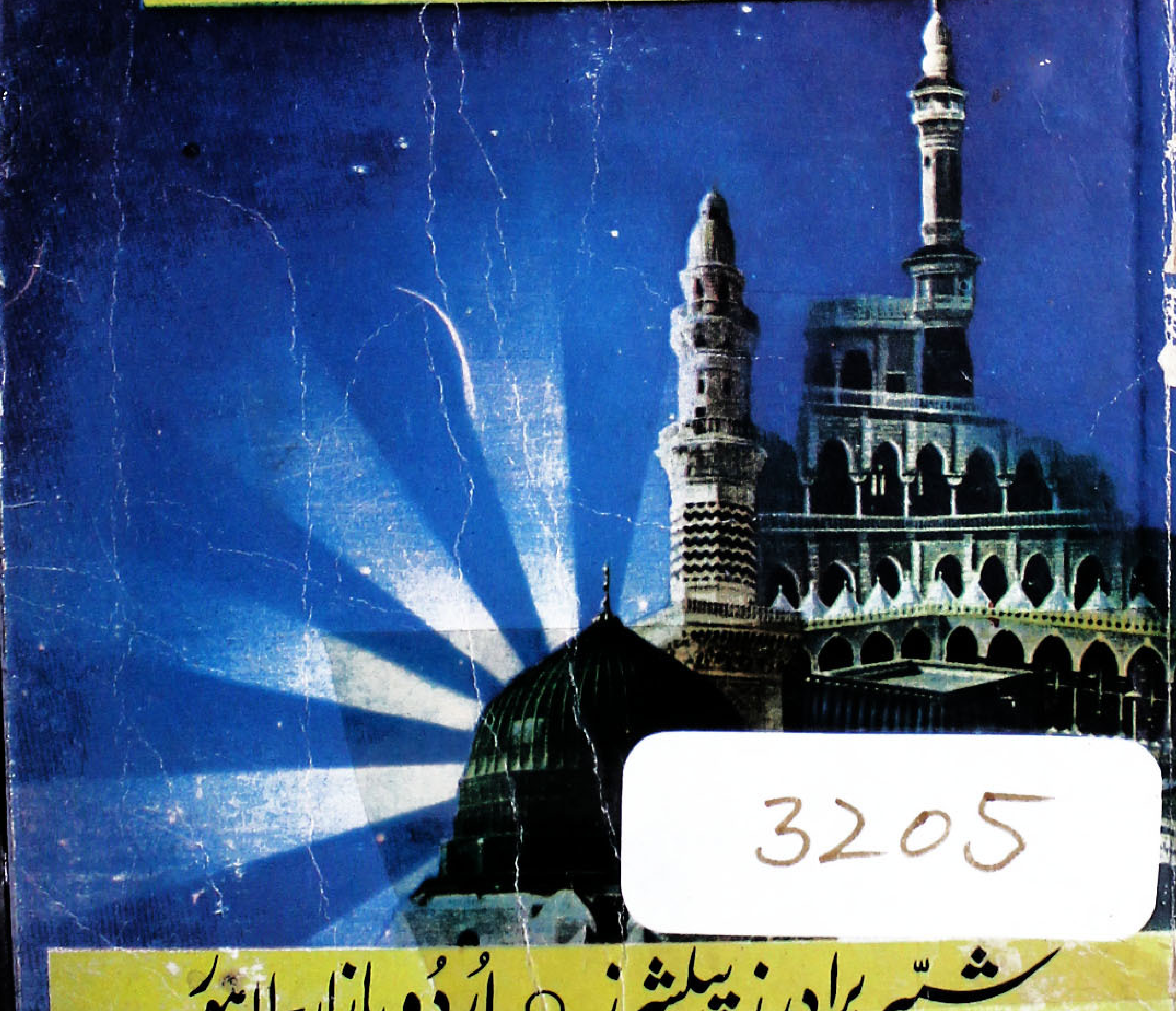

شبیر برادرز پبلشرز ○ اردو بازار۔لاہور

رمضان المبارک کے فضائل و مسائل پر مکمل کتاب

احکامِ روزہ

عالم فقری

(ایم۔اے اسلامیات)

زیرِ اہتمام

حاجی انور اختر

شبیر برادرز پبلشرز اُردو بازار۔لاہور

نام کتاب	احکام روزہ
مؤلف	عالم فقری ایم اے اسلامیات
زیر نگرانی	حاجی انور اختر
اشاعت اول	مئی ۱۹۸۵ء
تعداد	ایک ہزار
مطبع	گنج شکر پرنٹرز ۱۰/۲۲ ریٹی گن روڈ لاہور
کتابت	مبارک علی شاد
ناشر	شبیر برادرز اردو بازار لاہور
قیمت	۳۰ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ پیغام القرآن ۴۰۔بی اردو بازار لاہور

۲۔ ضیاء القمر بک کارپوریشن ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

کتب خانہ حاجی نیاز احمد اندرون بوہڑ گیٹ ملتان

فہرست

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو ہمارا رازق اور مالک ہے اور وہی اپنے بندوں کو توفیق دیتا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں، کیونکہ اس کی عنائت اور رحمت کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود جن کی خاطر یہ کارخانہ کائنات معرض وجود میں لایا گیا اور اللہ ہمیں ان کی سچی محبت عطا کرے۔

انسانی زندگی کے مختلف پہلو ہیں اور ان تمام پہلوؤں پر اسلام نے ہمیں مکمل ضابطہ حیات دیا ہے۔ اور یہ ضابطہ حیات انسان کی پیدائش سے لے کر موت اور پھر موت کے بعد آخرت کی زندگی تک محیط ہے گویا کہ اسلام ہماری مذہبی، تمدنی، ثقافتی، معاشی، معاشرتی اور سماجی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسلام کی صورت میں زندگی گزارنے کیلئے ہمیں مختلف نظام دیئے ہیں۔ ان نظاموں میں اسلام کا ایک نظام، نظام عبادت ہے۔ اس میں عبادت الٰہی کے طریقے ہیں۔ ان طریقوں میں کچھ طریقے بدنی ہیں اور کچھ طریقے مالی ہیں۔ بدنی عبادات میں نماز و روزہ شمار ہوتا ہے۔ اور مالی عبادت میں زکوٰۃ اور حج کا شمار ہے۔ عبادت کی خواہ کوئی صورت ہو اپنی جگہ پر بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ ان عبادات کا شمار ارکان اسلام میں بھی ہے۔

یوں تو سارے ارکان اسلام اپنے خواص اور افادیت کے لحاظ سے انفرادی خصوصیت کے حامل ہیں اور اپنے اندر انسانی بخشش کا ایک بحر بیکراں رکھتے ہیں لیکن ان سب میں روزہ ایک بلند پایہ برکت والی عبادت ہے جس کا اجر لامحدود ہے کیونکہ خالق کائنات نے یوں تو ہر نیکی اور عبادت کا اجر اور انعام مقرر فرمایا ہے لیکن اس کے بارے میں ارشاد ہے کہ روزہ میرے لیے ہے یہ انسان اور اللہ کے درمیان باطنی حجابوں کو بے حجاب کرتا ہے روزے کا انعام خالق کائنات کی مرضی پر ہے یہی وجہ ہے اس کا اجر اللہ جو چاہے عطا کر دے اور اس عبادت کی فضیلت بہت زیادہ ہے احکام خداوندی پر عمل کرنے سے بندہ مومن تو بن جاتا ہے لیکن اس کے مخصوص گروہ میں شمولیت کیلئے نفل روزہ نفل نماز اور ذکر و فکر میں کثرت ضروری ہے

دیگر ارکان اسلام کی ادائیگی میں قدرے ظاہریت کا بھی دخل ہے لیکن روزہ وہ خفیہ عبادت ہے جو بندے اور خالق کے درمیان ہے اسی لئے اس کا اجر بڑا ہے۔ روزہ قرب الہی کا ذریعہ ہے پھر روزہ ہی گناہوں سے بچنے کیلئے ڈھال کا کام دیتا ہے کیونکہ روزے میں انسان با وجودیکہ سینکڑوں نعمتیں میسر ہوتے کے انسان خفیہ یا ظاہر کوئی چیز نہیں کھاتا چونکہ روزے میں بندے کے پیش نظر خوف خدا ہوتا ہے اس لئے وہ مقررہ وقت تک صرف رضائے خدا کے حصول کی خاطر کچھ نہیں کھاتا پیتا پھر اللہ ہی سے ڈرتے ہوئے روزہ دار روزہ میں بیہودہ اور اخلاق سوز تمام حرکات سے اپنا دامن بچانے کی کوشش کرتا ہے یہی باتیں اللہ کو پسند ہیں اور روزے کے اجر کا حق رب العزت نے اپنے تک محفوظ کر لیا۔

روزے رمضان المبارک میں رکھے جاتے ہیں اور یہ مہینہ بڑی برکت اور فضیلت والا ہے اس بابرکت مہینے میں اللہ کی رحمتوں کی بارش ہوتی ہے اور اس ماہ میں نیکی اور عبادت کا ثواب عام دنوں کی نسبت ۷۰ گنا زیادہ ہے پھر اس ماہ میں خیر و برکت بڑی ہوتی ہے ہر طرف نیکی ہی نیکی کا سماں ہوتا ہے لوگ یاد الہی میں مصروف ہوتے ہیں اپنے گناہوں کی

معافی مانگتے ہیں حتیٰ کہ اللہ اس ماہ میں اپنے اطاعت گذار بندوں پر اتنا راضی ہوتا ہے کہ ان کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

رمضان المبارک کے روزے جب اتنے اہم ہیں تو پھر یہ جاننے کی بھی ضرورت درپیش ہے کہ اس ماہ میں روزے کس طرح رکھے جائیں، روزہ رکھتے ہوئے کن آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو اس موضوع کے دو بنیادی ماخذ ہیں پہلا قرآن اور دوسرا سنت۔ قرآن پاک میں جہاں روزے یا رمضان المبارک کا ذکر آیا ہے تو وہاں یہی حکم دیا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں روزہ رکھو لیکن روزہ کس طرح رکھنا ہے۔ اس کی تفصیل ہمیں احادیث کی کتب سے ملتی ہے تو اس کتاب میں ان دونوں بنیادی ماخذوں کو مدنظر رکھا گیا ہے پھر اس کتاب میں روزے کے فضائل اور نہ رکھنے پر وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں تاکہ پڑھنے والے کے دل میں روزہ رکھنے کا شوق پیدا ہو۔ لیکن اس کے باوجود نادان لوگ جو کھاتے پیتے ہوں ان کے دلوں میں اسلام کے اس رکن کے متعلق بددلی ہوتی ہے اور ایسے لوگوں کا کہنا ہے کہ روزہ تو غریب لوگوں کو رکھنا چاہیے کیونکہ ان کے پاس مالی وسائل کم ہیں امیروں کو روزہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں احکامات کی تعمیل کے سلسلے میں امیر غریب سب برابر ہیں اس لئے ایسی فضول باتوں سے کیا حاصل بلکہ انسان گنہگار ہو جاتا ہے

اس موضوع پر فقہ کی کتب میں بے شمار لکھا جا چکا ہے اس کے علاوہ کتابی صورت میں اس موضوع پہ کئی کتب ہیں لیکن اس کے باوجود اس امر کی اشد ضرورت محسوس کی جاتی تھی۔ کہ کوئی ایسی کتاب ہو جو مفصل طور پر موضوع کا احاطہ کرے۔ اور آسان زبان میں ہو کیونکہ فقہ کی کتب میں جس صورت اور انداز میں مسائل لکھے جاتے ہیں وہ ذرا عام لوگوں کے فہم سے بالا ہوتا ہے اس لئے اس مقصد کے پیش نظر یہ کتاب لکھی گئی، اس کتاب میں مسائل عام فہم اور سادہ زبان میں پیش کئے گئے ہیں تاکہ عام پڑھا لکھا بھی آسانی سے مسائل سمجھ سکے۔ اس

کے علاوہ سالکان طریقت کیلئے اس کتاب میں بے شمار روزہ کے باطنی اسرار بھی بیان کیے گئے ہیں جس سے روحانی لوگوں کو خاصا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے علاوہ ازیں احکام روزہ میں اعتکاف اور شب قدر کے بھی مفصل فضائل اور احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے اس کتاب میں گوناں فوائد اور اہمیت کو پیش نظر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے

ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ ہر دور میں علماء اور ادباء اپنے اپنے انداز میں عوام الناس کو نیکی کی دعوت دیتے ہیں اور ایسے لوگوں کے پیش نظر یہی ہوتا ہے کہ خود کو اللہ تعالیٰ سچ کہنے اور عمل کی توفیق دے اور دوسرے اس دعوت پر عمل پیرا ہو کر اطاعت الٰہی میں آجائیں اور انہیں بھی ثواب حاصل ہو۔ لہذا مبارک ہو ان لوگوں کو جو اس ماہ میں خود بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ نیک لوگ ہمیشہ اس سراپا خیر و برکت والے مہینے کے انتظار میں رہتے ہیں اور جب رمضان المبارک آتا ہے ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا۔ وہ اس میں بڑھ چڑھ کر کار ثواب سرانجام دیتے ہیں اور دوسروں کو اس کی طرف بلاتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب رمضان المبارک آتا تو آپ فرماتے کہ تمہیں ایک ایسے مہینے کی مبارک ہو جس میں نیکیاں ہی نیکیاں ہیں۔ اس کے دن روزے ہیں اور اس کی راتیں قیام و تراویح ہیں اور اس مہینے میں اپنے آپ اور گھر والوں پر خرچ گویا خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اکابرین نے ہمیشہ اس ماہ کی خیر و برکت کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسروں کو روزے رکھنے کی دعوت دی اور یہ کتاب بھی دراصل مسلمان بھائیوں کیلئے دعوت اور ترغیب لائی ہے کہ وہ اسے پڑھ کر مسائل سے بخوبی واقف ہوں اور شرع اسلامیہ کے مطابق روزے رکھیں۔

میرے عزیز جناب اس کتاب کے مصنف عالم فقری ہیں۔ جنہیں اسلامی موضوعات سے خاص محبت ہے اور اس سے قبل بھی وہ اسلامیات کے موضوع پر چند بہت گراں قدر تصانیف لکھ چکے ہیں۔ میں ان کی تصانیف کو خراج تحسین پیش کرتا

ہوں کہ وہ جس محنت اور خلوص سے مضمون کو لکھنے کا حق ادا کرتے ہیں وہ قابلِ داد ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کتاب کی تصنیف پر جزائے خیر عطا فرمائے۔

دُعاگو

انوراختر

امیر ادارہ پیغامُ القرآن

۱۹۔ اکبر روڈ کاچھوپورہ۔ لاہور ۸

رمضان المبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ٥

(القرآن)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں لوگوں کی ہدایت کیلئے قرآن نازل کیا گیا اور یہ قرآن ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کیلئے روشن دلیل ہے۔ تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو اس کا روزہ رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے سختی کا ارادہ نہیں فرماتا ہے اور تمہیں چاہیے کہ گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اس نے تمہیں ہدایت کی تاکہ اس کے شکر گزار بن جاؤ۔

اور اے محبوب جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں بہت نزدیک ہوں۔ دعاء کرنے والے کی دعا سنتا ہوں۔ جب وہ مجھے پکارے تو انہیں چاہیئے کہ میری اطاعت کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ ان پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ گنتی کے چند دن ہیں، پھر تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ بعد میں اتنے ہی گنتی کے دن پورے کرلے اور جو طاقت نہیں رکھتے وہ فدیہ کے طور پر ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، پھر جو زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے سال میں ہمیں ایک بابرکت مہینہ فرمایا جسے رمضان المبارک کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ قمری سال کا نواں مہینہ ہے جس میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ لفظ رمضان عربی زبان کے لفظ رَمِضَ سے نکلا ہے جو جلنے اور سوختہ ہونے کیلئے آتا ہے لہٰذا اس ماہ کو رمضان سے اسی لئے موسوم کردیا گیا ہے۔ کہ اس ماہ میں انسان بھوک، پیاس کی سوزش سے سوختہ ہو جاتا ہے جس سے اس کے گناہ جل جاتے ہیں لیکن علماء نے اسے رمضان کہنے کی کئی وجوہات بیان کی ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

رمضان کو رمضان کہنے کی وجوہات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کا نام رمضان اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں گناہ جل جاتے ہیں، اس حدیث پاک میں جو گناہ

جلنے کا ذکر ہوا ہے تو اس سے مراد گناہوں کا معاف ہونا ہے لہذا جو شخص رمضان المبارک میں خلوص دل سے روزے رکھتا ہے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ گناہوں کی معافی کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور ایمان کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا کہنا ہے کہ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ چونکہ اس ماہ میں گرمی کی وجہ سے پتھر تپنے لگتے ہیں اور رمضا گرم پتھر کو کہتے ہیں اس لئے اسے رمضان کہنے لگے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ اس ماہ میں گناہ جلا دیئے جاتے ہیں اس لئے اُسے رمضان کہا گیا۔ بعض اصحاب نے اسے شدت کی وجہ رمضان قرار دیا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ رمضان میں نصیحت اور آخرت کی فکر کی گرمی سے دل اس طرح متاثر ہوتے ہیں۔ جیسے ریگ اور پتھر گرمی سے تپتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لفظ رمض سے بنا ہے اور رمض کے معنی ہیں برساتی بارش چونکہ رمضان بدن سے گناہوں کو بالکل دھو ڈالتا ہے اور دلوں کو اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بارش سے چیزیں دھل کر پاک صاف ہو جاتی ہیں۔

علامہ جاء اللہ زمخشری کے قول کے مطابق اس مہینے کا یہ نام یعنی رمضان اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ مہینے میں قدیم زمانے سے روزوں کی عبادت سرانجام دی جاتی رہی ہے اور روزوں میں بھوک پیاس کی شدت تکلیف کی بنا پر اس کا نام رمضان رکھا گیا۔

میرے نزدیک اسے رمضان کہنے کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں نفس کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس شدت تکلیف کے باعث انسانی نفس اللہ کی طرف راجع ہوتا ہے اور اس کے راجع ہونے سے گناہ معاف ہوتے ہیں نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، درجات میں بلندی ہوتی ہے اور اس طرح گناہوں کے جل جانے یعنی ختم ہو جانے کی نسبت سے اس ماہ کا نام رمضان پڑ گیا۔

دوسری وجہ رمضا سے مشتق ہونے کی ہے جس کے معنی سوختہ کے ہیں یعنی جو چیز جل

جاتی ہے تو وہ اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے ۔ لہذا اسی طرح انسان رمضان المبارک میں روزہ رکھنے سے جلتا ہے اور جل کر اس میں جلا پیدا ہوتی ہے تو اس جلا سے انسان حقیقی روشنی پاتا ہے اور اپنے اصل ہی کی طرف راغب ہونا انسانی زندگی کا مقصد ہے ۔ اس لئے اس سوختگی سے جو انسان کو منزل کی طرف راہنمائی ہوتی ہے کی بنا پر رمضان کہا جاتا ہے ۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے رمضان کے حروف کی برکتوں کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ رمضان کے پانچ حروف ہیں ۔ ر رضوان اللہ، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے، م محابۃ اللہ، یعنی اللہ کی محبت کی ہے ۔ ض ضمان اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری کی ہے ۔ ا الفت کا ہے اور ن نور اللہ کا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص روزہ رکھتا ہے ۔ تو اس میں یہ پانچوں اوصاف پیدا ہوتے ہیں ۔

رمضان المبارک کے صفاتی نام

رمضان المبارک کو اس کے اصلی نام کے علاوہ چند ایک صفاتی ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ اس ماہ کے فیوض و برکات بہت زیادہ ہیں ۔ جن کی بنا پر یہ مہینہ اپنے نام کے علاوہ کئی دیگر ناموں سے مشہور ہے جو حسب ذیل ہیں ۔

۱ ۔ روزے رکھنے کا مہینہ

رمضان کا پہلا صفاتی نام شہر الصیام ہے ۔ جس کا مطلب روزے رکھنے کا مہینہ ہے ۔ چونکہ اس ماہ کے روزے فرض ہیں اس لئے یہ شہر الصیام کے نام سے مشہور ہو گیا ۔ لفظ صیام کے لغوی معنی رک جانے کے ہیں ۔ روزے میں چونکہ انسان اپنے آپ کو مقررہ وقت تک کھانے پینے سے روک لیتا ہے لہذا اس عمل کی بنا پر اسے صیام کہا جاتا ہے ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے ایمان والو تم پر روزے رکھنا لکھ دیا گیا ہے ۔ یعنی مسلمانوں کے لئے روزے رکھنا پہلے ہی سے فیصلہ شدہ امر ہے لہذا مندرجہ بالا ارشادِ باری تعالیٰ کے نازل ہونے

کے روزے فرض ہوگئے۔ شروع میں یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزے کا فدیہ دے دیوے لیکن پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوا تم میں سے جو کوئی رمضان کا مہینہ پائے تو اس کے روزے رکھے پس اس آیت سے مقیم پر مسافر پر نہایت تندرست پر بیمار پر نہیں روزہ رکھنا ضروری ہوگیا۔ اللہ کے اس حکم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے فرض ہونے جیسے ماہ رمضان کا بحالت صلاحیت پالینا شرط ہے اس لئے جس نے پورا رمضان پا لیا اس پر پورے رمضان کے روزے فرض ہوگئے جس نے کچھ کم پایا اس پر اتنے ہی دن کے روزے فرض ہوئے اس لئے وسط رمضان میں جو کافر مسلمان ہوا یا نابالغ بالغ ہوگیا تو اس پر صرف بقیہ دنوں کے روزے رکھنا لازم ہوں گے۔

اے میرے عزیز جو روزہ تیری زندگی میں آیا اور تو نے اسے رکھا تو وہی تیرے کام آئے گا، جو لوگ رمضان کے مہینے میں روزے نہیں رکھتے وہ لوگ بدنصیب ہیں جو خدا کی رحمت سے خود ہی محروم ہونے والے ہیں۔ جو لوگ یہ سوچ کر روزہ نہیں رکھتے کہ روزہ رکھنے سے کمزور ہو جائیں گے یہ ان کی کم عقلی ہے۔ صرف چند گھنٹوں کی بھوک پیاس سے انسان کمزور نہیں ہو جاتا اور جان بوجھ کر روزہ چھوڑنے سے انسان زیادہ صحت مند تو نہیں ہو جاتا ہے اس لئے ایسی جھوٹی تاویلیں صرف اپنے آپ کو دھوکہ دینے کیلئے ہیں۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ رمضان کے روزوں کو مقدم خیال کرتے ہوئے انہیں پورا کیا جائے۔

۲۔ مہینوں کا سردار مہینہ

رمضان المبارک اسلامی سال کے مہینوں سے افضل ہے اور اسی فضیلت کی بنا پر اسے سید الشہور یعنی مہینوں کا سردار مہینہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان سب مہینوں کا سردار مہینہ ہے نیز ایک مرتبہ رمضان المبارک کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے رمضان المبارک کو تمام مہینوں سے فضیلت دی۔ ایک اور مقام پر حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مہینوں میں

محبوب تر مہینہ رمضان المبارک کے بعد شعبان کا تھا۔ ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ماہ رمضان کے بعد کس ماہ کا روزہ افضل ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان کا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رمضان المبارک تمام مہینوں کا سردار مہینہ ہے۔

جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے سردار ہیں۔ حضرت صدیقؓ، صدیقوں کے سردار ہیں۔ حضرت بلالؓ غلاموں کے سردار ہیں۔ اور شہروں میں شہر مکہ کو سرداری کا شرف حاصل ہے۔ وادیوں میں وادی بیت المقدس کو دوسری وادیوں سے برتری حاصل ہے۔ الہامی کتابوں میں قرآن مجید کو بزرگی اور سرداری حاصل ہے۔ راتوں میں شب قدر کو فضیلت حاصل ہے۔ پتھروں میں افضل پتھر حجر اسود ہے۔ کنوؤں میں افضل کنواں چاہ زمزم ہے مچھلیوں میں وہ مچھلی سب سے برتر ہے جس کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام رہے۔ ایسے ہی تمام مہینوں میں افضل اور سردار مہینہ رمضان المبارک ہے۔

۲۔ برکت والا مہینہ

رمضان المبارک کو شہر مبارک یعنی برکتوں والا مہینہ کہا جاتا ہے۔ برکت کا اطلاق رحمت خداوندی کے اضافہ پر ہوتا ہے رمضان میں اللہ کی رحمت بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر خاص و عام پر مہربان ہوتا ہے۔ اس مہینے میں ہر کوئی نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگ پابندیٔ نماز میں آجاتے ہیں اس طرح ہر طرف خیر و برکت کا سماں بن جاتا ہے۔ اللہ سے جو کوئی نیک نیتی سے مانگے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ اس مہینے کی خیر و برکت کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کائنات نے فرمایا۔ تمہارے پاس رمضان آیا ہے جو برکت والا مہینہ ہے۔ ایک اور مقام پر حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے مہینے میں فرمایا کہ تمہارے قریب ایک عظمت والا اور برکت والا مہینہ آن پہنچا ہے۔

اس ماہ میں اتنی برکتیں ہیں جو گنتی میں نہیں لائی جاسکتیں۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں

برکت والی کتاب یعنی قرآن مجید کا نزول ہوا یہی وہ مہینہ ہے جس میں ایک برکت والی رات عطا کی گئی، جسے شب قدر کہا جاتا ہے یہ رات خیر و برکت کے لحاظ سے بڑی اہم ہے بے بہا برکتیں اپنے دامن میں لئے ہوئی آتی ہے۔ اس ماہ میں نورانی تجلیات میں کثرت ہو جاتی ہے لہٰذا جو شخص نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے اور اللہ سے اپنی اور دیگر امت کی بہتری کی دعا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز روزہ اور ذکر کی وجہ سے ہر خاص و عام پر اپنی نورانی برکات کا نزول فرماتا ہے جس سے ہر شخص فیض یاب ہوتا ہے۔

رمضان المبارک کے دن ہوں یا راتیں سب برکتوں سے بھرپور ہیں وہ لمحات کتنے بابرکت ہیں جو یاد الٰہی میں بسر ہوں۔ دن کے وقت انسان روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام ہوتا ہے بلکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اس ماہ مبارک میں ہر گھڑی یاد الٰہی میں گزارتے ہیں۔ اور خصوصاً خدا کے نیک بندے تو خاص عبادت اور ریاضت کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کی عبادت اور آہ وزاریوں کی وجہ سے اللہ کی رحمت اور برکت میں بے حد اضافہ ہوتا ہے۔ جن سے گنہگار بھی فیض اٹھاتے ہیں۔

اس مہینے میں خیر و برکت کی اس قدر فراوانی ہوتی ہے کہ اس سے پہلے والے مہینے یعنی شعبان المعظم میں بھی برکتیں پھیل جاتی ہیں چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور پُر نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے شعبان کی وجہ تسمیہ روایت کرتے ہوتے فرماتے ہیں۔ کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ شعبان اس وجہ سے رکھا گیا ہے۔ کہ اس میں ماہ رمضان کیلئے بہت زیادہ خیر نیکی۔ بھلائی اور برکت بکھری ہوئی ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ جس نے اس مہینے میں ایک معمولی سی نیکی کر دی تو اُسے دوسرے مہینوں کے فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملیگا جبکہ ایک فرض ادا کرنے والا دوسرے مہینوں میں ستر فرضوں کے ادا کرنے والے شخص کی مانند ہے۔ اس سے معلوم ہو کہ اس ماہ میں نیکی کرنے میں بھی کتنی خیر و برکت ہے کہ اس کے ثواب میں کئی گنا زیادہ

ثواب ہو جاتا ہے

رسول پاکؐ نے سحری کھانے میں برکت کا اعلان کیا ہے یہ سحری کی برکت ہی تو ہے کہ تھوڑا سا کھانا کھا کر اور ایک دو گلاس پانی پی کر روزے دار سارا دن گزار دیتے ہیں حالانکہ اور دنوں میں کھانے اور پانی کی خاص مقدار استعمال کئے بغیر چین نہیں آتا۔

اس بابرکت مہینے میں عبادات میں بھی خداوند تعالے نے برکت ڈال دی ہے۔ عام نیکیوں کا ثواب عموماً دس سے سات سو گنے تک ہوتا ہے۔ مگر اس ماہ کی عبادت ——— روزے کے بارے میں ثواب کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی بلکہ بے حساب ثواب دیئے جانے کا خدائی وعدہ موجود ہے۔ اور یہی کیفیت دوسری عبادتوں کی ہے۔

برکت کا ایک یہ پہلو بھی ہے۔ کہ روزے ایک مہینے کے فرض کئے گئے ہیں۔ لیکن اگر یہ انتیس بھی ہوں تو بھی ثواب میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح ماہ رمضان میں عمرہ کیا جائے تو وہ ثواب میں حج کے برابر ہوتا ہے۔

غرضیکہ یہ مہینہ سراپا خیر و برکت ہے۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے۔ کہ ہم کس قدر اس کی برکات سے فیض یاب ہوتے ہیں اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس برکت والے مہینے کی برکتوں کا حق دار بننے کا اہل ثابت کریں۔ زیادہ سے زیادہ عبادت کریں، نیک کام سرانجام دیں، اور دل کھول کر صدقہ و خیرات کریں ورنہ یہ مہینہ لاکھ برکتوں والا سہی اگر ہم نے اس کے حقوق ادا نہ کئے تو ہمیں خیر و برکت کیسے حاصل ہوگی۔

۴۔ صبر کا مہینہ

رمضان المبارک کو شہر الصبر یعنی صبر کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کی جزا جنت ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں فرماتا رہتا ہے۔ اے میرے بندو! اور کنیزو! تم کو بشارت ہو صبر کرو اور ثابت قدمی دکھاؤ قریب ہے کہ تمہاری تکلیف اور دکھ کو دور کردوں اور اپنی رحمت میں جگہ عطا فرماؤں۔

روزہ ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں صبر کا درس دیتا ہے۔ روزہ میں انسان صبح سے کر لے شام تک بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہے۔ اپنے نفس کو لذت نفس سے روکتا ہے جب انسان رات کو تراویح میں قیام کرتا ہے۔ تو اس سے ہمیں سبق ملتا ہے۔ کہ تکلیف میں صبر کرو صبر ایک روشنی ہے جو ہمیں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے جسم اور روح میں صبر کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ جو انسانی زندگی میں قدم قدم پر کام آتا ہے۔ صبر کا پھل بہت میٹھا ہے۔ دنیا میں جو بھی تمہیں انتہا پر نظر آتا ہے وہ صبر کی منزل سے گزر کر ہی جاتا ہے۔ اولیاء کاملین اور مشائخانِ عظام اسی منزل سے نکل کر اکمل ہوئے۔ صبر کرنے والوں کیلئے بے حساب اجر ہے، بے شک صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے پھر اللہ نے قرآن میں بار بار فرمایا کہ نماز اور صبر سے مدد مانگو۔ اور ہمیں ہر طرح کا صبر روزے سے ملتا ہے۔ اس لئے میرے دوست جب بھی تیری زندگی میں رمضان آئے۔ تو اس کے روزے رکھ کر صبر کا سبق سیکھ۔

جو لوگ اس صبر کے مہینے میں بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یعنی روزہ نہیں رکھتے یا روزہ رکھ کر غیبت اور بدگوئی کرتے پھرتے ہیں یا روزہ رکھ کر توڑ دیتے ہیں۔ تو انہیں قدرت کی طرف سے معاف نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی پوری پوری سزا ملتی ہے اور وہ یہ کہ روزہ نہ رکھنے والوں کیلئے کھانے پینے میں سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔ وہ کھاتے پیتے ہیں، مگر بھوک اور پیاس کم نہیں ہوتی، اسی طرح غیبت کرنے والوں کو روزے کی تکلیف زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اور روزہ توڑ دینے والے کو ایک کے بدلے میں لگاتار ساٹھ روزے رکھنے پڑتے ہیں جبکہ صبر کرنے والوں کیلئے اس مہینہ میں خدا کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ پورے آداب کے ساتھ روزے رکھنے والا روزہ دار سارا دن بے کھائے پیئے گزار دیتا ہے لیکن پریشان نہیں ہوتا حالانکہ روزے کے بغیر انسان کافی مقدار میں کھانا چٹ کر جاتا ہے اور کافی پانی پی جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ صحابہ کا زمانہ تھا۔ صحابہ کرام [illegible] سب بہترین پیمانے [illegible]

پورے اترے لہٰذا وہ کامیاب و کامران ہوئے۔ مسلمانوں کو بے شمار موقعوں پر صبر و ضبط سے کام لینا پڑا۔ ظالموں کے دکھوں پر صبر کیا۔ مال و اسباب کی کمی پر صبر کیا۔ آخر اس صبر کا اتنا عظیم اجر ملا کہ مسلمان تھوڑے ہی عرصہ میں چار سُو چھا گئے۔ لہٰذا ہمیں بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے لہٰذا روزے رکھ کر صبر کی مشق حاصل کرنی چاہیئے۔

۵۔ خدا کا مہینہ

رمضان المبارک کو شہر اللہ یعنی خدا کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ اس وجہ سے ان چیزوں کی اہمیت اور فضیلت عام چیزوں سے بلند و برتر ہے۔ جیسے خانہ کعبہ کی نسبت اللہ کی طرف ہے یعنی اللہ کا گھر ایسے ہی رمضان المبارک کی نسبت بھی اللہ کی طرف ہے یعنی اللہ کا مہینہ کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی عبادات کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس لئے اسے شہر اللہ کہا جاتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان شہر اللہ یعنی خدا کا مہینہ ہے۔

رمضان المبارک کی خدا سے نسبت کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ اس مہینے کی خاص عبادت روزہ ہے اور روزہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ روزہ میرے لئے ہے۔ حالانکہ کسی اور عبادت کیلئے ایسا نہیں فرمایا پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو اللہ تعالیٰ سے خاص نسبت ہے اور اللہ تعالیٰ اس ماہ کی عبادت کا خصوصی اجر عطا فرماتا ہے۔

رمضان المبارک کی خدا سے خصوصی نسبت کی وجہ اس کی اہمیت اور فضیلت میں مزید اضافے کا باعث ہے اور اس مہینے کا شہر اللہ ہونے کی وجہ سے یہ شعائر اللہ میں بھی داخل ہے جس طرح کہ صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ شعائر اللہ عزت و احترام کے مستحق ہیں جیسا کہ قرآن پاک کی اس آیت میں ہے۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔ ۳۲

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ میں سے ہے

شہر یعنی رمضان کی تعظیم کی نوعیت یہ ہے کہ ہم رمضان کا احترام کریں۔ اسے اللہ کا مہینہ جانتے ہوئے اسے مقدس خیال کریں۔ اس میں برائیوں سے بچیں اور بڑھ چڑھ کر نیکیوں میں حصہ لیں اور عبادت میں کثرت کریں۔ روزے رکھیں اور اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکیں تو روزہ داروں کا احترام کرتے ہوئے سرعام کھانے پینے سے اعراض کریں اگر کوئی شخص ماہِ رمضان کی بےحرمتی کرتا دکھائی دے تو اسے کم از کم اخلاقی دباؤ کے ذریعے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ احترام کرانے کا فریضہ خاص طور پر اسلامی مملکت اور اربابِ اقتدار پر عائد ہوتا ہے انہیں حکمًا ان تمام حرکتوں کی روک تھام کرنی چاہیئے کہ جن سے اس مبارک ماہ کی عزت و احترام میں کمی واقع ہوتی ہو بلکہ ایسے اقدامات بھی کرنے چاہئیں کہ جن سے ماہِ رمضان کی شایانِ شان تعظیم ہو سکے۔

اس مقدس ماہ میں بھی اگر ہم نیک کام نہیں کرتے اور برائیوں سے باز نہیں آتے تو یہ اللہ کے خاص مہینے کی ناقدری بلکہ بےحرمتی ہوگی۔ اور شعائر اللہ کی بےقدری اور بےحرمتی کرنے والوں کو قدرت کبھی معاف نہیں کیا کرتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس ماہ مقدس کا احترام کرنے کی توفیق دے۔

ہمدردی کا مہینہ

رمضان المبارک کا ایک نام شہر المواسات بھی ہے۔ مواسات ہمدردی و غمخواری کو کہا جاتا ہے رمضان المبارک کے روزوں سے انسان کو ہمدردی اور دوسروں کی مدد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ روزہ دار کو روزہ رکھ کر جب بھوک و پیاس برداشت کرنی پڑتی ہے۔ تو اس میں دوسروں کی بھوک اور غربت کا احساس بیدار ہوتا ہے۔ تو اس سے امیر لوگوں کو فقراء، مساکین اور پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی اور جود وسخا کرنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ رمضان المبارک کو ہمدردی کا مہینہ کہنے کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث حسب ذیل ہے۔

شهر المواساة وشهر يزداد فيه رزق المومن من فطر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبة من النار وكان له مثل اجره من غير ان ينقص من اجره شيئ قلنا يا رسول الله ليس كلنا نجد ما نفطر به الصائم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطى الله هذا الثواب من فطر صائما على مذقة لبن او تمرة او شربة من ماءٍ ومن اشبع صائما سقاه الله من حوض شربة لا يظماء حتى يدخل الجنة

رسول پاکؐ نے فرمایا رمضان شہر مواسات یعنی باہم ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے۔ اور ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں مومن کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ جو شخص اس میں کسی روزے دار کا روزہ افطار کراتا ہے تو اس کے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے اور آتش جہنم سے اسکی گلو خلاصی ہو جاتی ہے۔ جبکہ روزے دار کو روزے کا برابر ثواب ملتا ہے۔ اور اس کے ثواب میں قطعاً کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کی تو یہ استطاعت نہیں کہ وہ کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا سکے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے دیتا ہے۔ جو دودھ کے ایک گھونٹ پر یا کھجور کے ایک دانہ پر یا ایک گھونٹ بھر پانی پلا کر ہی کسی کو روزہ افطار کروا دے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلائے پلائے تو اسے اللہ تعالیٰ حوض کوثر سے پلائیں گے کہ اسے کبھی پیاس محسوس نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔

اس حدیث میں بظاہر رمضان المبارک میں دوسروں کا روزہ افطار کرانے کی ترغیب دی گئی ہے لیکن اس افطاری میں دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کا اظہار ہے کیونکہ دوسروں کو کھانا کھلانا دوستی اور ہمدردی کی علامت ہے۔

اسلام کے نظام اخلاق میں ہمدردی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور اسلامی معاشرے

کے قیام میں ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا اسلامی اخلاق کی بنیادی جڑ ہے۔ اور ہمدردی کا سبق ہمیں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کے مختلف طریقے ہیں جو ہمیں رمضان المبارک سے حاصل ہوتے ہیں ان میں ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ کہ اگر آپ کے ماتحت کوئی ملازم کام کر رہے ہوں تو ان کے کام میں تخفیف کر دینی چاہیئے۔ کیونکہ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے۔

من خفف عن مملوکہ فیہ غفر اللہ لہ واعتقہ مِنَ النَّارِ۔
(مشکوٰۃ شریف)

جو شخص اپنے ماتحت ملازم کے کام میں اس مہینے میں تخفیف کر دے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیں گے اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیں گے۔

ہمدردی کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ حصول رزق اور ذرائع معاش میں تعاون کیا جائے۔ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی رویہ رمضان المبارک میں بڑا فراخ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ عام حالات کی نسبت رمضان المبارک میں زیادہ سخی ہو جایا کرتے تھے۔

عن ابن عباسؓ کان یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس واجود مایکون فی رمضان۔
(سنن نسائی)

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے کہ رسول پاکؐ (عام حالات میں بھی) لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ مگر ماہِ رمضان میں تو آپؐ بہت ہی زیادہ سخی اور فیاض ہو جایا کرتے تھے۔

غرضیکہ شہر المواسات کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ہمدردی اور غمگساری ہمارا شیوہ

ہو جانا چاہیئے۔ اور یہ چیز عبادت میں داخل ہے۔ صحابہ کرامؓ اس نکتے سے بخوبی واقف تھے چنانچہ وہ غم خواری کے مہینہ کے تقاضوں کو بڑے احسن انداز میں پورا کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں ایک روایت ملتی ہے کہ آپ رمضان المبارک کے عشرہ اعتکاف میں بیٹھے تھے کہ ایک مقروض خواہ کے تقاضے اور اپنی مجبوری کا حال زار کہہ سنایا۔ حضرت ابنِ عباسؓ فوراً اُٹھے اور قرض خواہ کے پاس جا کر مہلت دے دینے کی سفارش کی۔

روزہ

روزہ ایک فرض عبادت ہے اور اس کی فرضیت کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میں اپنے بندوں کو تھوڑی سی مشقت میں ڈال کر انعام کا مستحق بنادوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ نسل آدم دنیا میں رہ کر بے پناہ گناہ کرے گی۔ اور میری رحمت سے دور ہو جائے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی بہتری کے لیے سال میں ایک ایسا موقعہ فراہم کر دیا کہ جس میں انسان اللہ کی عبادت کر کے اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور وہ موقعہ رمضان المبارک یعنی بخشش کا مہینہ ہے۔

انسانی حیات کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ انسان کا دل حب الٰہی سے معمور ہو جائے اور اس کے تن کا عمل اسوۂ رسول میں ڈھل جائے خیال میں قول و فعل میں اور عمل میں یہ انسان اللہ کا اطاعت گزار بندہ بن جائے یعنی اللہ کی بندگی سے کبھی غفلت نہ کرے اور زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کی رضا اور خوشنودی پیش نظر رکھے۔ لیکن انسان کا ازلی دشمن شیطان بھی انسان کو اللہ کی اطاعت اور عبادت سے غافل کرنے کے لیے قدم قدم پر ڈیرہ جمائے بیٹھا ہے اور اس نے ہمارے اردگرد گناہوں کے ایسے جال ڈال رکھے ہیں کہ ہم ناتواں انسان کہیں نہ کہیں سے پھسل ہی جاتے ہیں اور اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں اس غفلت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی طرف بلانے اور اپنی رحمت کا حقدار بنانے کیلئے روزے کا تحفہ دیدیا

یقین کریں کہ ایک مہینہ دن رات اللہ کی عبادت میں ہمہ تن مشغول رہنے سے انسان میں سال بھر اللہ کی طرف مائل رہنے کا جذبہ بیدار رہتا ہے۔ اس طرح ہر انسان ہمیشہ ہمیشہ اللہ کی رحمت کے سایہ تلے اپنی زندگی کے شب و روز گزار نے کے قابل رہتا ہے اور رہے گا اور ہمیشہ رحمت خداوندی کے باعث شیطان کے مکر و فریب سے بچا رہے گا۔ اور یہ سب کچھ روزہ کی بدولت انسان کو حاصل ہو سکتا ہے۔

رمضان المبارک کا جو مہینہ بھی ہماری زندگی میں آئے اسے غنیمت جان کر روزے رکھنے چاہییں۔ اسے غفلت اور کوتاہی سے ضائع نہیں کرنا چاہیئے شاید کہ زندگی کے شب و روز آئندہ رمضان المبارک تک وفا نہ کر سکیں پھر پچھتا کر حسرت و یاس میں اس دنیا سے کوچ کرنا پڑے اور خدا کے حضور میں توبہ کئے بغیر حاضر ہو کے شرمندہ ہونا پڑے دن کے اجالوں میں رات کی تاریکیوں میں ظاہر و باطن میں فعل میں قول میں سوچ میں تصور میں آنکھ سے زبان سے کان سے ہاتھ سے پاؤں سے نفس سے جسم سے سوچ کر یا بھول کر گناہ کرنے والے رمضان کے روزے رکھ تاکہ پروردگار تیرے گناہ معاف کر دے پھر استغفار کو اپنا شعار بنا۔ اور آخری دم تک اسی توبہ پہ کاربند رہ۔ تاکہ اس دنیا سے سرخ رو ہو کر اللہ کے حضور حاضری ہو۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام بن جا گر تجھے خدا کی قربت چاہیئے تو انبیاء صدیقین اور بزرگان دین کی طرح روزہ رکھ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی تقلید کر مجاہدین بدر کو دیکھ کہ دشمنان اسلام سے جنگ ہے رمضان کا مہینہ ہے مگر روزہ سے کوئی نانی نہیں تو اس قوم کا لخت جگر ہے جو مشکل سے مشکل ترین حالات میں بھی ماہ رمضان کے روزے رکھتی اور خدا کی یاد سے کبھی

غافل نہ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مردِ مومن جہاں بھی گیا فتح و کامرانی نے اس کے قدم چومے کیونکہ اس میں اور تجھ میں فرق یہ ہے کہ وہ کردار کا غازی تھا۔ عمل کا شہسوار تھا۔ عشقِ رسول کا متوالا تھا۔ راہ خدا میں محنت و مشقت اٹھانے کا عادی تھا۔ اسرارِ ربانی سے واقف تھا۔ اللہ کی راہ میں گھر بار لٹانا جانتا تھا۔ اے مسلم! تو بھی اس کے نقشِ قدم پہ چل دل کو صاف کر۔ من کے شیشے کو دھو ڈال خلوصِ نیت کو استوار کر۔ بادۂ دل کو عشقِ رسول سے بھر کر خشوع و خضوع سے نماز پڑھ۔ صدقِ دل سے روزہ رکھ! اے مسلم! پھر دیکھ خدا تجھ پہ کتنا مہربان ہوتا ہے اس کی رحمت کے خزانے تیرے قدموں میں دنیا کی سیادت کا تاج تیرے سر پہ کامیابی تیری غلام بنے، دنیا پہ قرآن کا راج چلے دکھی انسانیت نجات پائے۔ شکستہ دل سکون کی دولت سے مالا مال ہو سکیں اور دھرتی پہ چاروں طرف ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم لہرا جائے اور اے حضرتِ انسان! کاش تیرا وہ وعدہ جو تیری روح نے تخلیقِ کائنات کے موقع پہ اپنے خدا سے کیا تھا کہ میں زمین پہ تیرا بندہ بن کے رہوں گا پورا ہو جائے۔

اے مسلم! تو غیروں کو روزہ رکھنے کا درس کیا دے گا۔ جب کہ تیرا دامن خود ہی عمل سے خالی ہے۔ میری قوم کے اکثر جواں خود روزہ سے دور کیوں ہیں۔ اے نوجوان فرمانِ خداوندی کے مطابق چند گھنٹوں کی بھوک اور پیاس سے تو جی چراتا ہے۔ تو صبر کی دولت سے محروم کیوں ہے۔ رمضان کے مہینہ میں اے روزہ نہ رکھنے والے! خدا سے تو شرم نہیں کھاتا جو گھر میں، بازار میں آرام خانے میں، میکدے میں آویزاں کئے ہوئے سائبانوں کی آڑ میں گویا کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں وہ تجھے دیکھتا نہیں۔ جہاں تو روزہ داروں کے ماحول

میں چھپ چھپ کے کھاتا پیتا ہے۔ آ خدا کے غضب سے ڈر مرد مومن بن ہ سانچے میں ڈھل جا۔ صبر کا جام پی روزہ رکھ۔ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔ اللہ کی رحمت نہ تیرا جسم گھٹنے دے گی نہ تیرے رزق میں کمی ہو گی ظاہر تو تو نے تھوڑی سی مشقت اٹھائی ہے بھوک اور پیاس برداشت کی ہے۔ اپنے نفس کو برائی سے روکا ہے لیکن اس کے عوضانے میں جو جی چاہے خدا سے مانگ تیری فریاد کبھی رائیگاں نہ ہو گی۔

مغرب کی ترقی یافتہ قومیں سکون کی متلاشی ہیں اور دنیا کے تمام اہل علم کو اسلام کی صداقت کا انکشاف ہو چکا ہے غیر قوموں کا دل مائل بہ اسلام ہے اور امید ہے کہ ضیائے اسلام عنقریب تمام دنیا کے انسانوں کے قلوب کو اپنے نور میں لپیٹنے والی ہے مت بھول کہ وقت قریب ہے جب گھر گھر دنیا کے کونے کونے کا انسان مسلمان ہو جائے گا۔ اور اس عالم رنگ و بو میں چاروں طرف اسلام ہی اسلام ہو گا۔ لیکن افسوس کہ اسلام کی طرف اٹھنے والی غیر قوم کی نگاہیں جب مسلمان کے ذاتی کردار کو دیکھتی ہیں۔ تو اسے اسلام کی روح نظر نہیں آتی نہ مسلمانیت میں گم ہو جاتا ہے۔ کہ یہود و نصارا کے دیس میں جب ناقص العمل مسلمان رمضان المبارک میں روزہ نہیں رکھتا اور ان کی کلبوں میں بیٹھا روزے کے اوقات میں دعوت اکل شراب سے لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے۔ اور طرح طرح کے عیش و عشرت میں مبتلا ہوتا ہے تو غیر مسلم جب مسلمان کی یہ بری حرکات دیکھتا ہے تو وہ سوچ میں ڈوب جاتا ہے۔ کہ ہم کس مسلمان کا اسلام اپنائیں جو خود ہی تارک دین ہے۔ بری حرکات کو چھوڑ کر اپنی زندگی شمع رسالت کے رنگ میں رنگ لے تاکہ دیکھنے والوں کو گمان ہو کہ مسلم کا کردار تو قرون اولیٰ کے مسلمان کا ایک جیتی جاگتی تصویر ہے اور نگاہ میں وہ کیمیائی اثر پیدا کر کہ تجھے دیکھتے ہی

دوسری قومیں مسلمان ہونا اپنی سعادت خیال کریں اگر تو یہ نہ کرے گا۔ تو دوسری قومیں تجھ سے سبقت لے جائیں گی اور تو تارک صوم الصلوٰۃ ہو کر ذلیل و خوار ہی رہے گا چنانچہ دن کا سورج طلوع ہونے سے پہلے راسخ العقیدہ مسلمان بن کر اللہ کے محبوب بندوں میں ہو جا۔

قرآن میں روزے کا حکم

اللہ تعالےٰ نے امتِ مسلمہ کے ایمانداروں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو روزہ تم پر فرض کیا گیا ہے جس طرح کہ پہلے لوگوں پہ فرض کیا گیا ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ (سورت بقرۃ ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پہ روزے فرض کئے گئے جس طرح کہ پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔

قرآن پاک میں روزہ کے لئے صوم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معنی رکنے اور چپ رہنے کے ہیں۔ مگر اصطلاحی لحاظ سے روزہ سے مراد ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو دن بھر صبح صادق سے لے کر شام تک کھانے پینے اور مباشرت سے روکے رکھے۔

جسمانی صحت کی نشو و نما اور قوت کو برقرار رکھنے کے انسان کو خوراک درکار ہے جس کے پیش نظر انسان دن بھر میں وقفوں کے بعد اللہ کی عطا کردہ نعمتیں کھاتا پیتا ہے اور تازہ دم رہتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان کی بنیادی ضرورت

نفسانی جذبات کی تکمیل بھی ہے۔ اس لئے ان تینوں افعال کو معینہ مدت تک روکے رکھنے کا نام شریعت اسلامیہ میں روزہ ہے علاوہ ازیں تمام ظاہری و باطنی خواہشات اور برائیوں سے آپ اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بھی روزہ کی اصلیت میں داخل ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیے۔ ارشاد فرمایا روزہ کو لازم کر لو۔ کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ انہوں نے پھر عرض کی اور آپ نے پھر یہی فرمایا۔ (نسائی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکواۃ دینا اور حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا (بخاری)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے وہ عمل بتا دیں جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے بچائے فرمایا اللہ تعالے کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم کر اور زکواۃ دے اور رمضان کا روزہ رکھ اور بیت اللہ کا حج کر (ترمذی شریف)

اسلامی عبادات میں اگرچہ ہر عبادت کا ایک خاص مقام اور فضیلت ہے۔ لیکن ارکان اسلام میں روزہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انفرادی اہمیت کا حامل ہے اس لئے یہ فرض کیا گیا ہے۔ شرعی فاقہ کشی اور بھوک برداشت کرنے کے اعتبار سے یہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کا تصور دنیا کے تمام مذاہب میں کسی نہ کسی صورت میں پایا جاتا ہے۔

سابقہ امتوں پہ روزہ کی فرضیت

قرآن اس امر کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ مسلمانوں سے پہلے سابقہ امتوں پر بھی روزے فرض تھے اور اسلام سے قبل جتنی بھی شریعتیں آئیں وہ روزہ کے احکام سے خالی نہ تھیں اور تمام پیغمبروں کی شریعت میں یہ عبادت فرض رہی ہے چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کوہ طور پر چالیس دن روزہ رکھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی چالیس دن روزہ رکھا۔ اس لئے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ میں روزے کے احکامات موجود تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے ہر مہینہ میں تین روزوں کا حکم تھا جو حضورؐ کی امت کے لئے بدلا گیا اور اس پر رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں پر بھی ایک ماہ کے کامل روزے فرض تھے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں کو یہ حکم تھا۔ کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کریں اور سو جائیں تو ان پر کھانا پینا عورتوں سے مباشرت کرنا حرام ہو جاتا تھا۔

گویا اسلام سے قبل جتنی بھی شریعتیں آئیں ان میں روزہ رکھنے کا حکم تھا۔ اور نماز کی طرح روزہ بھی سابقہ امتوں پر فرض تھا البتہ ان امتوں کے درمیان روزوں کے احکامات تعداد اور روزہ رکھنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا رہا۔ لیکن قبل از اسلام تک ان امتوں کے علماء نے روزوں کی حقیقت کو بگاڑ دیا تھا اور اپنی طرف سے کئی ایک رسومات کا روزہ کے ساتھ اضافہ کر لیا۔ اس لئے اہل

عرب بھی اسلام سے پہلے روزہ سے کچھ نہ کچھ مانوس تھے اور قریش مکہ زمانہ جاہلیت میں دس محرم کو روزہ رکھتے تھے کیونکہ وہ اس دن خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی رسم ادا کرتے تھے اسی طرح مدینہ کے یہود بھی ساتویں مہینہ کی دس تاریخ کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

سابقہ امتوں پر فرضیت روزہ کی طرح امت محمدیہ کے لیے بھی اللہ نے یہ عبادت فرض قرار دی اور تاقیامت مسلمانوں پر یہ عبادت فرض رہے گی بلکہ یہ عبادت تو مسلمانوں کے لئے ایک تحفہ ہے جس کے باطن میں انسانی فلاح وبہبود کی ہزاروں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

روزے کی وجہ فرضیت

جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ زندگی کا اصل مقصد تو اللہ کی عبادت ہے اور ہر حال میں اللہ تعالےٰ کی بندگی انسان پہ لازم ہے کیونکہ انسان اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کا بندہ بننے کے لئے ہمارا کوئی لمحہ بھی عبادت سے آزاد نہیں ہونا چاہیئے اور اللہ کی بندگی میں دو مقاصد کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ پہلی تو اللہ کے احکامات کی تعمیل ہے یعنی جو اللہ نے ہمیں کرنے کا حکم دیا ہے وہ بلا نوک ٹوک ہم تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا رہیں۔ اطاعت خداوندی ایسا عمل ہے جس سے اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی۔ جس سے زندگی کا مقصد پورا ہوگا۔

عبادت میں دوسری چیز جو انسان کو مدنظر رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے۔ کہ ایسا عمل نہ کرے جس سے اللہ ناراض ہو کیوں کہ اللہ کی ناراضگی انسان کی تباہی کا باعث بنتی ہے چنانچہ اس سے بچنا ضروری ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کو ایسا راستہ اختیار کرنا چاہیئے جس کو اللہ نے پسند کیا ہے جسے قرآن پاک میں صراط مستقیم کہا گیا ہے اور یہی صراط مستقیم اطاعت اور عبادت کا درمیانہ

راستہ ہے اور اس پر کاربند ہونا ہر مسلمان کا مقصد حیات ہے چنانچہ روزہ کے فرض ہونے کی سب سے بڑی دلیل اور وجہ بھی یہی ہے کہ روزہ صراط مستقیم پر چلنے کے لئے ایک تربیت ہے اور اس مختصر سی تربیت سے انسان میں وہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جس کی بنا پر سارا سال اللہ کی عبادت سے غافل نہیں رہ سکتا

فرضیت صیام کا موقع

عربوں کی اقتصادی حالت اس زمانے میں قبل از اسلام اچھی نہ تھی اور انہیں اکثر اوقات فقر و فاقہ برداشت کرنا پڑتا تھا مگر مسلمانوں پر فاقہ کشی کی یہ نوبت عام عربوں کی نسبت کچھ زیادہ تھی۔ ظہور اسلام کے بعد کفار نے مسلمانوں کو بے شمار تکالیف اور مصائب میں مبتلا کر دیا تھا۔ جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی تو کفار کے اکثر قبائل نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے مسلمانوں سے تمدنی تعلقات توڑ لئے تھے۔ چنانچہ اس زمانے میں مسلمانوں کے لیئے ایسی عبادت کی ضرورت تھی۔ جو ان میں صبر و ضبط کی قوت پیدا کر سکے لہذا اس حالت میں روزہ ہی موزوں ہو سکتا تھا ـــــ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں ہجرت فرما کر آباد ہوئے تو آپؐ کو کفار مکہ کی شرارتوں اور مظالم سے کچھ سکون حاصل ہوا اور مسلمانوں کی روز بروز مادی و روحانی ترقی ہونا شروع ہو گئی۔ لامحالا جب انسان مادی طور پر خوشحال ہو جائے تو وہ زیادہ مادیات کی طرف توجہ دینے لگتا ہے اور اس آنے والے وقت کا اگر خاطر خواہ مداوا نہ کیا جائے تو مادی خوشحالی اسلام سے دوری کا باعث بن سکتی تھی۔ چنانچہ معاشی خوشحالی کی وجہ سے وہ روحانی امراض جو مسلمانوں پر پیدا ہونے والے تھے۔ ان کے علاج کے لیئے ۲ھ میں روزہ فرض ہوا اس کے علاوہ فاقہ کشی کی ضرورت اس لیئے بھی تھی۔ کہ آئندہ آنے والا وقت اسلام میں جہاد کا تھا اور جنگ کرنے کے لیئے انسانوں کو فاقہ کشی کی خوب ٹریننگ ہونی

چاہیئے تھی۔ اس لیئے روزہ کی فرضیت کا حکم ہوا۔ اگرچہ روزہ سے پہلے توحید اور نماز فرض ہو چکی تھی۔ اور روزہ کی پابندی سے پہلے دو ارکانوں پر مسلمان مضبوطی سے عمل پیرا ہو چکے تھے۔ لیکن روزہ سے مسلمانوں میں انتہائی استقامت پیدا ہوئی۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ صوم رمضان کی فرضیت ہجرت کے دوسرے سال تحویل کعبہ کے اس روز بعد ماہ شعبان میں ہوئی تھی اور اس فرضیت سے پہلے یوم عاشورہ اور ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ چودہ پندرہ تاریخ کے روزے فرض تھے۔ اور رمضان کے روزے فرض ہونے سے ان کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ لیکن مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روزے فرض نہ تھے صرف ان کی تاکید تھی اور فرضیت رمضان سے یہ تاکید ہلکی ہو گئی۔

روزوں کی مدت

اسلام میں روزے رکھنے کے لیئے ایک مہینہ مخصوص کر دیا ہے اور اس مہینے کو رمضان کا مہینہ کہا جاتا ہے رمضان روحانی اور بہت سے جسمانی امراض کی دوا ہے اور دوا بقدر ضرورت ہی ہونی چاہیئے اگر یہ دوا سارا سال جاری رہتی تو مسلمانوں کے جسم پر بوجھ پڑتا اور جسمانی قوت اثر انداز ہوتی کہ اس سے علاج صحیح نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ایک ماہ کی تعداد مقرر کر کے اللہ تعالٰے نے وہ حکمتیں چھپا دی ہیں۔ کہ جن کا انسان اندازہ نہیں کر سکتا۔

ایک مہینے کی تخصیص سے ایک مقدس ماہ مسلمانوں کے سامنے ظاہر ہو گیا تاکہ تمام مسلمان اس ایک فرض کو ادا کر کے اسلام کے نظام وحدت کا مظاہرہ کریں اور یہ زمانہ وہی موزوں تھا جس میں قرآن پاک نازل فرمایا گیا کیونکہ انسانی زندگی کا بھی سب سے اہم فرض قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اسی لیئے اسی مہینے کو ماہ صیام کی سعادت ملی جس میں قرآن پاک نازل ہوا تھا۔ پھر روزوں کی تعداد مقرر کر کے بارے میں قرآن پاک میں گنتی کے چند دن کہا گیا ہے۔

اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ط گنتی کے چند

رمضان کو پانا اور اس کے روزے رکھنے کا حکم

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ ط (جو اس مہینہ کو پا دے وہ اس کے روزے رکھے)

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص روزے کے مہینہ کو پادے تو وہ اس مہینہ یعنی رمضان کے روزے رکھے اور آیت میں شَهِدَ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی کسی مقام یا زمانہ میں موجود ہونے کے ہیں۔

رمضان شریف کے مہینے کو پانے کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت تو یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ زندگی میں بار بار ہر سال لوٹ کر آتا ہے تو جب وہ مہینہ آئے تو جو شخص اس دنیا میں موجود ہو اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہو جن پر روزہ فرض ہے۔ تو اسے روزہ رکھنا ہر صورت میں ضروری ہے اگر کوئی شخص اس دنیا میں موجود نہیں ہوگا۔ تو لا محالہ روزے نہیں پائے گا۔ تو اسے روزے سے کیا سروکار

دوسری صورت یہ ہے کہ دنیا میں کئی ایک ایسے مقامات ہیں جنمیں جن میں قطب شمالی اور قطب جنوبی کے علاقے آتے ہیں ان میں چھ چھ ماہ تک دن اور رات رہتے ہیں وہاں مہینہ کا تعین نہیں ہے ایسے علاقوں میں اگر مسلمان ہوں تو ان کو متمدن ممالک کے معیاری وقت کے مطابق روزے رکھنے چاہییں۔

دنیا کے اندر بعض مقامات ایسے بھی ہیں۔ جہاں اٹھارہ بیس بیس گھنٹے کا دن ہوتا وہاں پر روزے قدرے مشکل معلوم ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے خطوں کے موسم کو ٹھنڈا بنا دیا ہے اور وہاں پر روزہ کی تکلیف دن کی مدت بڑھنے سے جو محسوس ہو سکتی تھی مگر نہیں ہوتی۔ (سیرت النبی)

فضائل روزہ

روزہ فضلِ خداوندی کا آئینہ ہے، اللہ کا فضل وہ خزانۂ رحمت ہے۔ کہ جسے مل جائے اس کے دین و دنیا سنور گئے۔ اللہ تعالےٰ بے نیاز ہے جسے چاہے اپنے فضل سے سرفراز کرے۔ اللہ چاہتا ہے کہ انسان اس کا عبادت گزار اور اطاعت شعار بندہ بنے چنانچہ اللہ نے انسان میں صفاتِ بندگی پیدا کرنے کے لیے تحفتہً کچھ فرائض حضرتِ انسان کے ذمے لگاتے ہیں۔ روزہ بھی انہیں فرائض میں سے ایک ہے۔

روزہ روح کی خاص غذا ہے اللہ اور بندے کے درمیان جو معمولی سا حجاب ہے۔ روزہ اسے بے نقاب کرنے کا چارہ ساز ہے گویا روزہ اللہ اور بندے کی ملاقات کا دروازہ ہے جو مسلمان اپنے تن کو اس دروازے سے گزارتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے پھر اللہ اسے کہتا ہے تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں چنانچہ جسے اللہ مل گیا گویا دنیا اس کے تابع ہوگئی جن بندوں کے روزوں سے اللہ خوش ہوا۔ انہیں ولی غوث وقطب ابدال کر دیا

اے بندے روزہ کے فضائل کو تو کیا جانے روزہ کی قدر وقیمت پوچھنی ہے تو سرورِ دوجہاں سے پوچھ۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے پوچھ جو صحرائے عرب کے تپتے ہوئے ریگزاروں میں گرمیوں کے موسم میں روزے رکھتے تھے۔ اور جہاد بھی کرتے تھے۔ اللہ ان کی نماز روزوں اور اعمال صالح

سے اتنا خوش ہوا کہ قرآن مجید میں اس آیت مبارکہ کا نزدل ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اپنے اللہ سے راضی ہوئے۔ روزہ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زینہ ہے حتیٰ کہ روزہ کی بدولت کئی اولیا۔ کو ولایت ملی۔ اسی لئے حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ روزہ آدھی طریقت ہے۔ چنانچہ سالکان حق و صداقت روزہ ہی کے ذریعے اپنے مالک و خالق کو خوش کرتے ہیں اور رضائے الٰہی تلاش کرتے ہیں۔

روزہ کے باطن میں بے شمار دینی دنیاوی اسرار اور حکمتیں ہیں اور ایسے ایسے رموز ربانی ہیں جو روزہ دار کو حاصل ہوتے ہیں اسی لئے اللہ کے محبوب بندے کثرت سے نفلی رکھ کر ہی فضل ربانی تلاش کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ملت اسلامیہ پر روزہ فرض ہوا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشادات عالیہ ہیں جن میں روزہ کے فضائل بیان ہوئے ہیں اور انہی فضائل کی بنا پر روزہ رکھنے کی تلقین بھی کی گئی ہے روزہ راہ ہدایت کی دلیل ہے روزہ حصول روحانیت کا ذریعہ ہے روزہ اہل تقویٰ کی علامت ہے روزہ خیر و برکت کا ذریعہ ہے روزہ نیکیوں کی بہار ہے۔ روزہ مردہ دل کی زندگی ہے روزہ روح کی شگفتگی ہے۔ روزہ اللہ کے محبوب ترین اعمال سے ہے روزہ جسمانی بیماریوں کا مجرب علاج ہے۔ روزہ محبوب خدا کی شفاعت کا وسیلہ ہے روزہ انعامات خداوندی اور رحمت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ روزہ علامت مسلمانی ہے روزہ بخشش و مغفرت کی سند ہے۔ روزہ جنت میں داخل ہونے کا ایک دروازہ ہے۔ روزہ معرفت حق کا خزانہ ہے روزہ آخرت میں کامیابی کے لئے شفاعت ہے گویا کہ روزہ اسلام کی عبادات میں ہے محبوب ترین عمل ہے جس سے اللہ اور اس کا رسولؐ خوش ہوتا ہے۔ اور جس پر اللہ در

اس کا رسولؐ مہربان ہو جائیں تو اس کی تقدیر بدل جاتی ہے روزہ عشق مصطفےٰ کا وہ جام ہے جسے پینے سے مجلس محمدی میں حضوری کا مقام ملتا ہے اور روزہ ہی مقام حضوری سے عرش معلٰی کی جلوہ گاہ تک پہنچاتا ہے جہاں سے ولی کو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مراتب ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ روزہ اللہ اور بندہ کے درمیان ایسا راز ہے۔ جس کی قدر اللہ ہی جانتا ہے۔

روزہ کی فضیلت کے بارے میں رسول اکرمؐ کا خطبہ

روزہ کی فضیلت کے بارے میں

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشادات ہیں۔ چنانچہ فضائل رمضان اور روزوں کے متعلق ہدایات کے بارے میں رسول پاکؐ نے اکثر شعبان کے مہینے میں اپنے خطبات کے ذریعے احکامات روزہ کی وضاحت فرمائی اور ان میں سے مندرجہ ذیل خطبہ بہت اہم ہے:-

وَعَنْ سُلَیْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شُعْبَانَ فَقَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِیْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِیَامَهٗ فَرِیْضَةً وَّقِیَامَ لَیْلِهٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِیْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَیْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِیْضَةً

حضرت سلمانؓ فارسی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو شعبان کے آخری دن خطبہ دیا فرمایا اے لوگو ایک بہت بڑے مہینے نے تم پر سایہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض اور رات کے قیام کو نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص کسی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف قرب چاہے اس کو اس قدر ثواب ہوتا ہے گویا اس نے فرض ادا کیا جس نے رمضان میں فرض ادا کیا اس کا ثواب اس قدر ہے کہ گویا اس نے رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کئے۔ وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا

فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً
فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ
فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ
شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ
الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَ
شَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ
مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَآئِمًا كَانَ لَهٗ
مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ
مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ
مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ
شَيْئٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ
كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّآئِمَ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ
مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا عَلٰى مَذْقَةِ
لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ
مَآءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَآئِمًا سَقَاهُ
اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَّا يَظْمَاُ
حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ
اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ
وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ

ثواب جنت ہے، وہ مواساۃ کا مہینہ ہے وہ ایسا
مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے
جو اس میں کسی روزہ دار کو افطار کروائے اس کے
گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اور اس کی گردن
آگ سے آزاد کر دی جاتی ہے اور اسکو بھی اسی قدر
ثواب ملتا ہے اس سے روزہ دار کے ثواب
میں سے کچھ کمی نہیں آتی ہم نے کہا اے اللہ کے
رسول ہم میں سے ہر ایک افطار نہیں کروا سکتا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی
اس شخص کو بھی یہ ثواب عطا فرماتا ہے، جو
ایک گھونٹ دودھ ایک کھجور یا ایک گھونٹ
پانی سے [illegible]
جو روزہ دار کو [illegible]
اللہ تعالی اس کو میرے حوض سے پلائے گا
کہ وہ جنت میں [illegible] کبھی
پیاسا نہ ہوگا [illegible] ایک ایسا مہینہ ہے
جس کا [illegible] درمیان
میں بخشش ہے اور اس کے آخر
میں آگ سے آزادی ہے جو
شخص اس میں اپنے غلام کا
بوجھ [illegible] اللہ اس کو

نَفَقَتَ عَنْ مَمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَاَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ۔ بخش دیتا ہے۔ اور آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔ (بیہقی)

رمضان المبارک کے فضائل کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے بڑا جامع ہے اس میں ان تمام خصوصی عبادات کا ذکر کیا گیا ہے جو روزہ دار کو روزوں کے مہینہ میں سرانجام دینی چاہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان انعامات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو روزہ دار کو روزہ رکھنے کے بدلے میں ملیں گے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب اس کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینہ آئے تو اس میں روزے رکھے اور اس حدیث پاک میں بتایا گیا ہے کہ اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنی چاہیئے۔ یعنی جتنی کثرت سے بدنی عبادت کر سکتا ہے ذکر اور نوافل میں کثرت کرے فرض نماز با جماعت ادا کرے اور کسی میں فرض نماز کوشش کر کے قضا نہ ہونے دے اللہ تعالیٰ کے حضور کثرت سے اپنے گناہوں پر استغفار کرے۔ رات کے کچھ حصہ میں قیام کیا جائے اس قیام کی سب سے افضل صورت نماز تراویح ہے لہذا روزہ دار کو نماز تراویح ادا کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد رمضان المبارک میں صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے چونکہ روزہ رکھ کر انسان زیادہ مشقت سے کام نہیں کر سکتا اور کھا پی بھی نہیں سکتا۔ لہذا بھوک اور پیاس کی صورت میں صبر سے کام لینا چاہیئے۔ پھر ایک اور بات جس کا اس حدیث میں کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ دوسرے کا روزہ افطار کروانا ہے۔ کیوں کہ دوسرے انسان کی خدمت کرنے سے انسانی ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ روزہ میں ان تمام خصوصی عبادات کے بدلے میں جو اجر اور ثمرات روزہ دار کو ملتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور روزہ کی وجہ سے جو فیوض و برکات حاصل ہوتے

ہیں وہ بھی بے شمار ہیں دنیاوی طور پر انسان کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور رزق میں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ظاہری طور پر اس ماہ میں بعض لوگوں کی آمدن کم ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالےٰ کی طرف سے انہیں جتنی روزی بھی میسر آتی ہے۔ اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے انسان سال بھر طرح طرح کے گناہ کرتا رہتا ہے اور رمضان المبارک کے روزے ان گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔

اس حدیث کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ اس مہینے کے ابتدائی ایام میں دنیا میں رحمت کا نزول ہونا اور وسطی حصہ میں انسان کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور آخری حصہ میں دوزخ سے رہائی ملتی ہے۔ حتیٰ کہ رمضان المبارک میں جتنے بھی فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں وہ روزہ رکھنے کے باعث حاصل ہوتے ہیں

المختصر اس حدیث میں رمضان المبارک کی برکت اور بزرگی کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے روزہ کی اہمیت اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے روزہ رکھنا سحری کرنا افطاری کرنا اور کروانا قیام اللیل کرنا اور دن کے وقت بھوک اور پیاس سے صبر و ضبط کرنا ایسے مواقع ہیں جو ہم گنہگار مسلمانوں کی بخشش اور نجات کا وسیلہ ہیں میرے نزدیک اگرچہ ہر انسان کی حیات بے شمار مراحل سے گزر کر ارتقائی مراحل طے کرتی ہوئی اپنی انتہا کو پہنچتی ہے لیکن حیات کے تین دور قابلِ ذکر ہیں:۔

پہلا دور دنیا کی زندگی ہے جس کا تعلق روح اور جسم سے وابستہ ہے۔ اور اس زندگی کا عرصہ حیات سے لے کر موت تک ہے اس دور میں ہر انسان اپنے روح اور جسم کو سکون مصائب و الم سے نجات اور مادی آسائش پہنچانا چاہتا ہے ان دکھوں کے علاج اور ضروریات کو پورا کرنے کے لیئے اسلامی ضابطہ حیات صرف ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جس میں قواعد ضوابط کی حدود

میں رہتے ہوئے دنیاوی زندگی کے ہر مرحلے میں زندگی کے لوازمات کی فراہمی موجود ہے جو ایک کامیاب حیات کے لئے درکار ہیں اور ایسی زندگی ہی اللہ کے نزدیک حیات کے اگلے مراحل کی کامیابی کا زینہ ہے۔

حیات کا دوسرا مرحلہ موت سے لے کر قیامت تک ہے جسے عالم برزخ کہا گیا ہے زندگی کے اس مرحلے کی حقیقت اللہ تعالےٰ کو ہی معلوم ہے سوائے اس کے کہ جتنا علم اللہ تعالےٰ نے انسان کو دیا ہے صرف اس حد تک انسان اس حیات کے بارے میں جانتا ہے۔

حیات کا تیسرا مرحلہ قیامت کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی ہے یہ زندگی حساب وکتاب کے بعد جزا کے طور پر جنت کی صورت یا سزا کے طور پر دوزخ کی صورت میں ہوگی اور یہ زندگی ابدلآباد ہے یعنی کبھی ختم نہ ہونے والا سلسلہ ہے۔

دنیاوی حیات دارالعمل ہے بلکہ اللہ کی طرف سے ایک امتحانی عرصہ ہے جسے ہر انسان نے رضائے الہٰی اور اطاعت کے مطابق بسر کرنا ہے اور شر کی لغزشوں سے اپنے دامن کو بچانا ہے تاکہ اللہ تعالےٰ اس کے بدلے میں انسان کو زندگی کے تمام مراحل میں کامیاب و کامران قرار دے۔

روزہ اللہ تعالےٰ کی ایک ایسی عطا کردہ نعمت ہے جو انسان کو حیات کے ان تمام مراحل سے کامیاب وکامران کرنے کا ایک ذریعہ ہے

۲۔ انعامات خداوندی

روزہ کی بدولت دنیاوی زندگی میں اللہ تعالےٰ انسان پر اتنے انعامات کرتا ہے کہ جن کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ ان انعامات کا ذکر احادیث میں کثرت سے بیان کیا گیا ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ رمضان کا مہینہ خیر وبرکت

والا ہے یعنی روزہ داروں کے دنیاوی امور میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے خیر و برکت شامل ہو جاتی ہے۔ خیر و برکت سے مراد اللہ تعالےٰ کی مدد کا شاملِ حال ہونا ہے جس سے نیکی کے کاموں میں کثرت ہو جاتی ہے جو انسان کے لئے سودمند ہے خیر و برکت کے علاوہ روزہ داروں پہ رحمت خداوندی کا نزول ہے رحمت دراصل اللہ کی خوشنودی اور تائید کا اظہار ہے اور یہ تائید یعنی رحمت دنیا والوں پہ مختلف انعامات کی صورت میں ہے اور اس رحمت کی بدولت اللہ تعالےٰ لوگوں کے رزق میں اضافہ فرماتا ہے۔ دنیاوی رنج و الم اور مصائب سے نجات مل جاتی ہے ذہنی سکون کی دولت میسر آتی ہے۔ بیماری سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ مال و دولت اور مادی وسائل میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ الغرض دنیا میں جتنی بھی ہمیں مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ روزہ کی بدولت اللہ تعالیٰ ان میں تخفیف کر دیتا ہے یا ختم کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام دنیاوی آسائشیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں۔ جنہیں ہم رحمتِ خداوندی سے تعبیر کرتے ہیں دنیاوی فضل و کرم کے علاوہ روحانی فضل و کرم بھی اللہ کی رحمت ہے جو انسان کو صرف روزہ کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔

روزہ کی برکت اور رحمت کے بارے میں حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کے قریب آنے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا ہے جو بڑی برکت والا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس میں اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔ خطائیں معاف کرتا ہے اور اس میں دعا قبول فرماتا ہے ایک دوسرے کی عبادت میں سبقت لے جانے کی کوشش کو دیکھتا ہے اور اللہ تعالےٰ ملائکہ کو اپنے بندوں کی عبادت دکھلا کر فخر کرتا ہے بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں اللہ تعالےٰ

کی رحمت سے محروم رہ جائے (طبرانی)

۳۔ نیکیوں کی جزا میں اضافہ

روزہ بارگاہ رب العزت کی طرف سے ایک ایسا تحفہ اور انعام ہے کہ جس کی جزا کے بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ میں نیکی کا بدلہ دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکی دیتا ہوں لیکن روزہ خاص میرے لئے اور میں اس کے لئے ہوں۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ہم جو نیک کام کرتے ہیں تو اللہ تعالے کی طرف سے ہمیں اس کے بدلے میں عوضانہ مقرر ہے چھوٹے نیک کام کا بدلہ تھوڑا ہے اور بڑے نیک کاموں کا بدلہ بھی بہت بڑا ہے۔ ہر نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملے گا۔ مثال کے طور پر زندگی میں اگر کوئی

نماز کا پابند ہے تو لوگوں میں وہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور مشہور ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا پکا نمازی ہے اگر کوئی شخص زکوٰۃ اور خیرات کرتا رہتا ہے تو وہ لوگوں میں سخی کے نام سے موسوم ہو کر عزت پاتا ہے۔ اگر کوئی دیانت اور صداقت کو اپناتا ہے تو اس نیکی کی نسبت سے لوگوں میں شہرت اور عظمت پاتا ہے گویا کہ جو بھی ہم عبادت کرتے ہیں تو اللہ تعالے اس عبادت کے عوض ہمیں معاشرے میں دوسرے لوگوں سے نمایاں عزت عطا کرتا ہے تو یہ دراصل اللہ تعالے کی طرف سے اس نیکی کا بدلہ ہوتا ہے ایسے ہی آخرت میں انسان کی نیکیوں کا بدلہ اور عوضانہ انسان کی بخشش و مغفرت جنت میں داخلہ اور پھر جنت میں بلند درجات کا حصول ہے۔ مگر روزہ کی جزا کے بارے میں خدا نے اتنا بلند درجہ رکھ دیا ہے کہ روزہ میرے لئے اور میں روزے کے لئے یعنی اتنے مختصر سے الفاظ میں اللہ تعالے نے فیصلہ کر دیا کہ جو روزہ

Ataunnabi.com

کہ میت کو جب اس کی قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو نماز اس کے دائیں طرف سے آتی ہے اور روزہ بائیں طرف سے قرآن سر کی طرف سے اور صدقہ پاؤں کی طرف سے آجاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ روزہ محافظت کرتا ہے اور عذابِ قبر سے بچاتا ہے۔

۴۔ روزہ مستجاب دعا ہے

رمضان المبارک کے فضائل میں سے روزہ کی فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالٰے روزہ دار کی دعا قبول فرماتا ہے۔ جن لوگوں کی دعا میں عجز ہو۔ نیت میں خلوص ہو تو ان کو دعا جب بارگاہِ ربّ العزت میں پیش ہوتی ہے تو اللہ تعالٰے اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔ یوں تو ہر وقت ہی اللہ تعالٰے کے حضور دعا مانگی جاسکتی ہے۔ لیکن

بعض موقعوں کو اللہ تعالٰے نے فضیلت دے رکھی ہے کہ اگر اس موقعہ یا مقدس وقت میں دعا مانگی جائے تو وہ ضرور مستجاب ہوتی ہے ان مستجاب موقعوں میں ایک وقت ہر روزہ دار پر آتا ہے۔ جب وہ روزہ افطار کرنے لگتا ہے تو اس وقت اللہ تعالٰے ہر دعا قبول فرماتا ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی افطار کے وقت دوسرے عادل بادشاہ کی۔ تیسرے مظلوم کی دعا جس کو حق تعالٰے بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے۔ کہ میں تیری مدد کروں گا۔ (ترمذی)

روزہ افطار کرتے وقت اللہ کی رحمت اور بخشش مانگنی چاہیئے جن حضرات کا روزہ بارگاہ ایزدی میں قبولیت کا درجہ رکھتا ہو ان کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ عوام الناس سے جب کوئی شخص کسی چیز کے لئے دعا مانگتا ہے۔ تو وہ کام نہیں ہو پاتا۔ تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی دعا کیوں نہیں قبول

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

ہوتی۔ کیوں کہ مندرجہ بالا احادیث کے مطابق افطار کے وقت کی دعا قبول ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن یاد رہے کہ قبول دعا یا نا قبول دعا میں انسان مصلحت اور انجام سے بے خبر ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات وہ چیزیں بھی مانگ لیتا ہے جو انسان کے لئے سودمند نہیں ہوتیں تو اللہ تعالےٰ انسانی بہتری کے تحت اس کی ہر دعا قبول نہیں فرماتا لہذا انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے اور اللہ تعالےٰ سے ہر حال میں رحمت اور بہتری کے لئے دعا مانگنی چاہیئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دعا نہ کرے تو اللہ تعالےٰ سے تین چیزوں سے ایک چیز ضرور ملتی ہے۔ یا خود وہ چیز مل جاتی ہے۔ جس کے لئے دعا کی جاتی ہے۔ یا اس کے بدلے میں کوئی برائی یا مصیبت اس سے دور کر دی جاتی ہے یا آخرت میں ثواب اس کے نامہ اعمال میں جمع کر دیا جائے گا۔

یاد رہے کہ کسی مسلمان کے روزہ رکھنے کے بعد کسی دوسرے کو بددعا نہیں دینی چاہیئے۔

د۔ مقدس مقامات پر روزہ رکھنے کا اجر کثیر

بعض مقامات کو اللہ تعالےٰ کے ہاں تقدس کا شرف حاصل ہے اور اس مقام پر رہ کر عبادت کرنا یعنی نماز روزہ اور یاد الٰہی میں مصروف ہونا دوسرے مقامات کی نسبت زیادہ درجہ رکھتا ہے اور زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے چنانچہ شہر مکہ میں روزہ رکھنے کے خصوصی ثواب کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جس نے مکہ میں ماہ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام کیا تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب دے گا۔ اور ہر دن ایک گردن آزاد

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کرنے کا ثواب اور ہر رات دن میں نیکیاں ہی نیکیاں لکھے گا۔ (ابن ماجہ)

مقامات مقدسہ میں سب سے زیادہ فضیلت اور حرمت شہر مکہ میں خانہ خدا کی ہے اور فضیلت کی دوسری وجہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آبائی شہر ہونے کی وجہ سے ہے۔ خانہ کعبہ کے بعد مسجد نبوی اور مدینۃ النبی کو وہ بزرگی اور عزت کا شرف حاصل ہے جو دوسرے کسی مقام کو نہیں۔ ان دونوں مقامات کے علاوہ بیت المقدس بھی مقدس مقامات سے ہے اس حدیث میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ شہر مکہ اور خاص کر خانہ کعبہ میں رمضان المبارک گزارنا انتہائی خوش بختی ہے اور سعادت ہے کیوں کہ وہاں روزے رکھنا دوسرے مقامات کی نسبت بہت زیادہ ثواب کے حامل ہیں۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں روزہ رکھ کر مشغول عبادت رہنا مقدر کی بات ہے۔ کیوں کہ ان دونوں مقامات کی عبادت اللہ کے نزدیک انتہائی قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔

صوفیا اور اولیا کرام کی ازحد کوشش ہوتی ہے کہ وہ خانہ خدا اور مسجد نبوی میں رمضان المبارک کا مہینہ گزاریں کیوں کہ ان دونوں مقامات پر فقرا اور صوفیا جن روحانی کیفیات اور انوارات محسوس کرتے ہیں اور مشاہدات دیکھتے ہیں جو عام مقامات پر میسر نہیں آتے۔

ان دونوں مقدس مقامات کے علاوہ بزرگان دین اور اکابر اولیا اللہ کے آستانوں کی مساجد اور وہ جگہ مقدس ہے جہاں کسی ولی نے اپنی زندگی میں منعکف ہو کر رمضان المبارک گزارا ہو۔ لہذا مقامات مقدسہ پر روزوں میں ذکر و فکر کی جو لذت میسر آتی ہے وہ عام مقامات پر نصیب نہیں ہوتی اور وہاں کی عبادت زیادہ ثواب اور قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

۶۔ پانچ چیزوں کی عطا

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کو ماہِ رمضان میں پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔ اوّل یہ کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ روزہ رکھنے والوں کی طرف خاص نظر کرتا ہے۔ اور جس کی طرف نظر فرمائے گا اسے کبھی عذاب نہ ہوگا۔ دوسری یہ کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مُشک سے زیادہ اچھی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہر دن اور رات میں فرشتے ان کے لئے استغفار کرتے ہیں اور چوتھی بات اللہ تعالےٰ جنت کو مزیّن کرتا ہے تاکہ روزہ دار جب اس میں آئے گا تو آرام پائے گا۔ پانچویں یہ کہ جب آخری رات ہوتی ہے۔ تو روزہ داروں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (بیہقی)

اس حدیث میں روزہ کے اجر کے بارے میں ان خصوصی انعامات کا ذکر کیا ہے جو پہلی امت کے روزہ داروں کو عطا نہ ہوئے تھے۔ ان انعامات میں پہلا انعام روزہ دار پر شفقت اور محبت کا اظہار ہے جس طرح کوئی محبوب پیار سے اپنے عاشق پر نگاہ التفات ڈالتا ہے تو عاشق باغ باغ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی جس پر دو جہاں کا خالق و مالک مہربان ہو جائے۔ اس کی خوش بختی کا کیا کہیئے۔

روزہ کی حالت میں فاقے کی وجہ سے جو بدبو روزہ دار کے منہ میں پیدا ہوتی ہے وہ اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ کی بدبو کا عوضانہ عالم برزخ قیامت اور جنت میں خوشبو کی صورت میں ملے گا اور وہ خوشبو اتنی اعلیٰ ہوگی کہ دنیا کی مشک جیسی بہترین خوشبو بھی اس کا مقابلہ نہیں کرتی

تیسری بات روزداروں کے لیئے ملائکہ کا استغفار ہے یعنی جو لوگ روزہ

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

رکھتے ہیں تو ملائکہ بھی ان کی حمایت اور تائید کرتے ہیں تاکہ اللہ کے ہاں اس کی بہتر سے بہتر جزا ملے۔ چوتھا انعام روزہ داروں کے لئے جنت کا مجانا ہے اور پانچواں انعام روزہ دار کی مغفرت ہے۔

۷۔ نفلی روزہ کا بے انداز ثواب

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے ایک دن کا نفلی روزہ رکھا اور زمین بھر اسے سونا دیا جائے تو جب بھی اس کا ثواب پورا نہیں ہو سکتا۔ اس کا ثواب تو قیامت ہی کو ملے گا۔ (طبرانی)

فرض روزے کا اجر اللہ تعالےٰ قیامت کے دن دے گا، وہ بہت بڑا اجر ہوگا اور چند گھنٹوں کی بھوک پیاس کا بدلہ انتہائی راحت کی صورت میں دیا جائے گا فرض روزہ کے علاوہ وہ مردِ کامل جو نفلی روزہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق رکھتا ہے اس کا اجر اور زیادہ ہوگا۔ اسی لئے صوفیا نے نفلی روزے پر بہت زور دیا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ روحانی ترقی بہت جلد ہوتی ہے۔ اور نفلی روزے کے ثواب کے بارے میں مندرجہ بالا حدیث میں بیان ہوا ہے۔ کہ اگر کسی شخص کو زمین کے حجم کے برابر سونا دے دیا جائے تو بھی نفلی روزہ کا ثواب اس سے زیادہ ہے۔ بلکہ روزہ اللہ تعالےٰ اور بندے کے درمیان ایک راز ہے کیونکہ روزہ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے رکھا جاتا ہے اور اللہ کے سوا کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی اسی لئے اللہ تعالےٰ نے خود اس کا بدلہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور اللہ تعالےٰ خود ہی اس کی جزا دے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کا اجر بے حساب ہوگا۔

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ

۸۔ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کی زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے اور روزہ نصف صبر ہے (ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ صحت دولت حسن علم وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہیں اور ان نعمتوں کا جتنا بھی انسان شکر ادا کرے کم ہے ان نعمت ہائے گوناں گوں کے شکر کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں رضائے الٰہی کی خاطر ان نعمتوں کو دوسروں کے فائدہ کے لئے خرچ کرے مال و دولت کا شکرانہ اللہ کی راہ میں صدقہ خیرات کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے علم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اسے دوسروں تک پہنچائے صحت و تندرستی کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں بھوک و پیاس برداشت کی جائے روزہ میں بھوک برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اور پیاسا رہنا پڑتا ہے بے شمار خواہشات پر صبر و ضبط رہنا پڑتا ہے تو ان تمام اشیاء میں جو تھوڑی بہت تکلیف اٹھائی جاتی ہے۔ اس کا مقصود صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے اور روزہ کی مشقت اور معمول جسمانی تکلیف صحت تندرستی اور جسم کی زکوٰۃ کے مترادف ہے۔

صوفیا نے جسم کی زکوٰۃ کو بے حد پسند کرتے ہوئے نفلی روزوں کا رکھنا معمول بنایا کیوں کہ اس بدنی زکوٰۃ سے انوارات الٰہیہ اور روحانی تجلیات کا حصول ہوتا ہے

۹۔ آسمان کے دروازوں کا کھلنا

رمضان المبارک کے مہینہ میں اللہ کی رحمت کے عام نزول کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازوں کے کھلنے کے بارے میں صحیح بخاری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اس مہینہ میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایک اور روایت میں ہے کہ رحمت

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایسے ہی مسند امام احمد اور نسائی شریف کی احادیث سے اقتباس ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان المبارک برکت کا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیئے۔ اور اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَاکُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ صِیَامَهٗ تُفْتَحُ فِیْهِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِیْهِ اَبْوَابُ الْجَحِیْمِ وَتُغَلُّ فِیْهِ مَرَدَةُ الشَّیَاطِیْنِ لِلّٰهِ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَیْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ۔

(نسائی شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان تمہارے پاس آیا ہے وہ برکت والا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کئے ہیں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، سرکش شیاطین کو طوق پہنا دیا جاتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ایک رات ہے جس کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔ جو کوئی اسکی خیر سے محروم کر دیا گیا۔ وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا قول یعنی رمضان المبارک میں آسمان کے دروازوں کا کھل جانا انتہائی جامع اور پر معنی ہے۔ کیا یہ آسمان جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہمیں نظر آتا ہے اس میں دروازے ہیں اور روزن ہیں ان دروازوں کا کھلنا اہل دنیا کے لیئے کس حد تک سود مند ہے۔

صوفیا کے خیال کے مطابق آسمانِ دنیا کے دروازے ہیں اور ان دروازوں کا ذکر بہت سی احادیث میں بھی ہوا ہے باطنی مشاہدہ کے مطابق آسمان کے بہت سے دروازے ہیں کچھ تو ان میں سے ہر وقت کھلے رہتے ہیں اور کچھ خاص خاص

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

موقعوں پر کھولے جاتے ہیں اور خاص کر رمضان المبارک میں یہ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان دروازوں سے آسمانی عنایات نورانی تجلیات رزاقی جوہر اور آسمانی مخلوقات کا زمین پر نزول ہوتا ہے جس سے دنیا والوں کی بے شمار وبائیں دور ہوتی ہیں۔ اور کئی ایک فوائد حاصل ہوتے ہیں روحانی لوگ جب روزہ رکھتے ہیں۔ تو آسمان کے دروازے انہیں نظر آتے ہیں اور دروازے کھلنے سے ان کے پاس اللہ تعالےٰ کی حکمت کے بے پناہ اسرار حاصل ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ اور صوفیا عالم کی روحیں مراقبہ اور عالم استغراق میں ان دروازوں سے آسمانوں پر داخل ہو کر آسمانی مخلوقات اور آسمانی نظاروں کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ اور ایسا روحانی مشاہدہ روزے کی بدولت ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کا روحانی میں بلند مقام ہوتا ہے۔

بعض محدثین کا کہنا ہے کہ رمضان المبارک آسمان کے دروازوں کا کھلنا ایک کنایہ ہے۔ کیونکہ رمضان میں رحمتِ خداوندی کا پے در پے نزول دروازے کھلنے کے مترادف ہے نیک اعمال کسی رکاوٹ کے بغیر اوپر چڑھتے ہیں اور روزہ داروں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

یوں بھی غور کیا جائے کہ رمضان المبارک میں مسلمان جب روزہ رکھتے ہیں۔ اور قیام لیل کرتے تو مسلمانوں میں سے اللہ کے خاص بندے جنتی نازل ہونے والی حق انوارات الہیہ اور تجلیات میں غوطہ زن ہوتے ہیں ان کی عبادت کی خیر و برکت اور دعا تمام مسلمانوں کا احاطہ کرتی ہے اور ان کی عبادت کے فیوض و برکات سے تمام مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس طرح اللہ تعالےٰ سے ہر خاص و عام کو فائدہ پہنچنا آسمانوں کے دروازوں سے نزول رحمت کے مترادف ہے۔

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

۱۰۔ جنت اور رحمت کے دروازوں کا کھلنا

مختلف صحابہ کرامؓ کی روایات کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب رمضان المبارک آتا ہے تو جنت اور رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اس حدیث کا پہلا مفہوم تو یہ ہے کہ رمضان میں حقیقی معنوں میں جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور کامل مردانِ حق کی روحیں عالم روحانیت میں ان دروازوں سے جنت میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں۔

۱۱۔ روزہ داروں کے لئے جنت کا سجایا جانا

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ اِلٰى حَوْلٍ قَالَ فَاِذَا كَانَ اَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَيَقُلْنَ يَا رَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ اَزْوَاجًا تَقَرُّ بِهِمْ اَعْيُنُنَا وَتَقَرُّ اَعْيُنُهُمْ بِنَا۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سال کے شروع سے آئندہ سال تک رمضان کیلئے جنت کو مزین کیا جاتا ہے جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے عرش کے نیچے سے جنت کے پتوں سے حوروں پر ایک ہوا چلتی ہے وہ کہتی ہیں اے ہمارے رب اپنے بندوں میں ہمارے ایسے شوہر بنا۔ جن کے ساتھ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہمارے ساتھ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

ہر شخص کی یہ تمنائے جاوداں ہے کہ دنیا اور آخرت میں اس کی جائے قیام صاف ستھری عمدہ اور عالی شان ہو۔ آخرت میں روزہ داروں کی جائے قیام

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

جنت ہے جس میں روزہ دار کے لیے عالی شان محلات ہوں گے اور ان خوبصورت
محلات پر طرزِ امتیاز یہ ہے کہ وہ مردانِ حق جن کو روزہ کے بدلہ میں جنت ملتی ہے
جوں جوں وہ زندگی میں ہر سال روزے رکھنے کا اہتمام کرتے جاتے ہیں ویسے ہی ان
کے لئے سال بہ سال جنت سجائی جاتی رہے گی۔
آخرت میں جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے استقبال کے لیے جنت
آراستہ و پیراستہ ہو گی روزہ دار اپنے روزوں کی جزا پر خوش ہوں گے کیونکہ دیکھنے
میں آتا ہے کہ کسی شخص کو خاص اہمیت حاصل ہو تو جب وہ کسی مقام پر جائے تو
اس کا شاندار طریقہ سے استقبال کیا جاتا ہے اس کے لیے جائے قیام کو سجایا جاتا
ہے تاکہ آنے والا باغ باغ ہو جائے۔ کیونکہ سجاوٹ کو دیکھ کر آنے والا پھولے سے
جامے میں نہیں سماتا۔ ایسے ہی روزداروں کے لئے جنت ہر سال ہی سجائی جارہی ہے
اور اس کی سجاوٹ قیامت تک جاری رہے گی حتیٰ کہ روزہ دار قیامت کے روز جب
جنت میں داخل ہوں تو وہ اس بے مثل جنت کی سجاوٹ کو دیکھ کر بے حد مسرور
ہوں گے۔ اور یہ ان کے روزے کا انعام ہو گا۔

۱۲۔ جنت کا بابِ ریان

قانونِ خداوندی ہے کہ راہ ہدایت میں انسانی اصلاح اور صالح تربیت کی خاطر جو تھوڑا بہت
دکھ درد ملتا ہے دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا بدلہ دیا
جائے گا۔ کیونکہ ہر چیز کا بدلہ دینا اللہ تعالیٰ کا عدل صفاتی ہے چنانچہ روزہ داروں
کو آخرت میں روزہ کی بھوک اور پیاس کے عوض جنت میں اس جگہ سے گزارا
جائے گا۔ جہاں اعلیٰ سے اعلیٰ مشروبات اور عمدہ سے عمدہ کھانے ہوں گے
تاکہ وہ جی بھر کر کھائیں اور پئیں۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی ملک کے حاکم
کی دعوت کی جائے تو اس کو دعوت خانے میں لانے کے لئے ایک مخصوص

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

دروازہ اور راستہ مقرر کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے مہمانوں کے لیئے عام راستہ اور دروازے استعمال کئے جاتے ہیں اس سے مہمان کی عزت اور توقیر مقصود ہوتی ہے اور عزت کا دہ اعزاز ہوتا ہے جو اس مہمان خصوصی کے علاوہ دوسروں کو میسر نہیں آتا۔ ایسے ہی آخرت میں اللہ تعالیٰ نے روزہ داروں کی مخصوص قدردانی کے تحت جنت میں داخل کرنے کے لیئے ایک دروازہ مخصوص کر رکھا ہے۔ جس کا نام بابِ ریان ہے وہ صرف روزہ داروں کے لیئے کھولا جائے گا۔ اس سے گزر کر جنت میں داخل ہونا صرف روزہ داروں کا حق ہوگا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ:۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ مِّنْهَا بَابٌ يُّسَمَّى الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُهٗ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازے کو ریان کہتے ہیں اس سے روزہ داروں کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا

جنت میں داخل ہونے کے لیئے آٹھ درواز ے ہیں اور یہ دروازے جنت میں مراتب اور درجات کے لحاظ سے ہیں اور ان میں ایک دروازہ روزہ داروں کے لیئے مخصوص ہے۔ اور یہ دروازہ باب ریان ہوگا۔ ریان کا لفظ ریّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی بہت سیراب کرنے والا ہے۔ یعنی روزہ دار جب اس دروازہ سے جنت میں داخل ہوں تو ان کے لیئے طرح طرح کی بے شمار کھانے پینے کی نعمتیں ہوں گی اور یہ علاقہ جنت میں خوبصورت انداز سے سجایا جائے گا جو صرف روزہ داروں کے استقبال کے لیئے ہی ہوگا۔ اور اس

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

علاوہ خصوصی مہمان نوازی کے بعد روزہ دار اپنے مقررہ درجات اور مقامات کی طرف چلے جائیں جو ان کے لئے مقرر کئے ہوں گے۔ اور باب ریان سے داخل ہونے میں جو آسانی اور فرحت روزہ دار محسوس کریں گے وہ کوئی بے روز محسوس نہیں کر سکتا۔

جنت میں داخل ہونے کے لئے باب ریان سے مراد انسانی اعمال نیکی اور وہ عمل روزہ رکھنا ہے جس کی بنا پر انسان جنت میں داخل ہو گا۔

۱۳۔ شیاطین کا جکڑا جانا

ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ سرکش شیطان کے گلے میں طوق ڈال دیا جاتا ہے۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور وہ انسان سے ہر وہ برا کام کروانے کی کوشش کرتا ہے جو انسان کو اللہ سے دور کرے ابلیس شیطانیت کا مظہر ہے اور وہ انسان دشمنی میں اکیلا نہیں بلکہ رداح خبیثہ سے ایک گروہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہے جسے شیاطین کے اس گروہ کو اتنی طاقت حاصل ہے کہ وہ بیک وقت دنیا میں ہر انسان کو دین حق سے غافل کرنے کے لئے پورا زور لگاتا ہے انسانی نفس اور خواہشات پر قبضہ کر کے انسان کو راہ حق سے گمراہ کرنا اس کا سب سے بڑا حربہ ہے۔ رمضان المبارک کی اتنی فضیلت ہے کہ رمضان کے مہینہ میں شیاطین کے گروہ کو حقیقی معنوں میں اپنے افعال پر پابند کر دیا جاتا ہے تاکہ انسانوں سے برائی سرزد نہ ہو۔ یہ اللہ تعالےٰ کی خاص عنایت ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات بابرکات ہر ممکن طور پر انسان کو موقعہ فراہم

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

رنی ہے۔ کہ وہ اسے یاد کرے اور اس کی عبادت کرے۔ بعض لوگ یہ نقطہ چینی کرتے ہیں کہ اگر برائی کا مظہر شیاطین ہی ہیں تو رمضان المبارک میں جو برائیاں سرزد ہوتی ہیں۔ پھر وہ کیوں ہوتی ہیں۔ حالانکہ احادیث کے مطابق جب شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے تو رمضان المبارک میں رتی بھر بھی برائی نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن یاد رہے کہ شیاطین اگرچہ روزوں میں بند ہوتے ہیں لیکن شیطانی اثرات جو نفوس خبیثہ کی عادات میں اثر انداز ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان کے زیر اثر لوگ برے کام خود بخود کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی برائی میں ملوث کرنے کی پوری جدوجہد کرتے ہیں۔ اس طرح رمضان کے مہینہ میں جو برائی ہوتی ہے وہ انسانی نفس امارہ جو شیطان کی آجگاہ ہے کہ ذریعہ ہوتی ہے۔

رمضان المبارک میں اللہ کی رحمت کا خاص نزول رہتا ہے جو عام دنوں میں نہیں ہوتا۔ اس رحمت خداوندی کے باعث اکثر لوگ گناہوں سے باز آ جاتے ہیں اور توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کرتے عبادت اور نیکیاں کرنے لگ جاتے ہیں۔ جو عام دنوں میں نہیں کرتے۔ پہلے ان کی نماز قائم نہ تھی مگر ماہِ رمضان میں نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ اس طرح وہ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر و فکر کرتے ہیں حالانکہ پہلے وہ ایسا نہیں کرتے تھے اس طرح مجموعی طور پر اکثر لوگ رمضان المبارک میں برے عمل چھوڑ دیتے ہیں جس وجہ سے ہر طرف نیک ماحول بن جاتا ہے۔ اس نیک ماحول کے باعث ہر برائی میں کمی ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ احادیث کے مطابق شیطاطین قید ہو جاتے ہیں جس وجہ سے برا ماحول مدھم پڑ جاتا ہے۔

دراصل انسان کے روح اور نفس میں رحمانی اور شیطانی اثرات قبول کرنے کی صفت پائی جاتی ہے۔ وہ لوگ جو صوفیا اور اللہ والوں کی صحبت میں رہتے

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

میں نیک اور صالحین کی محفلوں میں ان کا بیٹھنا اٹھنا رہتا ہے۔ ان کے نفس کی رحمانی صفت رمضان المبارک میں نیکی اور عبادت کی طرف مائل رہتی ہے اور جن لوگوں کا نفس بری صحبت اختیار کرنے کی وجہ سے صفات شیطانی کی آماجگاہ بنا ہوتا ہے وہ اس شیطانی اثرات کے باعث رمضان المبارک میں بھی برے کام کرنے سے باز نہیں آتے۔

۴۔ جہنم کے دروازوں کا بند ہونا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَّفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَّیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ کُلَّ لَیْلَةٍ۔

(ترمذی شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے شیطان اور سرکش جن قید کر دیئے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ ایک ندا کرنے والا پکارتا ہے اے خیر کے طلب کرنے والو متوجہ ہو اور اے شر کے طلب کرنے والے باز رہ اور اللہ کیلئے آگ سے آزاد ہونے والے ہیں، اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ابن ماجہ اور ترمذی میں روایت ہے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے۔ تو جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ اور منادی والا پکارتا ہے اے خیر طلب کرنے والے متوجہ ہو اور اے شر کے چاہنے والے باز رہ اور کچھ لوگ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔ امام احمد اور نسائی میں روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک میں دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں رمضان المبارک میں دوزخ کے دروازوں کے بند ہو جانے کے بارے میں مندرجہ بالا مختلف احادیث کے اقتباسات ہیں۔ جن کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ جب رمضان المبارک آتا ہے تو اس وقت جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں جہنم ایک بہت بڑا گڑھا ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے جس میں مختلف طبقات ہیں جہنم کی اصلیت لعنت کی علامت ہے اور روزوں میں دوزخ کے دروازوں کا بند کیا جانا اس طرف اشارہ ہے کہ رمضان المبارک میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے دنیا والوں کے لئے رحمت کی فضا کا نزول ہونا ہے اور روزہ رکھنا انتہائی سعادت مندی ہے۔ جس کے باعث انسان کے اعمال نامہ میں نیکیوں کے زیادہ ہونے سے گناہ کم ہوتے جاتے ہیں حتیٰ کہ نیکیوں کا بہت زیادہ ہو جانا روزہ دار کے لئے جہنم سے خلاصی کا سبب بنے گا۔ اور جہنم سے ایسا چھٹکارا روزہ دار کے لئے جہنم کے دروازے بند ہونے کے مترادف ہے۔

بہرکیف احادیث کے مندرجہ بالا الفاظ یعنی روزوں میں جہنم کے دروازوں کا بند ہو جانا رمضان المبارک میں روزہ رکھنے اور نیک عمل کرنے کی دعوت ہے

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اتنا زیادہ مجاہدہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ جب کہ آپؐ کی صحبت اور نگاہ التفات ہی سے انہیں تمام روحانی منازل طے ہو گئے تھے۔ لیکن جوں جوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہم دور ہوتے گئے تو معرفت الٰہیہ کے لیئے مجاہدہ ضروری قرار پایا کیوں کہ اس کے بغیر کام نہیں چلتا۔ چنانچہ صوفیا نے مسلسل روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ کیوں کہ آلودہ نفس بھوک برداشت کیئے بغیر پاکیزہ نہیں ہوتا اس لیئے بے شمار صوفیا ایسے گذرے ہیں۔ کہ انہوں نے سال ہا سال کے مسلسل روزے رکھے۔ لیکن بعض صوفیا نے نفلی روزے رکھنے کا بہتر اور سنت طریقہ ہی اختیار کرنے پر عمل کیا کہ ایک ماہ میں کچھ نفل روزے رکھ لیئے جائیں جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور میرے نزدیک بھی بہتر طریقہ یہی ہے کہ اس عمل کو اپنانا زیادہ اچھا ہے جو نبی کریمؐ کا ہے وہ صوفیا جو مسلسل کئی کئی سال تک روزے رکھتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صوم وصال سے منع کرنا از روئے ممانعت اور حرام نہ تھا۔ بلکہ ہمدردی کے طور پر تھا۔ اس لیئے مسلسل روزے رکھنا یا مسلسل کئی کئی دن تک روزہ رکھنا خلاف شرع نہیں بلکہ تقویٰ اور مجاہدہ کے اوپر کے درجہ میں شمار ہوتا ہے جو صرف اللہ کے مخصوص بندوں کے لیئے ہے اور عوام الناس کے لیئے نہیں کیوں کہ ان مخصوص بندوں اور مردانِ کامل کا روزہ بعض اوقات از رد نے آزمائش بھی ہوتا ہے جو محض رضائے الٰہی کی خاطر ہوتا ہے اور زہد و مجاہدہ میں ارباب طریقت کے لیئے ایسا کرنا بالکل درست اور جائز ہے بلکہ صوم وصال اس حالت میں رکھنا کرامت ہے جبکہ کسی شرعی فرمان میں خلل نہ پڑتا ہو۔

میں نے ایک مرتبہ ایک بزرگ سے ملاقات کی جو بارہ سال سے مسلسل

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

روزہ رکھ رہے تھے اور ان کے روزہ کا طریقہ یہ تھا کہ سحری کے وقت بالکل ہلکی غذا عموماً ساگو دانہ کی کھیر یا کوئی معمولی سی خوراک وغیرہ کھا لیتے اور پھر دن اور رات گزارتے یعنی آٹھ پہر کے بعد سحری کے وقت ہی روزہ افطار کر کے دوبارہ روزہ رکھ لیتے۔ یہ ان کا حال تھا۔

ایسے ہی ایک اور سید صاحب تھے انہوں نے بھی بارہ سال کے مسلسل روزے رکھے۔ وہ سحری کے وقت روزہ رکھ کر شام کو افطار کر لیا کرتے تھے۔

بعض صوفیا دو دن کے بعد روزہ افطار کرتے ہیں اور بعض کئی کئی دن کے بعد روزہ افطار کرتے ہیں۔ حضرت سہیل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ہر پندرہ دن کے بعد ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے۔ اور جب رمضان آتا عید الفطر تک کچھ نہ کھاتے اس کے باوجود روزانہ رات میں چار سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ حضرت داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ حال انسان کی امکانی طاقت سے باہر ہے اللہ تعالیٰ کے مشرب کے بغیر ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ایسا اللہ کی تائید کے بغیر ممکن نہیں کیوں کہ کسی کے لئے دنیاوی نعمت غذا ہوتی ہے اور کسی کے لئے تائید الٰہی غذا ہوتی ہے۔

میرے رہنمائے محترم قبلہ حاجی انور اختر صاحب نے بھی عرصہ پانچ سال کا بیشتر حصہ نفلی روزوں میں گزارا۔ ان کی سحری و افطاری اللہ تعالیٰ کے خصوصی حکم کا ایک مخصوص حصہ تھا۔ جو آزمائش رزق کے ساتھ بھی تعلق رکھتا تھا۔ رحمتِ خداوندی کا بھر پور وقت تھا۔ جب اسرار ربانی ان پر منکشف ہوئے۔ جو استقامتِ ایمان اور صبر جمیل کا باعث بنا۔

بعض مشائخ طریقت اور فقرائے حق چالیس دن کا روزہ بھی رکھتے ہیں۔ اس سے انہیں معرفت اور درجات ولایت کا حصول ہوتا ہے۔ اس کے بارے

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

میں حضرت داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ مشائخ طریقت کی چلہ کشی کی اصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال سے متعلق ہے کیوں کہ انہوں نے بوقت مکالمہ پہلے چالیس روز تک چلہ کشی کی اور مسلسل روزہ رکھا۔ اور یہ صحیح ہے کہ مشائخ جب چاہتے ہیں کہ باطن میں رب العزت سے ہم کلام ہوں۔ تو وہ چالیس روز کا روزہ رکھ لیتے ہیں اور جب تیس دن گزر جاتے ہیں۔ تو مسواک کرتے ہیں اس کے بعد دس روز مزید گزارتے ہیں بلا شک وشبہ اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ باطنی طور پر ہم کلام ہوتا ہے اس لیئے انبیاء علیہم السلام کے لیئے جو کچھ ظاہری طور پر جائز ہوتا ہے وہ سب اولیاء پر باطنی طور جائز ہوتا ہے۔ لہٰذا حق تعالےٰ کے کلام کی سماعت جب تک طبیعت اپنے حال پر ہو جائز نہیں۔ اس لیئے صوفیا چالیس روز تک کھانا پینا ترک کر کے نفس کو مغلوب کرتے ہیں تاکہ لطائفِ روح اور محبت کی صفائی کے لیئے کامل ولایت حاصل ہو جائے۔

اہل دانش حضرات صوفیا کے مسلسل کئی کئی ماہ کے روزہ کو ایک زبانی کہاوت تصور کرتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے کبھی ایسا بیان کیا جائے کہ فلاں بزرگ نے سوا ماہ یا دو تین ماہ کا مسلسل روزہ رکھا تو وہ صوفیا ایسے عمل پر غور کیئے بغیر ہی کہہ دیتے ہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیوں کہ اطبار اور ڈاکٹروں کے مشاہدہ کے مطابق ایک بھوکا انسان صرف چالیس روز تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اور ایسا بھی مشکل ہی ہوتا ہے۔ بالکل بعض لوگ تو چند روز کی بھوک پیاس کے بعد اس دنیا کو خیرباد کہہ جاتے ہیں۔ لیکن صوفیا کے مسلسل کئی ماہ کے روزہ میں اللہ کی مدد شاملِ حال ہوتی ہے جس کے سامنے انسانی عقل ہیچ ہے میرے محترم رہنما جناب انوراختر کے حقیقی بھائی نے بھی ایک مرتبہ شدید

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

گرمیوں کے موسم میں روزہ رکھ لیا۔ اور ان کا تین ماہ سے زائد دنوں تک کچھ کھائے پیئے بغیر روزہ جاری رہا۔ ذرا اندازہ کیجئے یہ ۹۳ دن کا روزہ جون جولائی اور اگست کے تپتے مہینوں کا تھا۔ جب کہ گرمی کے دنوں میں انسان کئی مرتبہ پانی پیتا ہے۔ اس گرمی کی شدت میں ۹۳ دن تک ایک پانی کی بوند بھی جس کے اندر نہ جائے تو وہ کیسے زندہ رہا یہ خاص اللہ کا کرم تھا کہ انہوں نے تین ماہ سے زائد دنوں تک روزہ رکھا اگرچہ اس عرصہ کے دوران جسمانی کمزوری لاحق ہوئی مگر کچھ عرصہ میں یہ کمزوری رحمت خداوندی سے دور ہو گئی اور جسمانی طاقت بالکل بحال ہو گئی۔

نفلی روزے خواہ شرعی طریقہ سے رکھے یا مسلسل رکھے اس کا مقصد صرف اللہ کی ذات کو راضی کرنا ہی ہوتا ہے اور اس نیت سے روزہ دار کو جو اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی عنایات سے نوازتا ہے اسے اللہ اور اس کا بندہ ہی جانتا ہے۔ جس پر خاص رحمت ہوتی ہے۔

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہمیں دین اسلام ملا۔ قرآن ملا ایمان ملا۔ تحفہ معراج ملا۔ روزہ ملا گویا کہ مکمل ضابطہ حیات ملا پھر تقاضا ایمان ہے کہ ہمارا ہر عمل اور قول وفعل اسوۂ رسول کی تقلید میں ہو۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل ہمارے لئے نمونہ ہے۔

۲ھ میں جب روزے فرض ہوئے اور قرآن پاک میں روزے رکھنے کا حکم ہوا۔ تو اس سال رمضان المبارک کے مہینے کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے روزے رکھ کر جہاد کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی فرضیت سے لے کر سالِ وصال تک بڑے اہتمام کے ساتھ روزے رکھے آپؐ کی حیات میں جتنے روزے بھی آئے وہ گرمیوں کے موسم ہی کے تھے۔ رمضان المبارک میں آپ خصوصی عبادت کرتے اور رات دن اللہ کے حضور میں رہتے روزہ رکھنے میں آپ کا معمول یہ تھا۔ کہ سحری کے وقت نماز تہجد سے فارغ ہونے کے بعد انتہائی قلیل غذا تناول فرماتے اور پھر نہ سوتے اور عموماً اپنے حجرہ مبارک سے نکل کر مسجد نبوی میں آجاتے اتنے میں اذان کا اہتمام ہوتا۔ اور کچھ دیر کے بعد آپ کی امامت میں فجر کی نماز پڑھی جاتی۔ نماز فجر کے بعد آپؐ عالم محویت میں بیٹھے رہتے۔ حتیٰ کہ اچھی طرح دھوپ نکل آتی نفلی نماز اشتراق ادا کرتے اس کے بعد مسجد سے حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے اور کچھ وقت کے لئے سو جاتے پھر نصف النہار سے قبل نماز چاشت ادا کرتے پھر نماز ظہر تک دنیاوی امور سرانجام دیتے نماز ظہر ادا کرنے کے بعد بعض اوقات تھوڑا سا آرام فرماتے اور پھر بیدار ہو کر تلاوت کلام پاک فرماتے ہیں۔ جب عصر کا وقت ہو جاتا تو نماز عصر ادا فرماتے۔ نماز عصر کے بعد کبھی آپ

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے اور کبھی مسجد نبوی ہی میں رہتے۔ ایسے ہی افطاری کبھی کبھار گھر پر فرماتے اور عموماً مسجد میں روزہ افطار کرتے نماز مغرب کے ساتھ ہی نماز اوابین کے نوافل ادا فرماتے اور پھر گھر پر کھانا تناول فرماتے۔

نماز عشاء مسجد میں ادا کرنے کے بعد نماز تراویح کا کبھی مسجد میں اور کبھی اپنے گھر پر اہتمام کیا اور کافی رات تک اللہ کے حضور قیام فرماتے اسی لئے آپ نے روزوں میں قیام الیل پر زور دیا ہے۔

رمضان المبارک میں آپؐ اعتکاف کیا کرتے تھے جب آپؐ اعتکاف میں ہوتے تو ان معمولات میں تھوڑی سی تبدیلی ہو جاتی۔ لیکن اعتکاف میں ہوتے ہوئے بھی آپ امامت کرواتے تھے اعتکاف میں رات کو آپ یاد الٰہی میں بہت محو رہتے تھے۔ رات شب بیداری میں گزارتے تھے اور کبھی نیند کا غلبہ ہوتا تو پل بھر آنکھ لگا لیتے۔

فرضی روزوں کے علاوہ آپ عموماً نفلی روزے بھی رکھا کرتے تھے۔ اور احادیث کی کتب میں آپ کے نفلی روزوں کے بارے میں اکثر روایات ہیں۔ ایک صحابی نے حضرت عائشہؓ سے حضور کے روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متواتر روزے رکھتے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ میں افطار ہی نہیں فرمائیں گے اور کبھی ایسا مسلسل افطار فرماتے ہمارا خیال یہ ہوتا کہ اس ماہ میں روزہ نہیں رکھیں گے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا کہ عادتِ شریفہ اس میں مختلف تھی کسی ماہ میں تو اتنی کثرت سے روزے رکھتے تھے جس سے یہ خیال ہو جاتا کہ اس میں افطار فرمانے کا ارادہ ہی نہیں اور کسی ماہ میں ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے کہ ہم سمجھتے

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کہ اس ماہ میں آپؐ کا روزہ کا ارادہ ہی نہیں ہے ۔ آپ کی عادتِ شریفہ یہ بھی تھی کہ اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہو ۔ تو یہ بھی مل جاتا اور اگر نماز پڑھتا ہُوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی میسر آجاتا (شمائل ترمذی)

ان احادیث سے یہ معلوم ہُوا کہ آپؐ رمضان المبارک کا پورا مہینہ روزے رکھنے کے علاوہ بھی نفلی روزے رکھا کرتے تھے یوں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر شب و روز اطاعت خداوندی کا آئینہ ہے لیکن رمضان المبارک میں آپؐ کا لمحہ لمحہ اللہ کے حضور میں گزرتا ۔ اطاعت اور عبادت میں جتنی کثرت اور عجز و انکساری آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے نہ کسی نے آج تک کی ہے اور نہ کوئی کر سکے گا ۔

وہ زمانہ اور ماحول کتنا پر کیف تھا جب کہ فیضان رسالت سے لوگوں کے دل منور ہو چکے تھے صحابہ کرامؓ عشقِ مصطفٰے سے سرشار تھے مدینے کی گلیاں نور ہدایت سے جگمگا اٹھیں ۔ مسجد نبوی کی محفل میں انوارات الٰہیہ خیمہ زن ہو چکے تھے ۔ رمضان المبارک کا مہینہ آتا ، مسلمانوں کا دل باغ باغ ہو جاتا ۔ مصطفٰے کے دیوانے مسجد نبوی میں امڈ آتے رحمتوں کی بہار پورے شباب پر ہوتی ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود روزہ دار ہوتے اور مسلمانوں کی حرارتِ ایمان تازہ ہوتی ۔ اور اللہ کے بندے اپنے اللہ کو خوب پکارتے تاکہ اللہ ان سے راضی ہو جائے قرآن شاہد ہے کہ اللہ ان سے راضی ہُوا

روزہ جس طرح مسلمان کو رکھنا چاہیئے اس کا پورا حق تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے ادا کیا ہے اور آپؐ کے روزوں سے راضی ہُوا ۔ اے مسلم ! مقامِ غور ہے کہ ہمیں بھی ویسے ہی صبر و ضبط اور جوش ایمان سے روزہ رکھنا چاہیئے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے ۔ صحابہ کرامؓ رمضان المبارک کی راتوں میں اللہ کے حضور میں گریہ زار ہوتے ان کی

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔ ان کی عجز و انکساری کا یہ عالم تھا کہ تاریخ مثالیں دینے سے قاصر ہے حالانکہ عاشقانِ مصطفےٰ تو وہ تھے۔ جنہیں اللہ تعالےٰ نے حیاتی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ لیکن بندگی کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ اللہ کے حضور سجدہ ریز رہا جائے۔ اور اس کی رحمت کا طلبگار بنا رہے۔

یاد رہے کہ مسلمان کا ایمان اتنی دیر تک پختہ اور کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کے دل میں سرورِ کائناتؐ کی محبت ماں باپ اولاد اور مال و زر سے زیادہ نہ ہو اور اس محبت کا تقاضا ہے کہ ہم بھی اسی طرح روزے رکھیں جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے۔ لیکن یہ ناقص العمل مسلمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہے اور روزہ کے گراں قدر تحفہ کی لذت سے آشنا نہیں۔ جو امت مسلمہ کو دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ شیطان کے دامن کا اسیر ہے جو انسان کو لذت آشنائی کی طرف آنے نہیں دیتا۔

وہ ائمہ جن کے روزے معاشرہ کے لیئے مثال ہونے چاہیں۔ جن کے زہد و تقویٰ اور ریاضت کے چرچے ہونے چاہیں۔ جن کی نگاہ کیمیا اثر ہونی چاہیئے۔ جن کی دعا بارگاہ رب العزت میں مستجاب ہونی چاہیئے۔ جن کا ایمان قرونِ اولیٰ کے مسلمان جیسا ہونا چاہیئے۔ جن کی محبت میں سوز صدیقؓ اور زہد و فائے حضرت بلالؓ ہونی چاہیے جن کا روزہ صبر کا آئینہ ہونا چاہیئے جنہیں جذبہ اطاعت سے معمور ہونا چاہیئے۔ جنہیں عشقِ مصطفےٰ کا گدا ہونا چاہیئے۔ جن کی امامت میں فقیری، جن کے زہد میں تقویٰ، جن کے عمل میں عاجزی، جن کے صدقہ جذبہ ایثار جن کی مسلمانی میں اکملیت ہونی چاہیئے۔ لیکن ہمارے علماء اکرام کے اعمال عجز سے خالی ہیں ان کے روزے زہد و تقویٰ کے محتاج ہیں۔ ان کا نفس صبر کا عادی نہیں۔ ان کا کردار سراسر بناوٹی ہے۔ ان کا دل عشق مصطفےٰ

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

سے لبریز نہیں ان کی زبان گفتار کی غازی ہے لیکن ان کا تن کردار کا غازی نہیں ان کا ذوق حق کا عادی نہیں۔ ان کی عادات خصائل طیبہ سے خالی ہیں۔ ان کے وعظ بے معنی اور بے اثر ہیں۔ ان کے مزاج میں امامت کی انا ہے۔ ان کی علمیت میں غرور ہے۔ عجز و انکساری نہیں۔ ان کے اخلاق میں حاکمیت ہے بندہ نوازی نہیں۔ ان کے قول میں مکر و فریب ہے صداقت نہیں۔ اے میرے دوست اپنے من کی دنیا کو جھوٹی کر و فر سے پاک کر اور اپنے روزے میں وہ اوصاف پیدا کر کہ وقت افطار اللہ تیرے روزہ پر راضی ہو کر تیری دعا قبول فرمائے اور انعام و کرام کے لئے تیرے مرضی طلب کرے۔ اللہ تعالے ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے روزے رکھنے کی توفیق دے۔ (آمین)

ہمارے سامنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں روزہ رکھنے والے ولی اللہ اور صوفیا موجود ہیں جن کا لمحہ لمحہ یاد الٰہی میں ڈوبا ہوتا ہے جن کے روزہ میں عجز و نیاز ہوتا ہے۔ لہذا ایسے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کر کے رحمت ایزدی کے فیوض و برکات حاصل کرنے چاہئیں اور روزہ رکھ کر روزے کے آداب کو پورا کرنا چاہیئے۔

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

فوائد الصوم

اسلام کی ہر عبادت کا منشار رضائے الٰہی ہے اور رضائے الٰہی بندگی اور اطاعت سے حاصل ہوتی ہے بندگی اور اطاعت کے لئے دو قسم کے حقوق کی ادائیگی انسان کے ذمہ لگائی گئی ہے یہ دونوں حقوق یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں ان دونوں قسم کے حقوق کو قرآن اور سنت کے مطابق سر انجام دینا سراسر عبادت ہے۔ چنانچہ اسلامی عبادات انسان کو ایک طرف تو اللہ کی بندگی اور اطاعت سے سرفراز کرتی ہیں جس مقصد کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ دوسری ان اسلامی عبادات کے ذریعہ انسان میں بہت سے نیک خصائل اور اوصاف پیدا ہوتے ہیں جن کی بنا پر انسان ایک اکمل انسان بنتا ہے انہی عبادات کی بدولت انسان کو بے شمار فوائد بھی حاصل ہوتے روزہ ان تمام عبادات میں سے اجر کے لحاظ سے انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے روزہ سے انسان کو ایک طرف تو رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے اور دوسری طرف لاتعداد فوائد حاصل ہونے جو کہ روزہ کی بدولت بندہ میں پیدا ہوتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ **استقامت ایمان** روزہ سے ایمان بالغیب کے بنیادی عقیدہ میں استحکام پیدا ہوتا ہے اگرچہ ہر انسان اپنی طبعی آنکھوں سے رب قدوس کو نہیں دیکھ پاتا۔ کائنات کے ذرے ذرے میں اللہ کی حکمتوں

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

سے انسان اللہ تعالے کی ذات اور موجودگی کا اقرار کرتا ہے اور اللہ کو دیکھے بغیر اس پر ایمان لاتا ہے۔ روزہ دراصل اسی ایمان بالغیب میں استقامت پیدا کرتا ہے اور اس عقیدے کو مضبوط تر بنا دیتا ہے۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ جو شخص روزہ رکھ لیتا ہے وہ دوسروں کی آنکھوں سے اوجھل چوری چھپے بالکل نہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے سخت گرمی میں جب کہ پیاس ناک میں دم کر دیتی ہے تو ایک قطرہ بھی پانی کا حلق میں نہیں ڈالتا۔ ایسے ہی شدید بھوک کی حالت میں بھی کوئی چیز کھانے کا ارادہ نہیں کرتا وہ انسان ایمان بالغیب کی بنا پر تہہ خانے کے اندر جہاں اسے اللہ کے سوا کوئی دیکھ نہیں رہا ہوتا۔ وہاں بھی اللہ کے خوف کے باعث نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے اور نہ اپنی عورت سے نفسانی پیاس بجھاتا ہے۔ بلکہ اس کے دل میں ارادہ تک پیدا نہیں ہوتا کہ وہ روزہ کے آداب کے خلاف کچھ کرے۔

روزہ دار کا اللہ تعالے پر اس قدر پختہ ایمان ہوتا ہے کہ وہ خیال کرتا ہے کہ وہ روزہ میں کوئی روزہ توڑنے والا کام یا کوئی حرکت کرے بھی تو اللہ سے نہیں چھپ سکتا کیوں کہ ہر انسان کا ہر فعل اللہ کی نظر میں ہوتا ہے اس لئے روزہ دار پر اللہ کا خوف اس درجہ تک طاری ہوتا ہے کہ وہ روزہ میں بڑی سے بڑی تکلیف برداشت کر لیتا ہے مگر اس سے ڈرتا ہے کہ دنیا کی نظروں سے چھپ کر یا دنیا کے سامنے ایسا کام نہ کرے جو اس کے روزے کو توڑنے والا ہو۔ خوف خدا کے تحت اس کے عقیدہ آخرت یعنی روز آخر جزا سزا جنت دوزخ قیامت موت برزخ کے بارے میں کوئی شک پیدا نہیں ہوتا کہ میں تو روزہ رکھ کر خواہ مخواہ بھوکا مر رہا ہوں اور کیا معلوم کہ آخر ہو گی یا نہیں۔ بلکہ روزہ کی بدولت ایمان بالغیب بہت مضبوط ہو جاتا ہے

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کیوں کہ انسان ہر وقت یہ خیال کرنے لگ جاتا ہے کہ اللہ اس کا نگران ہے اور اس کے ہر قول و فعل کو دیکھتا ہے مگر دیکھنے میں آتا ہے کہ آج روزہ رکھتے ہوئے بھی مسلمانوں کے ایمان بہت کمزور ہیں۔ صرف روزہ میں تو اپنے آپ پر انسان اللہ کا خوف طاری کر لیتا ہے اور اس کے احکام کی پابندی کر لیتا ہے مگر جوں ہی رمضان المبارک گزرتا ہے تو اس کے دل سے خوف خدا اڑ جاتا ہے۔ اور دنیا کے ہر برے فعل کو اپنا لیتا ہے۔ روزہ رکھنے کے باوجود ایمان کا اس طرح کمزور ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ہمارے روزہ رکھنے میں بہت سی خامیاں ہیں جو انسان میں صحیح ایمانی قوت کو بیدار رکھنے میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں۔

روزے کا ایمانی فائدہ یہ بھی ہے کہ روزہ کی پابندی سے اطاعت رسول کا جذبہ بھی بیدار رہتا ہے کیوں کہ روزہ متابعت رسول میں ادا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ رسالت پر بھی روزہ دار کا ایمان پختہ ہو جاتا ہے۔

روزہ اور تقویٰ

روزے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان میں تقویٰ پیدا کرتا ہے کیوں کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ روزے رکھو تا کہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ کرنے والوں کو بے حد پسند فرماتا ہے۔

تقویٰ سے مراد ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اس کے راستے پر چلے اور اللہ پر بھروسہ کرے روزہ سے انسان میں حد درجہ کا تقویٰ پیدا ہوتا ہے کیوں کہ روزہ دار روزہ کو فاسد کرنے والی باتوں سے بچتا ہے۔ روزہ دار ایسے افعال سے بھی بچتا ہے جو روزہ کو توڑ دیں اور ایسے کاموں سے بھی بچتا ہے جن میں گناہ ہو۔ گویا کہ روزہ دار ہر اس چیز سے پرہیز

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اختیار کرتا ہے جو روزہ شکن ہوتی ہے پھر یہاں تک ہی نہیں ٹھہرتا بلکہ اخلاقی رذائل سے بھی پرہیز کرتا ہے اور اللہ سے خوف کھاتا ہے کہ کہیں زیا غیبت جھوٹ بے ایمانی اور دوسری اخلاقی برائیوں میں پھنس کر روزہ کے اجر میں کمی نہ ہو جائے یا اللہ کے حضور روزہ قبول ہی نہ ہو۔ چنانچہ روزے سے انسان کو وہ تقویٰ حاصل ہوتا ہے جو اللہ کے بندگان خاص میں ہوتا ہے۔ اسی تقویٰ کی بدولت سالکان طریقت اور حقیقت کو قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ جتنا کوئی تقویٰ میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اتنا ہی اس کو اللہ کا قرب زیادہ حاصل ہوتا جاتا ہے۔

روزہ سے حصول تقویٰ کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تقویٰ صرف ان حالات میں حاصل ہوتا ہے جبکہ روزہ کو تمام شرعی ضوابط کے تحت پورا کیا جائے۔ اگر انسان صرف روزہ رکھ کر کھانے پینے سے تو پرہیز کرے لیکن باقی تمام برائیوں کو سرانجام دیتا جائے تو ایسا کرنے سے روزہ سے تقویٰ حاصل نہیں ہوگا۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ روزہ دار جتنا اللہ کی رضا کو مدنظر رکھ کر روزہ پورے احترام اور لوازمات کے ساتھ نبھائے گا اتنا ہی زیادہ متقی بنے گا۔

روزہ اور حصول شکر

اللہ تعالےٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان نعمتوں پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنا انسان کا اولین فریضہ ہے۔ اور جو اللہ کے ہر حال میں شکر گزار بندے بنتے ہیں تو اللہ انہیں اور زیادہ نعمتیں عطا فرماتا ہے اور شکر کا یہ وصف ہمیں روزہ سے حاصل ہوتا ہے۔

انسانی فطرت کا ایک خاصہ یہ ہے کہ جو چیز اس کو بڑی جدوجہد محنت و

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

مشقت اور تکالیف اٹھانے کے بعد حاصل ہو۔ اس کی بہت زیادہ قدر کرتا ہے اور اس پر اللہ کی ذات کا شکر گذار ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے وہ چیز اسے حاصل ہوئی۔ بعینہٖ تمام دن کا روزہ رکھنے کے بعد شام کو افطار کے وقت جب کہ اس کی بھوک اور پیاس شدت کو پہنچ چکی ہوتی ہے۔ اور سارا دن کھانا پینا چھوڑنے سے اس کی طبیعت نڈھال ہوئی ہوتی ہے۔ تو روزہ کی افطاری سے جب اسے اللہ کی نعمتیں کھانے کو ملتی ہیں تو بے اختیار انسان کے دل میں اللہ تعالےٰ کی شکر گزاری کا جذبہ ابھرتا ہے پس روزہ شکر کی حقیقت اور لذت میں اضافہ کرتا ہے اور اللہ کا شکر گزار بندہ بنانے کے لئے نہایت ہی اکسیر ہے۔

روزہ حصول اخلاص کا ذریعہ ہے

دینی اور دُنیوی اعمال و افعال میں اخلاص کا ہونا بہت ضروری ہے اور خاص کر اسلامی عبادات میں اخلاصِ نیت لازمی جُزو ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اخلاص کو بہت پسند کیا ہے اور اللہ نے خود بھی حکم دیا ہے۔ کہ عبادت خلوص سے کرو۔ اور یہ وصف ہمیں روزہ سے حاصل ہوتا ہے۔ کیوں کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو دوسروں کو بتائے بغیر معلوم نہیں ہوتی۔ لہذا روزہ صرف اللہ تعالےٰ کی رضا کے پیش نظر رکھا جاتا ہے جس سے روزہ دار کی نیت میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ غرضیکہ روزہ روزہ دار کو عادی بناتا ہے کہ اس کا کوئی عمل دوسروں کے دکھاوا کے لئے نہ ہو بلکہ انسان کی ہر عبادت اور عمل صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے پیش نظر ہو اور یہ اخلاص انسان کی اخلاقی اور روحانی درجات میں بلندی کا باعث بنتا ہے۔

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

روزہ اور صبر

صبر وہ دولت ہے جس سے انسان میں استقامت پیدا ہوتی ہے اور یہ ایک ایسا سہارا ہے جو انسان کو منزل کی طرف پہنچانے میں انتہائی مددگار اور معاون ثابت ہوتا ہے مصائب و آلام انسانی زندگی کا ایک لازمی جز ہیں اور ہر انسان کو ان سے واسطہ پڑتا ہے چنانچہ مصائب و آلام اور مشکل وقت میں وہی لوگ پورے اترتے ہیں جو رحمت خداوندی کے بھروسے پر صبر سے مشکلات کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور بالآخر صبر کی بنا پر وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اور انسان میں صبر کی عبادت پیدا کرنے کے لئے روزہ نہایت ہی اہم ذریعہ ہے۔

روزہ میں انسان ایک معینہ وقت کے لئے ہر چیز سے صبر کرتا ہے بھوک پیاس اسے تنگ کرتی ہے مگر وہ صبر کر کے کھاتا پیتا نہیں اور لذائذ کے ترک کرنے پر اسے صبر آزما گھڑی سے گزرنا پڑتا ہے اور خاص کر اللہ کے خاص بندوں کو بے پناہ صبر کی منازل سے گزرنا پڑتا ہے اور صبر کی ابتدائی تربیت ان کو روزہ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

جذبہ اطاعت

روزہ انسان میں اطاعت کی خوبھی پیدا کرتا ہے اور یہ اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی ہوتی ہے سال بھر میں ایک مہینے کی مکمل شریعت اسلامیہ پر اتباع کے بعد انسان اس بات کا عادی ہو جاتا ہے کہ وہ سال تک احکام شریعہ کی پابندی کر سکے اور آئندہ سال پھر جب ایک مہینے کی تربیت کا اعادہ ہو جائے تو انسان میں اطاعت خداوندی کا جذبہ تازہ بتازہ رہتا ہے اور روزہ کی تربیت سے انسان اطاعت میں ڈھیلا اور سست نہیں پڑتا۔

صبح کے وقت انسان کا روزہ رکھنے کے لئے بیدار ہونا اور پھر اللہ کے حکم سے سحری کے وقت کھانا پینا پھر نماز فجر ادا کر کے کاموں میں مصروف

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

ہو جانا پھر کام کاج کے ساتھ ساتھ نمازوں کی پابندی کرنا۔ شام کے وقت افطاری کرنا پھر تھوڑا سا آرام کر کے نمازِ تراویح بجالانا روزہ دار کے لیے اطاعت کی تربیت ہے گویا اس طرح انسان میں وقت کی پابندی اللہ کے احکامات کی اطاعت قواعد و ضوابط کی پابندی کی عادت پڑتی ہے جو انسانی زندگی کے دوسرے شعبوں میں عملی طور پر کام آتی ہے۔

مجاہدانہ اوصاف

روزہ کے ذریعہ انسان میں مجاہدانہ اوصاف بھی پیدا ہوتے ہیں۔ ہر مسلمان اللہ کا مجاہد ہے اور اللہ کے مجاہدوں کو دشمنانِ دین کے خلاف ہر وقت چوکس رہنا پڑتا ہے کیوں کہ حق اور باطل کا جھگڑا آغاز انسانیت ہی سے جاری ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ نیکی بدی کے ساتھ سچ جھوٹ کے ساتھ اسلام کفر کے ساتھ ہمیشہ ٹکراتا رہے گا۔ کفر اور اسلام کی اس لامتناعی جنگ میں مسلمان کو حصہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان مجاہدانہ اوصاف کا مالک ہو۔ کیوں کہ مجاہد کو میدان جنگ میں بے شمار مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے انتہائی کٹھن مراحل طے کرنے پڑتے ہیں کئی کئی دن فاقہ آجاتا ہے۔ یعنی دشمنوں کے زیر نگین روٹی پانی میسر نہیں آتا۔ ازدواجی زندگی کی لذت اور گھریلو سہولتوں سے محرومی غرضیکہ انسان کو دوران جنگ میں جو تکالیف اٹھانا پڑتی ہیں ان میں بھوک پیاس کو بڑا دخل ہوتا ہے اور جو شخص ان مصائب اور تکالیف کا عادی نہ ہو وہ جہاد کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام نہیں دے سکتا مگر روزہ سے دی جانے والی تربیت ان تمام مصائب پر قابو پانے کے لیے انسان کو عادی بنا دیتی ہے اور ایسی تربیت ہوتی ہے کہ انسان اپنے گھر ہی رہ کر تمام سختیوں کو برداشت کرنے کا متحمل ہو جاتا ہے اور روزہ کی بدولت مسلمانوں میں مجاہدانہ زندگی کے

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

مصائب کو برداشت کرنے کا جذبہ بیدار رہتا ہے اور یہ سب مجاہدانہ اوصاف روزہ کی بدولت حاصل ہوتے ہیں۔

اجتماعیت کسی ملک اور قوم کی روحانی اور مادی ترقی کے لئے پوری قوم کو اجتماعی قواعد وضوابط کا پابند بنانا اور قوم کی اعلیٰ تربیت پر مبنی ہوتا ہے اور روزہ اسلامی معاشرہ کی اجتماعی تربیت کا آئینہ دار ہے۔ ایک شخص کو الگ تربیت دینا کافی مشکل ہوتی ہے اور تمام کو یک بار تربیت دینے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔

انسان کی انفرادی زندگی اجتماعی طور پر معاشرہ میں جکڑی ہوتی ہے۔ اور اجتماعی زندگی میں ایک انسان کا تعلق دوسروں کے ساتھ بے شمار شعبوں میں ہوتا ہے۔ کہیں لین دین ہے کہیں کسی کی مدد کرنے کی ضرورت ہے اور کہیں کسی سے مدد لینے کی ضرورت ہے کہیں کسی پر حکم چلانے کی ضرورت درپیش ہے اور کہیں کسی کے احکامات کی اطاعت کی ضرورت درکار ہے۔ کہیں بھلائی اور نیکی میں دوسروں کی مدد کرنے کی ضرورت ہے۔ یعنی قدم قدم انسان کو اجتماعی ماحول کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور اسلام مسلمانوں میں ایک مثالی اجتماعی ماحول پیدا کرنے کا علمبردار ہے۔ اور اس مثالی اجتماعی ماحول کے پیدا کرنے کے لئے ہمیں روزہ سے بے شمار اجتماعی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

رمضان المبارک کا پورا مہینہ عبادت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان مل کر روزہ رکھیں اور روزہ کے آداب کی پابندی کریں اس طرح سے روزہ کے ذریعہ سے اجتماعی عبادت سرانجام پاتی ہیں اجتماعی عبادت کے سرانجام پانے سے تمام معاشرہ کو اجتماعی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان کے مہینہ میں اجتماعی نیکی اور پرہیزگاری سے ایمان افروز ماحول پیدا ہوتا ہے کہ ہر انسان کے دل میں خواہش ابھرتی ہے کہ وہ رمضان کے مہینہ زیادہ سے زیادہ نیکی کرے اور برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے کیوں کہ روزہ رکھ کر انسان جب گناہ کی طرف جاتا ہے تو اس کو ضمیر جھنجوڑتا ہے کہ برائی سے بچ۔ ہر ایک کے دل میں خود بخود خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ بھلائی اور نیکی کے کام کرے کسی غریب کی مدد کرے بھوکے کو کھلانا کھلائے۔ ننگے کو کپڑا پہنائے مصیبت زدہ کی مدد کرے۔ حتیٰ کہ ہر قسم کے نیک کام میں حصہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کہیں اگر بدی ہو رہی ہو تو رمضان المبارک کے مہینے میں روزہ دار مل کر اس بدی کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ برائی ختم ہو اور نیکی کے ماحول میں اضافہ ہو۔ جیسا کہ موسم بہار میں پھولوں کی بہار آتی ہے۔ ترو تازگی پیدا ہوتی ہے ویسے رمضان میں نیکیوں کی بہار امڈ آتی ہے اور بھلائی اپنا جوبن دکھاتے ہوئے دعوت دیتی ہے کہ مسلمان مل کر اجتماعی ماحول میں اللہ کی رضا کا خواں ہو۔

روزہ کے جسمانی فوائد

روزہ ایک ایسی فرضی عبادت ہے جس سے ثواب کے علاوہ جسمانی فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے انسانی صحت کی بحالی کے لئے روزہ اکسیر ہے۔ روزہ میں قدرتی شفا ہے۔ روزہ جسم کی مادی کثافتوں کا تنقیہ کرنے کے لئے ایک لاجواب چیز ہے۔ کیونکہ اللہ نے روزہ میں ایسی حکمت اور تاثیر پیدا کر رکھی ہے جس سے جسمانی صفائی ہوتی ہے مسلسل روزے رکھنے سے بظاہر تو جسمانی نقاہت اور کمزوری ہوتی ہے لیکن قدرت اسی نقاہت کے ذریعہ جسم کا تزکیہ کر دیتی ہے اور روزے سے ہونے والی نقاہت اور کمزوری بھی بہت جلد امر الٰہیہ سے پوری ہو جاتی ہے۔ حکماء کا بیان کردہ یہ ایک مصدقہ اصول ہے کہ اکثر بیماریاں کھانے پینے کی کثرت

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

سے پیدا ہوتی ہیں کیونکہ بے تحاشہ خوراک کے استعمال سے انسانی جسم میں ردی فضلات پیدا ہوتے ہیں جو طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ روزہ کی وجہ سے قدرتی طور پر اخلاطِ فاسدہ اور ردی فضلات تحلیل ہو جاتے ہیں اور جسم بیماریوں کے شکار ہونے سے بچ جاتا ہے مقررہ وقت پر کھانا بھی صحت کی علامت ہے اور یہ مقصد بھی روزہ سے حاصل ہوتا ہے کیوں کہ روزہ میں انسان مقررہ وقت پر کھانے پینے کا عادی بن جاتا ہے۔ تجربے اور مشاہدے کی ایک بات یہ ہے۔ کہ کم کھانے اور بھوک کو برداشت کرنے سے انسانی دماغ پر خون کا دباؤ کم پڑتا ہے۔ حافظہ اور یادداشت اچھی طرح کام کرتے ہیں اور انسانی ذہن میں زیادہ دیر تک علم کو اپنے اندر محفوظ رکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

زاہدوں کے لئے بھوک و پیاس لاجواب ہے۔ عبادات کرنے کے لئے انسان کو کم کھانے کی ضرورت پیش ہوتی ہے تاکہ وضو زیادہ دیر تک قائم رہ سکے پھر بھوک برداشت کرنے پر ہر چیز زیادہ لذیذ معلوم ہوتی ہے بھوک پیاس برداشت کرنے کا شرعی طریقہ روزہ ہے اسطرح انسان جسمانی فسادوں سے محفوظ رہتا ہے۔

محمد بن یمانی نے چھ باتوں کا سوال چھ مقام پر کیا ہر جگہ سے ایک ہی جواب ملا پہلے انہوں نے اطباء سے سوال کیا کہ ایسی چیز بتلاؤ کہ جس میں بدن کی شفاء اور صحت کی حفاظت ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ کم کھانا اور بھوک ہے، پھر انہوں نے علماء سے پوچھا کہ حافظہ کی قوت کے لئے سب سے بہتر چیز بتلاؤ۔ جس سے علم ذہن میں محفوظ رہ سکے۔ انہوں نے جواب دیا وہ کم کھانا اور بھوک ہے۔ پھر زاہدوں سے سوال کیا کہ دنیا کی لذتیں

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

بے رغبتی پر کونسی چیز کار آمد ہے تو انہوں نے بھی جواب دیا کہ وہ کم کھانا اور بھوک ہے حکماء اور اہل دانش سے پوچھا کہ جو چیز عقل کو زیادہ کرتی ہے وہ کون سی ہے انہوں نے جواب دیا وہ کم کھانا اور بھوک ہے پھر عابدوں سے پوچھا کہ عبادت کی طرف مائل کرنے والی کون سی چیز ہے فرمایا کم کھانا اور بھوک ہے آخر میں سلاطین اور بادشاہوں سے پوچھا کہ وہ عمدہ اور بہتر شے کیا ہے جو کھانے کو لذیذ سے لذیذ تر بنا دے۔ کہا کہ وہ کم کھانا اور بھوک ہے۔ اکابر اہل دانش کے یہ بیانات سن کر محمد بن یمانی نے فیصلہ کیا کہ اس بھوک دیبایی کو روزہ جیسی محبوب عبادت کی شکل میں کیوں نہ اختیار کیا جائے چنانچہ وہ اکثر اوقات نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

رویت ھلال

اسلامی عبادات کے سلسلے میں تاریخوں کے تعین کے لئے قمری مہینے کو منتخب کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگ آپؐ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں ان کو جواب دیجئے کہ یہ حج اور لوگوں کی دیگر عبادات کیلئے وقت مقرر کرنے کے لئے ہے[1] چاند کا مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا اس لئے چاند کو دیکھ کر مہینے کے آغاز کا پتہ چلتا ہے اور اس کے دیکھنے کو رویت ہلال کہتے ہیں۔
ہر قمری مہینے کے آغاز میں مسلمانوں میں چاند کو دیکھنا سعادت سمجھا جاتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو دیکھنے کا حکم فرمایا کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود چاند دیکھ کر دعا پڑھا کرتے تھے اور وہ دعا یہ ہے۔ کہ
"اے اللہ اس چاند کو ہم پر امن و ایمان سلامتی اور اسلام کے ساتھ چمکا میرا اور تیرا رب اللہ ہے[2] چاند کو غروب آفتاب کے وقت دیکھا جائے۔ اور اگر دن کے وقت چاند نظر آجائے اور ایسا کبھی کبھار ہو جاتا ہے۔ تو وہ چاند آنے والی رات کا شمار ہوگا اور اگلے دن پہلی تاریخ ہوگی جس دن چاند نظر آئے اس دن پہلی تاریخ نہیں ہوتی لیکن بعض اسلامی ممالک میں جس دن چاند نظر آنا ہوتا ہے یکم تاریخ کہا جاتا ہے۔

---

[1] قرآن پاک پارہ ۲ رکوع ۸ [2] ترمذی

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

چاند دیکھ کر روزہ رکھو

رمضان المبارک کے آغاز اور اختتام کا فیصلہ رویت ہلال پر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو۔ روزہ رکھنا شروع نہ کرو۔ اور جب تک (شوال کا) چاند نہ دیکھ لو افطار نہ کرو پھر اگر مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند تم کو نظر نہ آئے تو اس کا اندازہ کرو۔

دوسری روایت میں یہ ہے۔ کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے پس روزہ رکھنا شروع نہ کرو۔ جب تک رمضان کا ہلال نہ دیکھ لو پھر اگر مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ تم کو نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔ اس حدیث سے ایک عام اصول وضع ہوتا ہے کہ جب تک چاند کو دیکھ نہ لیا جائے۔ اس وقت تک روزہ نہ رکھا جائے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر ایک کیلئے نئے چاند کو دیکھنا ضروری ہے۔ کیوں کہ پہاڑی علاقوں میں کئی جگہیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہاں چاند نظر آنے کے اسباب نظر نہیں آتے یا بعض اوقات شہروں میں اونچے اونچے مکانات کی وجہ سے ہر ایک کو چاند نظر نہیں آسکتا تو ان حالات میں یہ ہر ایک کے لئے ضروری نہیں کہ چاند دیکھے بلکہ فرمایا یہ ہے تم لوگ چاند کو دیکھو تو اس سے یہ مراد ہے کہ علاقہ کے عام لوگوں نے چاند دیکھ لیا ہو۔ تو پھر [illegible] ہر ایک چاند کو ضرور دیکھے بہرکیف چاند کو دیکھ کر رمضان المبارک [illegible] ے رکھنا سعادت مندی ہے۔ کیلنڈر کے حساب پر پورا اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ کہ شعبان ختم ہو رہا ہے۔ اور کل رمضان ہوگا۔ اور روزہ رکھ لیا جائے [illegible] تخمینہ ہے۔ جس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے رمضان کے آغاز کے لئے رویت ہلال ضروری ہے۔

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

چاند کی مخفیت

قمری مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا اور اس کا تعین چاند دیکھ کر ہوتا ہے رمضان المبارک عید الفطر اور عید الضحیٰ کے مہینے کو چاند دیکھے بغیر تعین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ چاند دیکھ کر روزوں کا آغاز کرو اور چاند دیکھ کر روزے ختم کرو پھر اگر چاند مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے تم سے چھپا رہے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

چاند اگر مطلع صاف ہونے سے مخفی رہ جائے تو اندازہ کر لینا چاہیئے مگر مندرجہ بالا حدیث میں یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ اگر شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کر لینے چاہییں۔

جدید زمانہ میں تو بے شمار قسم کے آلات اور دوربینیں ایجاد ہو گئی ہیں جن سے چاند بخوبی آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے حکومت وقت اگر سرکاری طور پر چاند کو آلات کے ذریعہ سے دیکھنے کا اہتمام کرتی ہے یا ملک کے ایک علاقے میں چاند نظر آجاتا ہے تو حکومت مناسب طریقے سے اس کا اعلان کرے تو بالکل ٹھیک ہے لیکن ایسا اعلان حقیقت پر مبنی ہونا چاہیئے اگر چاند کو دیکھنے میں کسی دروغ گوئی اور جھوٹ سے کام لیا جائے تو اس گناہ کی ذمہ داری اس شخص پر ہوگی جو جھوٹا اعلان کرتا ہے یا کرواتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام تابعین اور بزرگان دین کا یہی عمل رہا ہے۔ کہ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزے رکھنے کا آغاز کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ چاند کو دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن شہادت پر سرکاری اعلان کے مطابق روزہ بھی رکھا جا سکتا ہے اگر بذات خود چاند نہ دیکھیں تو

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

چاند دیکھنا ثواب ہے چاند دیکھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے مگر بہت سے لوگ اس طرف توجہ نہیں دیتے بلکہ دنیادی اشغال میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ چاند دیکھنے کی اہمیت کو نہیں پہچانتے نیک اور اہل تقویٰ لوگ چاند دیکھنے کی طرف پوری توجہ دیتے ہیں کیوں کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا متابعتِ سنتِ رسول بھی ہے اور چاند دیکھ کر امن اور سلامتی کی دعا مانگنی چاہیئے۔ شرعاً پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجب کفایہ ہے یعنی بستی کے ایک دو آدمی چاند دیکھ لیں تو ساری بستی بری الذمہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر بستی کا کوئی بھی آدمی چاند نہ دیکھے تو سب گنہگار ہوں گے۔ پانچ ماہ جن کا چاند دیکھنا واجب کفایہ ہے وہ شعبان رمضان شوال ذی قعدہ ذی الحجہ ہیں۔

شعبان کی ۲۹ تاریخ کی شام کو چاند دیکھا جائے۔ علاقہ یا ملک میں چاند نظر آنے سے روزہ ہو جائے تو اگلے دن روزہ رکھ لیا جائے اگر چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے اگلے دن کا روزہ رکھا جائے۔

رویت ہلال کا طریقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود چاند دیکھتے جب آپؐ چاند دیکھ لیتے تو مسجد نبوی میں روزہ رکھنے کا اعلان کر دیا جاتا اور ایسے ہی جب عید ہوتی تو عید کا چاند دیکھنے کے بعد عید کا اعلان کر دیا جاتا۔ مسجد نبوی کا اعلان مدینۃ النبی اور اردگرد کے علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کے لیئے بطور حکم اور قابل عمل ہوتا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض اوقات یوں بھی ہوا کہ آپؐ کو یا آپؐ کے قریبی صحابہ کرامؓ کو رمضان المبارک کا چاند نظر نہ آیا اسی اثنا میں ایک شخص آپؐ کے پاس آیا۔ اور اس نے گواہی دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آپؐ نے اسی صحابی کی شہادت پر رمضان المبارک کے چاند نظر آنے کا اعلان فرمادیا اور دوسرے روز

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

آپ نے اور مسلمانوں نے روزہ رکھا۔ یہ وہ طریقہ ہے جو آپ کے دور میں چاند نظر آنے کے بارے میں رائج تھا۔

جب پورے علاقے میں چاند نظر آجائے تو روزہ رکھنے کے بارے میں کوئی شک نہیں رہتا لیکن رویت ہلال کا جھگڑا دراصل اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ ایک ہی ملک کے کچھ حصوں میں تو کسی ایک کو چاند نظر آجائے اور دوسروں کو نظر نہ آئے چاند دیکھنے والے تو روزہ رکھ لیں اور نہ دیکھنے والے نہ رکھ سکیں۔ اس طرح سے مسلمانوں میں خلفشار پیدا ہونے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس کا حل بہترین تو یہ ہے۔ کہ حکومت وقت کی طرف سے رویت ہلال کا اعلان کیا جائے۔ ایسا اعلان اس صاحب اختیار شخص کی طرف سے ہو جس نے خود چاند دیکھا ہو یا شرعی لحاظ سے چاند دیکھنے کے بارے میں گواہی لی جائے۔ اور اس طرح رویت ہلال کا اعلان کرنا شرعی لحاظ سے جائز ہے لیکن رویت ہلال کا اعلان کرنے والے کو کبھی بھی کسی مصلحت کے تحت چاند نظر آئے بغیر روزہ رکھنے کا اعلان نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنا خلاف شرع ہے۔

رویت ہلال کے سلسلہ میں موسم کا جائزہ لینے والے سائنسی آلات یعنی دوربین وغیرہ سے مدد لینا بھی خلاف شرع نہیں۔ لیکن شرعی لحاظ سے چاند کو دیکھ کر گواہی دینے کے لیے جو شرائط اور ضوابط مقرر ہیں ان کا ہر حال میں خیال رکھنا چاہیے

چاند دیکھنے کی شہادت

رویت ہلال کے سلسلے میں شہادت کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب مطلع صاف نہ ہو اور عام لوگ چاند نہ دیکھ سکے ہوں۔ اگر مطلع صاف ہوگا تو بے شمار لوگ چاند کو دیکھ لیں گے تو اس وقت کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس کے برعکس جب مطلع صاف نہ ہو تو ہزاروں لوگوں کی کوشش کے باوجود چاند نظر نہ آسکے تو اس صورت میں اگر کوئی شخص یا چند شخص شہادت دے دیں کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے تو ان

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کی شہادت قابل قبول ہوگی اور وہ شہادت پانچ طرح سے ہے۔

عینی شہادت

چاند کے دیکھنے کی عینی شہادت وہ ہے جو ایک شخص یا چند شخصوں نے چاند کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ وہ کہیں کہ میں یا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے لیکن گواہی دینے والے کا مجلس میں موجود ہونا ضروری ہے۔ جن کے سامنے وہ چاند دیکھنے کی گواہی دے رہا ہو۔ اگر مطلع صاف نہیں تو رمضان المبارک کے بارے میں ایک گواہ اگرچہ وہ نیک عورت یا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کافی ہے اس کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ایک مرد دو عورتیں یا دو مرد گواہ ہونے ضروری ہیں جن کی گواہی سے چاند ثابت ہوگا اور اگر مطلع صاف ہے رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ ہو تو کثیر تعداد کے لوگوں کی شہادت سے چاند ثابت ہوگا۔ اور لیکن مطلع صاف ہونے پر دو کی گواہی نامقبول ہوگی زیادہ لوگوں کی گواہی لازم ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ چاند کے طلوع کی گواہی دینے والے کیسے ہوں۔ اس کے بارے میں عرض ہے کہ گواہ فاسق نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ فاسق کی گواہی نامقبول ہے اگر حاکم فاسقوں کی شہادت پر چاند کی رویت کی فیصلہ دے دیوے اور حقیقت میں رویت ہو گئی تو اس طرح رویت تو ہو جائے گی لیکن گنہگار ہوگا۔ چاند کی شہادت کے لیے گواہ اندھا اور گونگا نہیں ہونا چاہیے۔ گواہ مسلمان عاقل بالغ آزاد اور عادل ہونا چاہیے۔ گواہ کا عادل ہونا بھی ضروری ہے۔ عادل ایسے شخص کو کہتے ہیں جس سے اکثر حسنات اور نیکیاں ظہور میں آتی ہوں۔ کبیرہ گناہ سے بچتا ہو۔ اور صغیرہ گناہ پر اصرار نہ کرتا ہو۔ صاحب حیا اور مروت رکھنے والا ہو۔ صاحب عزت ہو اخلاق سے گرے ہوئے کام نہ کرتا ہو جو اسلامی اخلاق کے خلاف ہوں۔ بازاروں میں چلتے پھرتے کھانے پینے اور سب کے سامنے پیشاب کرلے والا نہ ہو۔ فاسق اگر توبہ کر لے اور اپنے آپ کو اچھے اخلاق میں ڈھال لے تو کچھ عرصہ کے بعد اس

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کی شہادت قابل قبول ہو جائے گی۔ اگر کسی گواہ نے رمضان کا چاند دیکھ لیا ہو۔ مگر کسی عذر کی بنا پر اس کی شہادت رد ہو جائے۔ تو گواہی دینے والے کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ رویت ہلال کے سلسلے میں مومن کی شہادت کو معتبر قرار دیا جائے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک بدو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے کہا ہاں آپؐ نے پھر پوچھا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اس نے کہا ہاں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو آواز دے کر کہا کہ اے بلالؓ لوگوں میں اعلان کر دو کہ کل سے روزہ رکھیں۔

شہادت علی الشہادت

شہادت علی الشہادت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر گواہ مجلس رویت میں حاضر نہیں ہو سکا اور اس نے اپنی طرف سے کسی دوسرے کو گواہ بنا کر مجلس میں بھیج دیا۔ اور وہ مجلس میں حاضر ہو کر اس کی طرف سے گواہی دے تو اسے شہادت علی الشہادت کہتے ہیں۔ بہر حال مجلس رویت میں اصل گواہ کا یا نائب گواہ کا حاضر ہونا ضروری ہے۔ نائب گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل گواہ کسی کو یہ کہے کہ سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دیکھا ہے تو میری شہادت پر گواہ ہو اور نائب سن کر خاموش رہے۔ تو وہ نائب گواہ بن جائے گا اگر سننے والا انکار کر دے تو نائب گواہ نہیں بنے گا اور نائب گواہ مجلس میں حاضر ہو کر اس طرح کہے گا کہ فلاں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔ اور اس پر میں گواہ ہوں۔

امام یوسفؒ کے مسلک کے مطابق گواہ اپنی گواہی کے لیئے دوسرا گواہ بنا کر بھیجنے میں تین دن رات کی مسافت ضروری ہے۔ اور ان کے نزدیک اس سے کم

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

مسافت میں شہادت علی الشہادت جائز نہیں۔ لیکن امام محمّد کے نزدیک قریبی سے قریبی جگہ کے لئے بھی نائب گواہ بنایا جاسکتا ہے۔ بیمار شخص بھی اپنا نائب گواہ بنا سکتا ہے۔ پردہ نشین عورت بھی اپنا نائب بنا کر بھیج سکتی ہے۔ مگر بادشاہ یا کسی صاحب ثروت انسان کو اپنا نائب اس وجہ سے نہیں بنانا چاہیئے۔ کہ مجلس میں گواہی کے لئے حاضر ہونا اس کی شان شایاں نہیں تو وہ اپنا نائب گواہ نہیں بنا سکتا شہادت علی شہادت میں بھی اصل گواہی پر دو مرد یا دو عورت ایک مرد کا گواہ بنانا ضروری ہے۔ نائب گواہ بھی اپنا مزید نائب گواہ بنا سکتا ہے۔

شہادت بقضاء الحکم کسی شہر یا علاقے میں حاکم وقت نے شہادت لے کر رویت کا فیصلہ کر دیا تو اس فیصلہ کی دوسرے شہر یا علاقے میں جاکر لفظ اشہد کے ساتھ خبر دینے کو شہادت بقضاء الحکم کہتے ہیں اور چاند کے طلوع ہونے کے بارے میں یہ گواہی اس طرح دی جاتی ہے۔ کہ گواہ کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے فلاں حاکم وقت کے سامنے دو گواہوں نے گواہی دی اور بربنائے شہادت حاکم نے اس تاریخ کی رویت ہلال پر فیصلہ کر دیا، تو شہادت پر دوسرا حاکم بھی رویت ہلال کا اعلان کر سکتا ہے اور ایسے فیصلے کا اطلاق صرف ان لوگوں پر ہوگا۔ جو علاقہ اس کے کنٹرول میں آتا ہے۔

قمری مہینے بحیثیت اسلامی مہینے اسلامی تقویم میں شمسی مہینوں کی بجائے قمری مہینوں کو اختیار کیا گیا ہے۔

اور یہ عربوں کی سہولت کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔ اہل عرب شمسی مہینوں کے بارے میں بھی جانتے تھے۔ لیکن ان میں شمسی مہینوں کے بارے میں بری رسومات جاری تھیں اسلام نے ان کا قلع قمع کرنے کے لئے قمری مہینے کا آغاز کیا جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اگر شمسی مہینوں کو اسلامی تہوارات کے لئے مقرر کیا جاتا تو سال میں

وہ عبادات ایک وقت پر مقرر ہو جائیں اور انہیں ہمیشہ کے لیئے ایک ہی موسم اور ایک جیسے ہی حالات سے واسطہ رہتا۔ چنانچہ اس مصالحت کے پیش نظر شمسی مہینوں کی بجائے قمری مہینوں کو اختیار کیا گیا۔ اور مسلمانوں کے لیئے ایک قسم کی تربیت کے اوقات کو گردش میں ڈالا گیا تاکہ اسلامی تہوار اور اسلامی عبادات کے موقع جب بدل بدل کر آئیں گے تو گردش کے سبب مسلمان ہر قسم کے حالات اور موسموں کے تغیر و تبدل کی وجہ سے مختلف موسموں میں لوگ مصائب و آلام کو برداشت کرنے کے عادی ہو جائیں۔ جیسا کہ رمضان المبارک کبھی گرمی میں آتا ہے اور کبھی سردیوں میں آتا ہے گرمیوں کے روزے لمبے ہوتے ہیں اور سردیوں میں روزے کا وقت تھوڑا ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر سردیوں میں انسان کو زیادہ وقت کے لیئے بھوک اور پیاس برداشت نہیں کرنا پڑتی جتنی کہ گرمیوں میں برداشت کرنا پڑتی ہے۔

حج بھی بدل بدل کر مختلف موسموں میں آتا ہے ایسے اور تکلیف دہ موسم میں خدا جانے کہ اللہ کے بندے دنیا کے کس کس ملک سے سفر کی دشواریوں کو برداشت کرتے ہوئے۔ خانہ خدا پہنچتے ہیں۔ اور اس طرح سے مسلمانوں کی ایسے طریقے سے تربیت ہوتی ہے۔ کہ وہ موسموں کے تغیر و تبدل کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق مسلمانوں میں مشکلات پر قابو پانے کی جرأت اور ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسلامی عبادات کے لیئے قمری مہینے کا انتخاب فرمانے میں ایک یہ بھی حکمت پوشیدہ ہے کہ دین اسلام چونکہ تمام دنیا کے انسانوں کے لیئے اگر شمسی مہینہ روزے اور حج کے لیئے مقرر کر دیا جاتا تو وہ مہینہ جو منتخب کیا جاتا وہ زمین کے تمام باشندوں کے لیئے یکساں سہولت کا موسم نہ ہوتا کہیں گرمی اور کہیں سردی ہوتی اور اس خطہ کے لوگوں کو ہمیشہ کے لیئے اسی موسم کے مطابق مشقت اٹھانا پڑتی۔ چنانچہ یہ ضروری تھا کہ اسلامی عبادات کے زمانوں کا تعین کرنے کے لیئے شمسی

مہینوں کی بجائے قمری مہینوں کو منتخب کیا گیا تاکہ دنیا کے ہر گوشے کے انسان ہر موسم میں اطاعت خداوندی کی بجا آوری کر سکیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم ایک امی قوم ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب لگانا جانتے ہیں۔ کہ مہینہ یوں ہے۔ اور یوں ہے اور یوں ہے یعنی پورے تیس دن کا اس طرح ایک مرتبہ حضورؐ نے یہ سمجھایا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور دوسری دفعہ سمجھایا کہ مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے۔

رمضان المبارک سے قبل روزہ رکھنا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص رمضان المبارک سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر وہ شخص جو معمولاً روزہ رکھتا ہو تو وہ رکھ سکتا ہے۔ (مسلم) اللہ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو اللہ نے دنیا میں منتخب کر لیا ہو ایسے بندے اللہ کے گروہ کے مخصوص بندے ہوتے ہیں۔ ایسے بندوں میں سے اگر کوئی روزہ رکھتا ہے اور وہ رمضان المبارک سے قبل بھی شعبان میں روزہ رکھ سکتے ہیں کیونکہ اللہ کے بندوں کا اکثر معمول ہوتا ہے کہ نفس کی پاکیزگی کے لئے مسلسل روزے رکھتے ہیں لیکن عام آدمیوں کیلئے رسول پاکؐ نے منع کر دیا ہے کہ رمضان المبارک سے قبل روزہ نہ رکھیں اس میں مصلحت یہ ہے کہ رمضان المبارک سے قبل متصلہ روزے رکھنے سے عام آدمی کو کمزوری لاحق ہو جائے گی ہو سکتا کہ اس کمزوری کے باعث رمضان المبارک کے روزے پورے کرنے مشکل ہو جاتے ہیں کیونکہ رمضان میں پوری قوم پر روزہ رکھنا لازم ہوتا ہے۔ روزہ رکھنے کی ایک عام فضا پیدا ہو جاتی ہے جس وجہ سے روزے دیکھا دیکھی پورے ہو جاتے ہیں لیکن رمضان کے علاوہ جب ایک آدمی اکیلا روزہ رکھنے والا ہوتا ہے تو اس کا ماحول غیر موافق ہوتا ہے اس لئے روزہ دار کو اس ماحول میں روزہ رکھنے کے لئے زیادہ

صبر سے کام لینا پڑتا ہے اور نفسیاتی طور پر انسان زیادہ کمزوری اور ضعف محسوس کرتا ہے اس لئے تاکید فرمائی گئی ہے کہ رمضان المبارک سے متصل کوئی شخص روزے نہ رکھے تاکہ رمضان المبارک میں ضرور روزے رکھے جائیں۔

رمضان المبارک کے ساتھ ایک یا دو روزوں کا اضافہ کرنے سے اس لئے بھی منع فرمایا کہ اللہ نے جتنا حکم دیا ہے اس کو ضرور بجا لایا جائے اور اس حکم میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہ شامل کیا جائے۔ اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ میں رمضان المبارک سے قبل ایک یا دو روزے سلامی کے لئے رکھتا ہوں تاکہ مجھے رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ مزید ثواب ملے مگر اسی طرح سے فرض عبادت کے ساتھ اپنی طرف اضافہ ہو جائے گا۔ جو کہ ہمیں نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس طرح سے دین کے کے احکامات کی اصل روح تبدیل ہو جائے گی اور اگر ہر کوئی اپنی طرف سے اضافہ کرنے لگے گا۔ تو خرافات پیدا ہونے لگیں گی۔ البتہ ایسے صوفی اور ولی اللہ جو کثرت سے روزے رکھتے ہوں ان کے ایسے کر لینے میں کوئی ہرج نہیں۔

روزے کی نیت

اعمال کا نیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے چنانچہ عبادت کے لیے نیت کرنا لازمی ہے اور نیت میں خلوص ہونا چاہیے۔ تاکہ عبادت بارگاہ رب العزت میں میں قبول ہو۔ کیوں۔ حدیث پاک میں ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور اللہ کے ہاں قبولیت عبادت کے لئے نیت کو ازحد دخل ہے۔ نیت کی اہمیت کے پیش نظر ہر روزہ کے لئے نیت کا مطلب دل میں ارادہ کرنا اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کے ہیں اصل نیت تو دل ہی کی ہوتی ہے لیکن زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے سے غافل دل کو خبردار کرنا ہوتا ہے اور رات ہی سے نیت کر لینی چاہیئے۔ البتہ اگر کوئی نیت کے الفاظ ادا نہیں کر سکا تو سحری کھانا بھی نیت کے مترادف ہے کیوں کہ روزہ رکھنے کی غرض ہی سے سحری کھائی جاتی ہے۔

ہر روزہ کے لئے ہر روز نیت کرنی چاہیئے اور رمضان المبارک کے روزوں کی یکبارگی نیت کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ ہر روز کا روزہ ہوتا ہے۔ روزہ کی نیت کرنے کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے فجر سے پہلے روزہ رکھنے کا ارادہ نہ کیا اس کا کوئی روزہ نہیں یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ (ترمذی ابوداؤد)

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے کی نیت کرنی چاہیئے۔ روزہ کا آغاز چونکہ فجر سے ہوتا ہے اس لئے فجر سے پہلے پہلے روزہ رکھنے کی نیت کرلینی چاہیئے۔ روزہ کی نیت اس لئے ضروری ہے تاکہ عام فاقہ اور روزہ میں فرق ظاہر ہو اگر کوئی مسلمان سحری کے وقت کھانا کھالیتا ہے اور روزہ کی نیت نہیں کرتا تو اس کا ایسا عمل فاقہ ہے نہ کہ روزہ حالانکہ روزہ میں بھی انسان سارا دن بھوکا اور پیاسا رہتا ہے۔ لیکن ایسا روزہ نہیں کہلاتا جب تک کہ نیت نہ ہو۔

تاہم ایک آدمی اگر کبھی سحری کے وقت روزہ کی نیت کے الفاظ زبان سے ادا کرنے بھول بھی جائے تو اس کا روزہ ہوجائے گا۔ کیوں کہ انسان سحری کے وقت عموماً روزہ ہی کی نیت سے کھانا کھاتا ہے لیکن دن میں جس وقت بھی یاد آئے تو نیت کرلے۔

رات کے وقت نیت کرے تو کہے کہ میں نے نیت کی اللہ تعالیٰ کے لئے اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا۔ عموماً سحری کے وقت کھانا کھا کر نیت کی دعا یہ پڑھنی چاہیئے۔ وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ مِنْ شَہْرِ رَمَضَانَ ط

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا نیت کے بارے میں یہ معمول تھا کہ وہ رات ہی کو دوسرے روز روزہ رکھنے کا ارادہ کرلیتے تھے اور اسی نیت کے تحت نماز تراویح ادا کرتے کیوں کہ تراویح پڑھنا بھی نیت کے شمار میں آجاتا ہے۔ صوفیا اور اہلِ تقویٰ کا بھی یہی معمول رہا ہے۔ لہذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ روزہ کی نیت کرے کیوں کہ شریعت اسلامیہ میں نیت کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اور اعمال کی قدر و قیمت کا اندازہ بھی خلوص نیت ہی سے لگایا جاتا ہے۔ اور نیت ہی ایک فعل کو دوسرے سے

ممتاز کرتی ہے، البتہ روزہ کے لئے نیت ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور ہر روزہ دار کو روزہ رکھنے سے قبل روزہ کی نیت ضروری کر لی چاہیئے۔

سحری کی حکمت

سحری کیا ہے سحری سے مراد رات کے پچھلے پہر میں فجر سے قبل روزہ کی نیت سے کھانا پینا ہے۔ سحری رات کے پچھلے پہر سے نہ قبل از وقت اور نہ ہی اتنی تاخیر سے کی جائے۔ قرآن پاک میں سحری کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ج (پارہ ۲ البقرہ آیت ۱۸۷)

اور تم کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

سحری کا وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سحری کھانے کی اجازت دی اور اس کا وقت صبح صادق میں سفیدی ظاہر ہونے پر مقرر کیا۔ کیوں کہ صبح ہونے سے پہلے صبح کی سفیدی مشرق میں ایک باریک دھاگے کی مانند نمودار ہوتی ہے۔ اس دھاری دار سفیدی کے ظاہر ہونے سے رات کی سیاہی بھی دھاری کی طرح دکھائی دیتی ہے سفید دھاری ظاہر ہونے کا

مطلب رات کی سیاہی سے روشنی کا ظاہر ہونا ہے جسے پو پھٹنا بھی کہا جاتا ہے لہذا پو پھٹنے تک یعنی عموماً اذان سے پہلے صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت ہے

سحری کی وجہ دلیل

ابتدا میں لوگ روزہ رکھنے کے لیے [illegible] پیتے تھے ان میں یہ بات بھی رائج تھی کہ رات کو جب کوئی آدمی جاگتا رہتا کھا پی سکتا تھا لیکن جب کوئی شام کے بعد رات کو سو جاتا تو اس کے لئے سو کر اٹھنے کے بعد کھانا پینا ممنوع تھا اور کچھ لوگ یہ بھی خیال رکھتے تھے کہ عشاء کے بعد کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار کھانا پینا دیسے بھی تکلیف دہ تھا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی سہولت کے پیش نظر اور اہل کتاب کے روزہ سے مسلمانوں کے روزہ میں انفرادیت پیدا کرنے روزے کی حد طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک مقرر کر دی غروب آفتاب سے لے کر طلوع صبح صادق تک کھانے پینے اور مباشرت کی اجازت دے دی اور اسی اجازت کے سلسلہ میں مندرجہ بالا آیت کا نزول ہوا۔

اس اجازت کی وجہ جواز یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ ایک صحابی صرمہ ابن قیس تھے۔ جو بہت ہی محنتی تھے۔ سارا دن محنت کرتے تھے۔ ایک دن روزہ کی حالت میں دن بھر کام کیا شام کو گھر آئے بیوی سے کھانا مانگا وہ کھانا پکانے میں مصروف تھیں وہ لیٹ گئے تھکاوٹ کی وجہ سے انہیں نیند آ گئی۔ جب بیوی نے کھانا تیار کر کے انہیں جگایا تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ کیوں کہ اب کھانا حرام تھا اسی حالت میں دوسرا روزہ رکھ لیا جس سے بہت کمزور ہو گئے۔ اور دوپہر کو بے ہوش ہو گئے۔ تو ان کے حق میں مندرجہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں سحری کھانے کی اجازت مل گئی۔ اس وقت سے لے کر

مسلمانوں کا روزہ صبح صادق سے لے کر شام تک ہو گیا۔ سحری کے وقت کھانے پینے کی اجازت اس لیے ہوئی تاکہ طلوع فجر سے عین پہلے آدمی اچھی طرح کھا پی لے تاکہ دن کے وقت کمزوری محسوس نہ ہو اور روزہ دار دنیاوی امور بھی احسن طریقے سے سرانجام دے سکے۔

اہلِ کتاب اور مسلمانوں کی سحری میں فرق

اہلِ کتاب اور ہمارے روزے میں یہی فرق ہے۔ کہ اہل کتاب کا روزہ سحری کے بغیر ہوتا ہے اور اسی فرق کے بارے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں سحری کھانے کا فرق ہے۔ (مسلم)

روزہ کی سحری اور افطاری کے سلسلے میں اہلِ کتاب کے طور طریقہ کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دین ظاہر اور غالب رہے گا۔ جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے۔ کیوں کہ یہود و نصاریٰ افطار کرنے میں تاخیر کرتے ہیں (ابو داؤد اور ابن ماجہ)

یوں تو اس حدیث میں اہل کتاب کی افطاری کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ لیکن ان کی سحری اور افطاری کا طرز عمل مسلمانوں سے بالکل الگ تھا وہ روزہ کھولنے میں تاخیر کرتے اور سحری بھی نہ کرتے بلکہ صوم وصال رکھتے تھے۔ اگرچہ ایسا کرنا ان کی شریعت میں جائز تھا۔ لیکن ان کی بہ یک وقت سحری اور افطاری کی آڑ میں ان کے علماء اور اہل دانش نے دنیا سے کنارہ کشی کا راستہ اختیار کر کے رہبانیت کو جنم دے دیا۔ ان کی اس روش کی اصلاح کی خاطر اسلام میں دو مختلف اوقات میں سحری اور افطاری کا حکم ہوا۔

سحری کا افضل طریقہ

سحری کے وقت کھانا کھانا فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سحری کے وقت کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس لئے آپؐ کی پیروی میں ہر مسلمان کے لئے بہتر ہے۔ کہ وہ سحری کرے۔ اگر کوئی ارادۃً سحری کو روزہ کا حصہ سمجھ کر نہیں کھاتا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے خلاف ہے

سحری کے وقت روزہ رکھنے کے لئے میانہ روی سے کھانا چاہیئے۔ نہ تو اتنا ٹھونس کر کھایا جائے کہ سارا دن طبیعت بوجھل رہے اور نہ ہی اتنا کم کھائے کہ شدت بھوک کے باعث اس کے لیے روزہ نبھانا مشکل ہو جائے۔ اگر سحری کے وقت کچھ کھانے کو دل نہیں چاہتا تو کھجور یا پانی پی لیا جائے تو بھی سحری کا ثواب مل جائے گا۔ کیوں کہ اس طرح سنت نبوی پوری ہو جاتی ہے۔

میرے خیال کے مطابق سحری کھانے کا افضل طریقہ تو یہ ہے کہ رات کے پچھلے وقت میں بیدار ہو جائے اور نماز تہجد کے نوافل پڑھے اور اس کے بعد تھوڑی دیر ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ پھر سحری کے طعام کا بندوبست کرے اتنے میں جب سحری کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو لیکن اتنا تنگ بھی نہ ہو کہ سحری کے طعام کا بندوبست کرے۔ اتنے میں جب سحری کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو لیکن اتنا تنگ بھی نہ ہو کہ سحری کا کھانا اطمینان سے نہ کھایا جا سکے بلکہ کشادہ وقت ہو تو اس میں بڑے اطمینان کے ساتھ جو اللہ کا رزق میسر آئے۔ اس سے سحری کرے۔ البتہ مرغن غذائیں استعمال کرنے سے گریز کرے۔ البتہ لطیف قسم کی غذا استعمال کرے جس سے طاقت جسم بھی بحال رہے اور آسانی سے روزہ نبھ سکے اور سحری کا کھانا کھا کر روزہ کی نیت کی دعا پڑھ لے اور وقت ختم ہونے پر کھانا پینا بند کر دے البتہ بحالت مجبوری اگر کھانے کا کچھ

حصہ کھانے والا باقی رہ گیا ہو تو اسے کھا لے۔ کیوں کہ بسا اوقات ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ روزہ رکھنے کے لیئے روزہ دار کھانا کھا رہا ہوتا ہے تو ادھر سحری ختم ہونے کا اعلان ہو جاتا ہے اس صورت میں کھانا مکمل کر لینا چاہیے۔ لیکن اس طرح کرنا معمول نہیں بنانا چاہیئے۔ ورنہ روزہ نہ ہوگا۔ کیوں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارے میں حدیث ہے کہ جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی شخص اذان کی آواز سنے اور اس وقت برتن ابھی اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس برتن کو اپنے ہاتھ سے نہ رکھے جب تک کہ اپنی حاجت اس سے پوری نہ کرے (ابوداؤد)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سائرن وغیرہ کا رواج نہ تھا۔ جب اذان ہوتی تو لوگ سمجھ جاتے کہ اب سحری کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ لیکن اس حدیث پاک میں یہ بات بتائی گئی ہے۔ سحری کا وقت ختم ہوتے وقت اگر کوئی شخص اپنی حاجت پوری کرنے کے لیئے کھا پی رہا ہے۔ تو جلدی جلدی کھانا کھا لے تاہم اس سے یہ مراد نہیں کہ آدمی اس اجازت سے فائدہ اٹھا کر اسے معمول بنا لے بلکہ صرف اپنی حاجت پوری کر لینی چاہیئے۔

آٹھ پہر کا روزہ

اگر رات کو سحری کھانے کے لیئے آنکھ نہ کھلی سب کے سب سوئے رہے تو بے سحری آٹھ پہر کا روزہ رکھ لیا جائے اور روزہ کی نیت کر لی جائے تو اس طرح سحری کے بغیر بھی روزہ ہو جائے گا لیکن اس طرح سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا اچھی بات نہیں۔ بلکہ روزہ چھوڑنا کم ہمتی کی دلیل ہے۔ لہٰذا بحالت مجبوری آٹھ پہر کا روزہ رکھنے کی بھی گنجائش ہے۔ اگر اس طرح روزہ نہ رکھا تو روزہ چھوڑنے کی قضا لازم آئیگی

صوفیا کی سحری

صوفیا سحری کے وقت نہایت ہی قلیل غذا استعمال کرتے ہیں۔ کیوں کہ عوام الناس ان کے تقوے تک نہیں پہنچ سکتے اور کئی صوفیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی پر عمل کرتے ہیں کہ جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ مومن کے لیے بہترین سحری کھجور ہے۔ اور صوفی لوگ چند کھجوریں کھا کر پانی پی لیتے ہیں۔ ان کی بھوک حکمت خداوندی اور نورانی تجلیات سے دور ہو جاتی ہے اس لئے انہیں خوراک کے دھندے میں زیادہ پڑنا نہیں پڑتا۔

رسولِ اکرم ﷺ کی پسندیدہ سحری

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود بھی سحری کے لیے کھجوریں پسند فرمائیں کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سحری کے وقت مجھ سے فرماتے میرا روزہ رکھنے کا ارادہ ہے مجھے کچھ کھلاؤ تو میں کچھ کھجوریں اور ایک برتن میں پانی پیش کرتا۔

کھجور میں انسان کے جسم کے لیے تمام غذائی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت ہے۔ لہٰذا اگر کوئی اور غذا نہ مل سکے یا سنت رسول ﷺ کی پیروی میں کھجور ہی سے سحری کی جائے تو یہ انسانی قوت کے لئے کافی ہوں گی۔ اور اس کی افادیت کے پیش نظر ہی اسے سحری کے لیے بہترین قرار دیا گیا ہے۔

سحری کے فضائل

روزہ دار کے لیے سحری کی افادیت کے پیش نظر سحری کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ میں سحری کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور اسے نہایت ہی بابرکت فعل قرار دیا گیا ہے وہ احادیث جن میں سحری کے فضائل بیان ہوتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:-

● حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔ (بخاری و مسلم شریف)

● حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے (مسلم شریف)

● حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں (طبرانی)

● نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ جب کسی صحابی کو سحری کھانے کے لئے بلاتے تو ارشاد فرماتے آؤ برکت کا کھانا کھالو۔

● حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھا کر روزہ رکھنے کے لئے قوت حاصل کرو اور دن کے وقت آرام کر کے رات کی عبادت کے لئے قوت حاصل کرو۔ (ابن ماجہ)

● عبداللہ بن حارث ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپ سحری کھا رہے تھے آپ نے فرمایا کہ سحری برکت کی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمائی ہے۔ اس کو مت چھوڑنا۔ (نسائی شریف)

● حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی جتنا بھی کھالیں انشاءاللہ ان سے کوئی حساب نہ ہوگا بشرطیکہ کھانا حلال ہو۔ اول روزہ دار افطار کے وقت دوسرے سحری کھانے والے تیسرے مجاہد جو اللہ کے راستہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرے۔ (طبرانی کبیر)

● حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سحری کے وقت کثرت سے یا واسع المغفرہ کا ورد رکھو اس کے پڑھنے والے کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ف۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام ارشاداتِ عالیہ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ سحری مسلمانوں کے لئے ایک نعمت ہے جس کے بے شمار جسمانی اور روحانی فوائد ہیں جو روزہ دار کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لئے آپ نے اسے مبارک ناشتہ کہا ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ سحری کھانے کے لئے بلایا اور فرمایا کہ آؤ مبارک ناشتے کے لئے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

افطاری کے مسائل

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ (سورت بقرہ ۱۸۷) | پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔

اسلام میں روزے کو افطار کرنے کا مسنون وقت غروب آفتاب ہے اس پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات اس طرف سے آنی شروع ہو اور دن اس طرف سے پلٹنا شروع ہو اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار کے لئے روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا[1] اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے۔ کہ جب سورج غروب ہو جائے اور مشرق کی جانب سے رات کی تاریکی چھانا شروع ہو جائے تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ روزہ افطار کیا جائے ترقی یافتہ دور میں افطاری کے وقت پر اتنی دقت نہیں رہتی کیوں کہ ذرائع نشر و اشاعت عام ہونے کی وجہ سے غروب آفتاب کے وقت مساجد میں اعلان ہو جاتے ہیں کہ روزہ افطار کر لیں اور پھر گھڑیاں اور کیلنڈر روزہ افطار کے اوقات میں بہترین معاونت کا ذریعہ ہیں۔

اسلام سے قبل اہل کتاب میں روزہ افطار کرنے کا یہ دستور تھا۔ کہ وہ روزہ اس وقت کھولتے تھے۔ جب آسمان پر ستارے اچھی طرح نمودار ہو جاتے اور افطاری میں جتنی دیر کرتے اس کو اچھا سمجھتے تھے۔ اور اس دیر کو تقویٰ قرار دیتے تھے۔ یعنی دیر سے روزہ افطار کرنے سے وہ یہ ظاہر کرتے تھے کہ انہیں ابھی بھوک

---

[1] مشکوٰۃ باب سوم

نہیں لگی اور کھانے کے لئے بے تاب نہیں ہیں یہ ایک نمائشی تقویٰ تھا۔ جس کو اسلام نے ناپسند کیا۔

افطاری میں جلدی کا حکم اسلامی تعلیمات کے مطابق روزہ میں جس وقت اللہ تعالےٰ نے کھانے سے منع کیا ہے۔ اس وقت اس کی سختی سے پابندی کرنی چاہیئے اور حبیب اللہ کی طرف سے پابندی ختم ہو جائے تو اس وقت کھانے پینے کی طرف آنا عین اطاعت ہے۔ روزے میں انسان اپنی خواہشات بھوک پیاس اور ہر چیز پر پابندی لگاتا ہے اور یہ سب اللہ کی عائد کردہ پابندی کے تحت کرتا ہے۔ تو جب اللہ کی طرف سے پابندی ہٹا لی گئی۔ تو اس وقت کھانا پینا اپنی خواہشات کو پورا کرنا عین رضائے الٰہی کے مطابق ہے۔ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افطاری کرنے میں سرعت کرو۔ تاکہ مسلمانوں میں بھی اہل کتاب کے خیالات غالب نہ آ جائیں اور افطاری میں دیر کرنے لگیں۔

افطاری کے بارے میں احادیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ مجھے اپنے بندوں میں سے سب سے زیادہ پسند وہ ہے جو افطار میں جلدی کرنے والے ہیں[1]۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اسوقت تک غالب رہے گا۔ جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کیوں کہ یہود اور نصاریٰ روزہ افطار کرنے میں دیر کیا کرتے تھے[2]

۲۔ بخاری میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب تک لوگ افطاری میں جلدی کریں گے بھلائی پر رہیں گے[3]

---

[1] ترمذی [2] ابن ماجہ [3] بخاری

ان احادیث سے بھی یہی مضمون ظاہر ہوتا ہے کہ جب افطاری کا وقت ہو جائے روزہ جلد افطار کر لینا چاہیئے۔

افطار میں جلدی کا مفہوم

افطار میں جلدی کرنے سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ ابھی افطار کا صحیح وقت نہ ہو۔ مگر روزہ افطار کر لیا جائے افطار کے وقت میں ابھی شک رہتا ہو تو اس صورت میں افطار کرنے سے قضا ضروری ہے۔ بعض لوگ آذان سننے کے بغیر بے تاب ہو جاتے ہیں کہ فلاں مسجد سے اذان آ رہی ہے اگر اس مسجد میں صحیح وقت پر اذان دینے کا اہتمام ہے تو اس کی آواز پر افطار کر لینا چاہیئے۔ بعض مساجد میں خود جلد بازی سے کام لیا جاتا ہے ایسے مؤذنوں کی آواز پر روزہ افطار نہ کریں جو جلد بازی سے کام لیں۔ جب تک کہ سورج اچھی طرح غروب نہ ہو جائے۔ بعض جگہ پر توپ گولہ چھوڑنے یا سائرن بجانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ تو ذمہ دار شخص کے اس اعلان پر روزہ افطار کر لینا چاہیئے۔ وقت سے قبل روزہ افطار کرنے پر سزا ملے گی۔ لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

قبل از وقت روزہ افطار کرنے کی سزا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ دو شخص آئے۔ اور میرے باز و پکڑ کر ایک پہاڑ کے پاس لے گئے اور مجھ سے کہا کہ چڑھیئے میں نے کہا مجھ میں طاقت نہیں انہوں نے کہا اللہ آسان کر دے میں چڑھا بیچ میں پہنچا تو سخت آوازیں سماعت میں آئیں۔ میں نے کہا کہ یہ کیسی آوازیں ہیں۔ کہا جہنمیوں کی آوازیں ہیں پھر مجھے آگے لے جایا گیا ایک قوم کو دیکھا وہ لوگ الٹے لٹکائے گئے ہیں ان کی باچھیں چیری ہوئی ہیں کہ جن سے خون بہتا ہے میں نے کہا۔ یہ کون لوگ ہیں کہا یہ وہ لوگ ہیں کہ وقت سے پہلے روزہ افطار کرتے تھے۔ پس اتنی جلدی نہ کرو کہ کہیں وقت سے پہلے افطار کرنے پر روزہ ٹوٹ نہ جائے اور

قضا لازم آجائے۔

افطاری میں تاخیر خلاف شرع ہے

مسلمانوں میں ایک فرقہ ایسا ہے جو روزہ دیر سے افطار کرنے کو افضل تصور کرتا ہے۔ اور وہ اس دیر سے افطاری کی وجہ دلیل قرآن پاک کی آیت مبارکہ کو بناتا ہے۔ کہ روزہ رات تک پورا کرو۔ لہٰذا غروب آفتاب کے بعد جب گھرا اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اور ستارے نظر آنے لگتے ہیں تو اس وقت روزہ افطار کرتے ہیں ایسا کرنا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کے خلاف ہے۔ کیوں کہ روزہ افطاری کا سنت وقت غروب آفتاب کے چند منٹ بعد مغرب کی آذان ہے۔ قرآن میں اللہ تعالٰے کے جو الفاظ ہیں کہ روزہ فجر سے لے کر رات تک پورا کرو تو اس سے مراد یہی ہے کہ جب رات کا آغاز ہو تو اس وقت تک روزے کا وقت تھا اور رات کا آغاز ہوتے ہی روزہ افطار کرلو۔ چونکہ رات کا آغاز غروب آفتاب سے ہوتا ہے لہٰذا روزہ افطاری کا بہترین سنت کے مطابق وقت بھی غروب آفتاب کے بعد کا ہے۔ بلکہ افطاری میں دیر کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف ہے۔ کیوں کہ آپؐ کا فرمان ہے کہ میری امت سنت پر رہے گی جب تک افطار میں ستاروں کا انتظار نہ کرے گی۔ لہٰذا امت مسلمہ کے ہر روزہ دار کو افطاری کے سلسلہ میں وہی طریقہ اپنانا چاہیئے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

روزہ کس سے افطار کیا جائے

روزہ رزق حلال سے جو میسر ہو اس سے افطار کیا جائے۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے۔ کہ روزہ کھجور یا پانی سے افطار کیا جائے اور آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ طریقہ تھا کہ آپؐ تازہ کھجور سے افطار کرتے اگر کھجور نہ ملتی تو چھوہاروں سے روزہ افطار کر لیتے اگر اتفاق سے وہ بھی نہ ملتے تو پانی سے ایک دو گھونٹ پی کر

روزہ افطار فرماتے۔

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص افطار کرے تو اسے چاہیئے کہ کھجور سے افطار کرے کیوں کہ اس میں برکت ہے اور اگر کھجور نہ پائے تو اسے چاہیئے کہ پانی سے افطار کرے، کیوں کہ وہ پاک ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے تر کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے۔ تر نہ ہوتیں تو چند خشک کھجوروں سے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو چند چلو پانی سے افطار فرماتے۔

روزہ نماز مغرب سے قبل افطار کرنا چاہیئے اور کھجور سے کرے تو بہت بہتر ہے روزہ دار عام طور پر روزہ کھجوروں ہی سے افطار کرتے ہیں اگر کھجوریں میسر نہ ہوں تو کسی بھی دوسری چیز سے روزہ افطار کیا جا سکتا ہے جو چیز میسر ہو۔

روزہ افطار کرتے وقت اس امر کا خاص خیال کرے کہ جس چیز سے بھی روزہ افطار کیا جائے۔ وہ رزق حلال ہو۔ اللہ کے خاص اور نیک بندے اس بات کا ضرور خیال کرتے ہیں کہ وہ روزہ اس چیز سے ہی کھولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جن پر انہیں پورا بھروسہ ہوتا ہے۔ کہ وہ حلال کی کمائی سے ہے۔ اس لئے مساجد میں لوگوں کے روزہ افطار کے لئے بھیجی ہوئی اشیاء سے صوفیا ہمیشہ گریز کرتے ہیں۔ کہ کیا معلوم وہ حلال کی کمائی سے ہے کہ نہیں۔ اس لئے میرے خیال کے مطابق روزہ اپنی نیک کمائی سے خریدی ہوئی چیز سے افطار کرنا چاہیئے۔ اور نیک کمائی ہی سے دوسروں کا روزہ بھی افطار کرانا چاہیئے۔

روزہ افطار کرنے کا بہترین مقام تو مسجد ہے اگر مسجد میں روزہ نہ کھولے تو جس جگہ پر افطاری کا وقت آجائے افطار کرے افطار کے سلسلے میں مساجد

میں روزہ داروں کی افطاری کے لئے کھانے پینے کی اشیاء بھیجنا عین ثواب ہے لیکن دیکھنے میں آتا ہے کہ مساجد میں اور خاص کر خانقاہوں کی ملحقہ مساجد میں جو تبرک آتا ہے لوگ اسے مستحقین تک نہیں پہنچاتے حقیقت میں اکثر اوقات فقرا اور غریب لوگ جن کے لئے اس قسم کا اہتمام کیا جاتا ہے حصّہ سے محروم رہ جاتے ہیں اور کارندے ہی کھا پی جاتے ہیں ایسا کرنا صوفیا اور اہل تقویٰ کے مسلک کے صریحاً خلاف ہے۔ میرے خیال کے مطابق جذبہ ایثار کے تحت کھاتے پیتے لوگوں کی ہر ممکن کوشش ہونی چاہیئے۔ کہ حق دار اور مستحق کی ہر ممکن امداد کی جائے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق دے۔

روزہ افطار کرانے کا اجر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نیکی کرنے والے کے لئے اس کی نیکی کا اجر ہے لیکن شریعتِ اسلامیہ میں اس اصول کو بھی سراہا جاتا ہے کہ نیکی کے ذرائع فراہم کرنے والے کے لئے اجر اور بدلہ ہے یعنی کسی بھی نیکی کے کام میں کسی کی مددگاری اور معاونت کرنا اللہ تعالےٰ کے حضور جزا سے خالی نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ کہ نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا اس نیکی کرنے والے کی مانند ہے پھر ایسا بھی نہیں کہ اچھا کام کرنے والے کے ثواب میں سے کم کرکے اس کی مدد کرنے والے کو بھی اجر دیا جاتا ہے۔ بعینہٖ روزہ افطار کرانے والے کے لئے بھی اتنا ہی اجر ہے جتنا کہ روزہ رکھنے والے کے لئے ہے۔

حضرت زید بن خالدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے یا کسی غازی کے لئے سامانِ جہاد فراہم کرے۔ تو اس کے لیئے ویسا ہی اجر ہے۔ جیسا کہ اس روزہ دار کو روزہ رکھنے کا اور غازی کو جہاد کرنے کا حق ملے گا (بیہقی)

اس حدیث سے عیاں ہوتا ہے کہ دوسروں کا روزہ افطار کرانے کا کتنا اجر ہے بظاہر تو افطاری ایک معمولی سی بات نظر آتی ہے۔ مگر اس کی جزا اتنی ہے جتنی کہ ایک روزہ دار سارا دن بھوک پیاس ضبط نفس اور خواہشات کو قابو میں رکھ کر حاصل ہوتی ہے اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ نیکی کی طرف رغبت دلانا اور مدد کرنا بھی اللہ کے ہاں بہت ہی مقبول فعل ہے کیوں کہ اس طرح سے لوگوں میں نیکیوں کی طرف مائل ہونے کا رجحان عام ہوتا ہے۔

افطار کراتے وقت انسانی نیت کا راست ہونا ضروری ہے کہ افطاری صرف رضائے الہٰی کی خاطر کرائی جائے افطاری کا کسی پر احسان نہیں ہونا چاہیئے۔ اور افطاری کے وقت جتنے روزہ داروں کی افطاری کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ان سب کو ایک جیسا طعام دیا جائے۔ اور کوئی امتیازی حیثیت قائم نہ کی جائے افطاری کے لیئے کسی بھی روزہ دار کو خواہ کتنی ہی تھوڑی چیز کیوں نہ دی جائے۔ اس کا ثواب ضرور ملتا ہے مگر افطاری کے لیئے کسی غرض مند کا۔ پیٹ بھر کر طعام کا بندوبست کرنا اللہ تعالےٰ کی نظر میں بہت مقبول ہے۔ مگر اسراف سے پرہیز کرنا چاہیئے پھر افطاری کراتے وقت نفس کی ریاکاری کو دبایا جائے اور صرف اللہ کی رضا کو مدنظر رکھا جائے۔ لہذا جن حضرات کو اللہ نے توفیق دی ہو انہیں یہ ثواب حاصل کرنے سے محروم نہیں رہنا چاہیئے۔

دنیا داروں کی بجائے فقرا صوفیا اور ایسے مستحقین جنہیں پیٹ بھر کر خوراک میسر نہیں ہوتی ان کی افطاری اور کھانے کا بندوبست کرنا تو بہت ہی افضل ہے کیوں کہ اللہ کے فقیر عموماً دنیا کے دھندوں سے آزاد ہوتے ہیں اور سلسلہ روزگار سے بھی بے نیاز ہو کر اللہ کے حضور جھکے ہوتے ہیں۔ گو اللہ کی طرف سے انہیں کسی چیز کی کمی نہیں آتی وہ جو اللہ سے مانگتے ہیں پاتے ہیں لیکن یہ

اہلِ دنیا کی سعادت مندی ہے کہ اللہ کے ایسے فقیروں اور صوفیا کی جتنی خدمت کریں۔ اس سے کئی گناہ زیادہ اللہ سے اجر ملتا ہے۔

دعوت افطار کا اہتمام کرنا بہت بڑی نیکی اور سعادت ہے لیکن دعوت افطار کا انداز کچھ اس طرح سے بدل گیا ہے کہ جس سے رضائے الٰہی کی بجائے دنیاداری کی غرض مندی اور خوشامد مقصود ہوئی ہے۔ رمضان المبارک میں عموماً صاحب ثروت لوگ روزہ داروں کے اعزاز میں دعوت افطار کا اہتمام کرتے ہیں۔ کھانے پینے کی اشیاء کا خوب پرتکلف انتظام کیا جاتا ہے۔ دعوت میں بارسوخ اور اعلیٰ سرکاری لوگوں کو بحیثیت مہمانِ خصوصی بلایا جاتا ہے جن سے کوئی ذاتی کام لینا مدنظر ہوتا ہے۔ یعنی اس دعوتِ افطار کے پس پردہ کئی قسم کے مقاصد پوشیدہ ہوتے ہیں۔ پھر دیکھنے میں یہ بھی آتا ہے۔ کہ دعوت افطار میں افطاری کرنے والوں میں سے کئی حضرات کا روزہ ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس طرح کی نمائشی دعوت افطار کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ دعوت افطار ضرور کرنی چاہیئے لیکن ہر حال میں رضائے الٰہی مقصود ہونی چاہیئے۔

افطار کی دعا

افطار کرتے وقت دعا مانگنی چاہیئے۔ اور دعا دراصل اللہ کی دی ہوئی طاقت سے روزہ پورا ہونے پر ایک قسم کا شکرانہ ہے۔ سحری سے لے کر افطار کے وقت تک کچھ نہ کھائیں پیئیں تو روزہ مکمل ہو جائے گا اس کے ساتھ ہی اگر اللہ کی یاد کی جائے اور ان تمام لوازمات کو پورا کیا جائے جو عبادت کے لیئے ضروری ہوتے ہیں تو اس طرح سے روزہ کے اجر میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگر اللہ کی یاد میں کوتاہی کی جائے گی روزہ تو پورا ہو جائے گا لیکن روزے کے اجر قدر و منزلت میں فرق آجائے گا پھر جب روزے کے افطار کا وقت ہو جاتا ہے تو اس وقت بھی اگر اللہ کا نام لے کر پاک رزق سے روزہ افطار کیا

جائے تو اللہ کی ذات اپنے بندوں پر از حد خوش ہو جاتی ہے۔

دعا ایک ایسی عبادت ہے جو رب العزت کو بہت ہی مقبول ہے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تعلیم دی ہے کہ عبادت کے بعد دعا کو شامل کیا جائے۔ تاکہ عبادت کی قدر وقیمت زیادہ ہو جائے۔ روزہ افطار کرتے وقت اور بعد کی دعائیں یہ ہیں۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں:۔

۱۔ حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو فرماتے:۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ (ابوداؤد)

اے اللہ تیرے ہی لئے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو فرماتے:۔

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى (ابوداؤد)

پیاس جاتی رہی اور رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہوا انشاء اللہ تعالیٰ۔

۳۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ وَرَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ۔

حمد ہے اللہ ہی کے لئے جس نے میری مدد کی تو میں نے روزہ رکھا اور مجھ کو رزق دیا تو میں نے افطار کیا۔

۴۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

اے اللہ میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا پس میری طرف سے قبول فرما بے شک سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

روزہ افطار کرتے وقت ان دعاؤں میں سے جو دعا چاہے پڑھ لے لیکن

افطاری کے وقت عموماً روزہ دار یہ دعا پڑھتے ہیں ۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ ۔

افطار کے وقت دُعا کی قبولیت

افطاری کے وقت جب روزہ دار کوئی دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس وقت دعا قبول فرماتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ روزہ دار کیلئے دو موقع خوشی کے ہیں ایک افطار کے وقت دوسرے اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوتے وقت۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ تین شخصوں کا یہ حق ہے کہ ان کی دعا رد نہ فرمائے روزہ دار کی افطار کے وقت مظلوم جب تک بدلہ نہ لے مسافر جب تک اپنے گھر واپس نہ پہنچ جائے ایک اور حدیث میں ہے کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی روزہ دار کی یہاں تک کہ وہ افطار کرے امام عادل کی تیسرے مظلوم کی۔

یوں تو اللہ کے حضور جب بھی انسان گریہ زار ہو کر دعا مانگے اللہ قبول فرماتا ہے۔ لیکن کچھ مخصوص اوقات ایسے ہیں کہ ان میں دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ان مبارک اور مستجاب اوقات میں سے ایک وقت روزہ افطاری کا ہے اور روزہ افطار کرنے سے پہلے جو دعا مانگی جائے اگر اللہ چاہے تو ضرور قبول ہوتی ہے لہذا ہر روزہ دار کو اپنی بخشش اور آخرت میں کامیابی کے لئے دعا مانگنی چاہیئے۔

۱؎ مسلم

روزے کے آداب

روزہ کا ادب یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی حالت کو ضبط میں رکھا جائے۔ جسمانی اعضاء اور نفس کو گناہ والے کاموں سے روکا جائے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو زندگی کے ہر شعبے میں بے شمار آداب بجالانے کا درس دیا ہے۔ کیوں کہ آداب زندگی کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت بڑی معراج ہے جس طرح معاشرتی زندگی میں رہنے سہنے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے بولنے کھانے پینے سونے گویا کہ ہر شعبہ کے کچھ نہ کچھ آداب ہیں۔ ایسے ہی اسلامی عبادات کے بھی آداب ہیں لہذا عبادت خواہ بدنی ہو یا مالی ہو اسے ادب و احترام کے ساتھ ہی سرانجام دینا چاہیئے۔ یہ آداب دراصل انسان میں اعلیٰ انسانیت پیدا کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ روزہ رکھ کر روزہ دار کو چاہیئے کہ وہ روزہ ان لوازمات کے ساتھ پورا کرے جو بارگاہِ رب العزت میں شرفِ قبولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔

روزے کا سب سے بڑا ادب تو یہ ہے۔ روزہ میں اپنے تمام اعضاء کو کھانے پینے اور جماع سے روکنے کے ساتھ ہر قسم کی بری حرکات اور ناشائستہ امور سے بچایا جائے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جب روزہ رکھے تو اپنے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ اور جسم کے ہر عضو کا روزہ رکھے بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کا روزہ کچھ بھی فائدہ مند نہیں ہوتا بجز اس کے کہ وہ بھوکے اور پیاسے رہتے ہیں۔

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے تمام اعضاء کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچانا روزہ کا لازمی حصہ ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ بیان فرماتے ہیں کہ روزے کی حقیقت رکنا ہے اور رکنے رہنے کی بہت سی شرائط ہیں مثلاً معدے کو کھانے پینے سے روکے رکھنا آنکھ کو شہوانی نظر سے روکے رکھنا کان کو غیبت سننے زبان کو بے ہودہ اور فتنہ انگیز باتیں کرنے اور جسم کو حکم الہٰی کی مخالفت سے روکے رکھنا روزہ ہے۔ جب بندہ ان تمام شرائط کی پیروی کرے گا۔ تب وہ حقیقتاً روزہ دار ہوگا۔

عوام الناس میں سے اکثر لوگ روزہ کے آداب کی پیروی نہیں کرتے صرف بھوکے رہنے ہی کو بہت بہادری تصور کرتے ہیں وہ روزہ رکھ کر بے شمار ایسے افعال کرتے ہیں جو خلاف شرع ہوتے ہیں لیکن یاد رہے ایسا روزہ رکھنے کا کوئی فائدہ اور مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

آنکھ کا روزہ ہمارے جسم کے ہر عضو سے گناہ سرزد ہوسکتا ہے لہذا ہر عضو کو روزہ میں گناہ سے بچانا ہی اصل روزہ ہے۔ انسانی آنکھ کا گناہ یہ ہے کہ وہ دنیاوی گناہوں کو دیکھ کر ان میں رغبت دلاتی ہے۔ بری نظر سے عورت یا کسی اور کو دیکھنا اچھا نہیں اور خاص کر روزہ رکھ کر عورتوں کو دیکھتے پھرنا بہت ہی برا ہے اور اس طرح روزہ مکروہ ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی روزہ دار کو چاہئے کہ فلم نہ دیکھے اور نہ عریاں تصویریں دیکھے ناچ گانا اور دوسری بری حرکات نہ دیکھے

زبان کا روزہ زبان کا روزہ یہ ہے۔ کہ زبان سے جو گناہ ہوسکتے ہیں ان سے بچے زبان سے انسان بے ہودہ باتیں نہ کرے بلکہ زبان کو یادِ الہٰی میں اور ذکر الہٰی میں مشغول رکھے زبان سے جھوٹی اور لغو باتیں نہ کرے اور زبان کو گالی دینے سے بچائے۔ بعض مالک اپنے نوکروں کو حاکم اپنی رعایا کو افسر اپنے ماتحتوں کو استاد اپنے طالب علموں کو ماں باپ اپنی اولاد کو بے تکلف دوست اپنے

دوستوں کو خواہ مخواہ گالیاں نکا لنے کے عادی ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کے تکیہ کلام کا آغاز ہی گالی سے ہوتا ہے۔ روزہ دار ہو کر ایسا کرنا درست نہیں۔ پھر روزہ رکھ کر کسی کی غیبت بالکل نہ کرنی چاہیئے۔ کیوں کہ یہ فساد کی جڑ ہے۔ لیکن اکثر عورتوں کو غیبت کا مرض ہوتا ہے اور وہ روزہ رکھ کر غیبت کرتی ہیں بہر حال غیبت روزہ کے لیئے نہایت ہی نقصان دہ ہے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ دو عورتوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ رکھا اور ایسا ہوا کہ انہیں اس قدر پیاس لگی، کہ جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ آخر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کھولنے کی اجازت مانگی آپؐ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ انہیں کہو جو کچھ کھایا ہے۔ وہ اس میں قے کر دیں لہذا ان کی قے میں خون اور جمے ہوئے خون کے ٹکڑے تھے۔ لوگوں کو اس پر بے حد تعجب ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ ان دونوں عورتوں نے اس چیز سے روزہ رکھا جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور پھر اس چیز سے توڑ ڈالا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ یعنی غیبت میں مشغول ہو گئیں اس واقعہ سے روزہ دار خواتین کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ کہ کسی حالت میں بھی غیبت کرنا اچھا نہیں حضرت مجاہدؒ کا غیبت کے بارے میں قول ہے کہ غیبت اور جھوٹ روزہ کو خراب کر دیتے ہیں۔ جھوٹ بولنا تو ویسے بھی بہت بڑی لعنت ہے پھر روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا تو اور بھی زیادہ قابلِ افسوس ہے۔ یہ کہاں کا دستور ہے کہ بندہ حاکم کو حاکم بھی مانے مگر اس کے حکم پر عمل بھی نہ کرے۔ روزہ اور جھوٹ دو متضاد چیزیں ہیں جھوٹ کا خاتمہ تو ہم نے روزہ سے حاصل کرنا ہوتا ہے اگر روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولا جائے۔ تو پھر روزہ رکھنے سے کیا حاصل زبان میں جھوٹ کی بجائے صداقت پیدا کرنی چاہیئے پھر دیکھیئے روزے سے انسان کو کتنا سکونِ قلبی میسر آتا ہے۔ روزہ رکھ کر دل آزاری سے بھی باز رہنا چاہیئے کیوں کہ دل آزاری سے دلوں میں بغض پیدا

ہوتی ہے دل آزاری بہت طرح سے ہوتی ہے۔ دوسروں کو الٹے سیدھے ناموں سے پکارنا ان کا تمسخر اور مذاق اڑانا یا تکلیف دینے والا کام کرنا سب دل آزاری کی صورتیں ہیں۔ روزہ رکھ کر ایسا کرنا اچھا نہیں کیوں کہ روزے کا مقصد اللہ کے بندوں کے درمیان ایک دوسرے کی تکالیف کا احساس پیار اور محبت پیدا کرنا ہے اور خاص کر اللہ کے بندوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے دل آزاری کو بہت بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے۔ کالجوں سکولوں کے طلبار اور فیکٹریوں میں کام والے مزدوروں میں یہ وبا عام ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کا خوب تمسخر اڑاتے ہیں اور ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور ایسی فضا پیدا کرتے ہیں کہ ہوائی قلابے کہاں سے کہاں ملا جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ روزہ دار بھی ہوتے ہیں۔ اور ایسا کرنے سے ان کے پیش نظریہ مقصد ہوتا ہے کہ اس طرح ہنسی مذاق سے روزہ آسانی سے بنھ جاتا ہے۔ حالانکہ انہیں جاننا چاہیئے۔ کہ وہ جو کچھ کر رہے ہوتے ہیں وہ صریحاً روزہ کی روح کے خلاف ہے۔ لہذا روزہ رکھ کر جھوٹ غیبت گالی گلوچ اور دوسروں کی دل آزاری وغیرہ کرنے سے روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ہر روزہ دار کو ایسی باتوں سے بچنا چاہیئے۔

لہذا بزرگان دین کے نزدیک زبان کا روزہ یہی ہے کہ زبان کو مندرجہ بالا آفات سے ہر حال میں محفوظ رکھا جائے۔ تب روزہ کے فیوض و برکات اور انوارات حاصل ہو سکیں گے۔

کان کا روزہ کان کا روزہ یہ ہے۔ کہ کان کو بری اور فضول باتوں کے سننے سے محفوظ رکھا جائے کیوں کہ بری باتیں سننے کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ جس سے انسانی خیالات میں گناہوں کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ غیبت نہ سنے جھوٹی باتیں لطیفے گانے اور فحش باتیں نہ سنے کیوں کہ

شریعت میں جن باتوں کا کہنا جائز نہیں انہیں سننا بھی جائز نہیں چنانچہ بری باتوں کے سننے سے بھی اتنا گناہ ہوتا ہے جتنا کہنے سے ہوتا ہے۔

دل کا روزہ دل کا روزہ یہ ہے کہ دل ہر قسم کے برے اور گندے خیالات سے پاک رہے کیوں کہ دل کی حفاظت از حد ضروری ہے کیوں کہ روزہ کا زیادہ دخل تو دل ہی کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ خائن آنکھوں اور دل کے پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے۔ بلکہ میرے خیال کے مطابق روزے کا سارا تعلق ہی انسانی دل سے وابستہ ہے۔ لہذا دل میں ہر طرح سے خلوص ہونا چاہیئے۔ بلکہ خوف خدا ہونا نہایت ضروری ہے۔

جسم کے دوسرے اعضاٗ کا روزہ جسم کے ہر عضو یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کا یہی روزہ ہے کہ ان سے کوئی بھی خلاف شرع فعل سرزد نہ ہو۔ چنانچہ روزہ دار کا ہر فعل دیانت اور صداقت کا نمونہ ہونا چاہیئے زندگی کے معاملات اور لین دین میں ایمانداری سے اپنے فرائض سرانجام دے مگر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ لوگوں نے روزہ بھی رکھا ہوتا ہے لیکن دیانت اور ایمانداری کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے تاجر لوگ اور کارخانہ دار ناپ تول میں کمی کر لیتے ہیں یا کسی خالص میں ناخالص کی ملاوٹ کر بیٹھے ہیں یا کوالٹی (جنس) میں فرق ڈال لیتے ہیں اور گوالے دودھ میں پانی ڈال لیتے ہیں تو ایسا روزہ رکھنے سے انسان کو کیا حاصل ہوگا کیوں کہ اس نے روزہ رکھ کر اسلام کے معاملاتی احکامات کو مدنظر نہیں رکھا اور روزہ میں بد دیانتی سے کام لیا۔ اگر کوئی ایسے روزہ دار کو سمجھانے کی کوشش بھی کرے تو وہ جواب دیتا ہے کہ روزہ اپنی جگہ اور کاروبار اپنی جگہ۔ میں اپنی روٹی نہ کماؤں مگر وہ ناداں اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ اللہ تعالےٰ نے حلال اور ایمانداری سے رزق کمانے کا حکم دیا مگر وہ روزہ رکھ کر بھی امانت اور صداقت سے

کام نہیں لینا اور اپنے پیٹ کو دوزخ سے بھرنے پر تلا ہوا ہے تو جب اس طرح سے روزے رکھنے کے ساتھ اسلام کے دوسرے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جاتا تو پھر روزہ سے کیا مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔

روزہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیئے ایک مثال ذہن میں رکھنی چاہیئے۔ کہ کوئی شخص کسی مالک کا نوکر ہو یا ملازمت کرتا ہو۔ وہ روزانہ حاضر ہو جاتا ہے۔ لیکن حاضر ہونے میں وقت کی پابندی کا خیال نہ رکھتا ہو یا حاضر ہو کر سارا دن ادھر ادھر کی باتوں میں اپنے وقت کا ضیاع کر دے یا حاضر تو ہے لیکن وہ کام سرانجام نہ دے جو مالک نے مقرر کیا ہو۔ اور اپنی مرضی سے جو چاہے کرتا پھرے۔ یا کام تو اس نے کر دیا لیکن اس کا کیا ہوا۔ کام اس معیار پر نہیں ہے جس کا اس کو کہا گیا تھا۔ تو کیا ایسے ملازم سے مالک خوش ہو جائے گا جس نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں محنت مشقت امانت کو مدنظر نہ رکھا ہو چنانچہ مالک یہ سوچنے پر مجبور ہو گا۔ کہ جس مقصد کے لیئے میں نے ملازم کو رکھا تھا۔ وہ اس معیار پر پورا نہیں اترا۔ چنانچہ اس کی سزا یہ ہو گی کہ مالک اس کو ملازمت سے سبکدوش کر دے گا۔ ایسے ہی جو انسان روزہ رکھ کر روزے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرے گا اللہ تعالٰی اس سے ناراض ہو جائیں گے اور موت کے بعد اگلے جہان میں سزا یعنی عذاب پائے گا

مفسدات صوم

اسلامی شرع میں وہ افعال جن سے روزہ نہیں رہتا بلکہ فاسد یا باطل ہو جاتا ہے۔ مفسدات صوم کہلاتے ہیں ہر روزہ دار کو یوں تو علم ہی ہوتا ہے کہ قصداً کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیوں کہ روزہ تو اسی کا نام ہے کہ سحری سے لے کر افطاری تک اپنے آپ کو خوراک اور جماع سے روکا جائے۔ پس جان لیں کہ جو روزہ دار نیتاً روزہ رکھنے کے بعد قصداً کھائے پیئے گا۔ یا اپنی بیوی سے جماع کرے گا اس کا روزہ جاتا رہے گا نہ صرف روزہ ہی جاتا رہے گا۔ بلکہ ایسا کرنے سے وہ گناہ کا مرتکب ہوگا جس کا کفارہ لازم ہے۔

روزہ رکھ کر بلا کسی شرعی عذر اور مجبوری کے قصداً روزہ توڑ دینا نادانی اور بیوقوفی ہے اور جو ایسا کرے سمجھ لیں کہ اس میں ایمان کی پختگی نہیں اہل تقویٰ اور صوفیا کا تو یہی طرز عمل رہا ہے کہ انہوں نے جان دینا قبول کر لیا لیکن کسی حال میں بھی روزہ توڑنا گوارا نہیں کیا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے رمضان کے ایک دن کا روزہ بغیر کسی شرعی عذر کے چھوڑا تو زمانہ بھر کے روزے اس کی قضا نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ رکھ بھی لے یعنی وہ فضیلت جو رمضان میں روزہ رکھنے کی تھی۔ کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی تو جب جان بوجھ کر روزہ نہ رکھنے پر یہ وعید ہے تو روزہ رکھ کر توڑ دینا اس سے بدرجہا برا ہے۔ قصداً کھانے پینے کے علاوہ بہت سی ایسی صورتیں بھی ہو جاتی ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور وہ صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ حقہ اور سگریٹ بعض منچلوں کا خیال ہے کہ حقہ سگریٹ اور تمباکو نوشی سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن شرعٔ حقہ اور سگریٹ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ طالبانِ حق وصداقت کے لئے ان اشیاء کا استعمال تو ویسے بھی عام حالات میں اچھا نہیں۔ چہ جائے کہ روزہ رکھ کر ایسا کیا جائے۔

۲۔ پان یا ذائقہ دار چیز پان یا کوئی اور ذائقہ دار چیز اگرچہ خوراک نہ ہو بعض لوگوں کو منہ میں ڈالے رکھنے کی عادت ہوتی ہے۔ اس طرح پان یا کوئی اور چیز جو منہ میں ڈالی رہے عموماً اس کے ذرات حلق میں چلے جاتے ہیں اس لئے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لہذا روزہ رکھ کر پان وغیرہ منہ میں نہیں رکھا جا سکتا

۳۔ دانتوں سے خون کا نکلنا کلی یا مسواک کرتے وقت اگر دانتوں سے تھوڑی مقدار میں خون نکل آتا ہے اور روزہ دار اسے تھوک دیتا ہے۔ تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ بہت زیادہ مقدار میں دانتوں سے خون نکل کر حلق میں چلا جائے۔ اور روزہ دار کو اس کا مزہ حلق میں محسوس ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۴۔ روزہ رکھ کر دانت نکلوانا روزہ دار کو دانت نہیں نکلوانا چاہیئے۔ کیوں کہ دانت نکلواتے وقت بہت سا خون خارج ہوتا ہو رہ جو بڑی احتیاط کے باوجود بھی حلق میں چلا جاتا ہے۔ تو اس طرح خون کے اندر جانے سے روزہ ختم ہو جاتا ہے۔ اگر دانت خود بخود ٹوٹ جائے اور دانتوں سے خون بہنے لگے۔ تو ہر ممکن سے احتیاط کرے کہ خون کو تھوک دیوے اور اپنے اندر حلق میں نہ جانے دیوے تو اس طرح سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۵۔ کان میں پانی ڈالنا اگر کوئی روزہ دار خود اپنے کان میں پانی ڈال لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ ایسا کرنے نقصان دہ

ہے اور روزہ دار نے خود کان میں پانی ڈالا اس لئے اس کے اپنے فعل سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ البتہ نہر میں نہاتے ہوئے یا کسی اور طریقے سے خود بخود پانی کان کے اندر چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۶۔ کان میں دوائی یا تیل ڈالنا کان میں درد ہو تو کوئی روزہ دار درد کے لئے بطور دوا کوئی دوائی یا تیل ڈالے تو بھی روزہ جاتا رہے گا۔ لیکن بعض آئمہ کے نزدیک اس طرح روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۷۔ قے قے کی دو صورتیں ہیں قے کی پہلی صورت وہ ہے جس میں کوئی آدمی قصداً قے کرے تو اس طرح روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر قے خود بخود آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ کسی نے قصداً قے کی مگر منہ بھر کر نہ تھی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ بلا اختیار قے ہو جائے اور منہ بھر کر نہ ہو۔ کچھ حصہ لوٹ کر اندر چلا جائے، یا کوئی خود لوٹا لے تو اس طرح روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۸۔ انجکشن لگوانا روزہ میں انجکشن لگوانے کے بارے میں فقہا اور علماء میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ ٹیکہ کے ذریعہ چونکہ خوراک جسم کے اندر نہیں جاتی ہے اس لئے روزہ نہیں ٹوٹتا اور بعض کہتے ہیں کہ ٹیکہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے میرے خیال کے مطابق ٹیکہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیوں کہ ہر ٹیکہ جسم میں مدافعتی قوت کا کام دیتا ہے۔ اس لئے ٹیکہ سے روزہ نہیں رہتا لہذا روزہ میں ٹیکہ نہ لگوایا جائے۔ البتہ حالتِ مجبوری میں اگر ٹیکہ لگوانا پڑے تو اس کی قضا لازم آئے گی۔

۹۔ زخم پر دوائی لگانا زخم اگر جلد کے اوپر ہی ہو دماغ یا پیٹ میں گہرا نہ ہو۔ تو اس پر دوائی لگائی جا سکتی ہے لیکن اگر زخم گہرا ہو اور دوائی کسی ورید یا شریان میں چلی جائے تو روزہ جاتا رہے گا۔

۱۰۔ سوتے میں کسی چیز کا اندر چلا جانا | سوتے وقت کسی آدمی کا منہ کھلا ہو تو اس کے گلے میں کوئی پانی ڈال دے۔ یا بارش کا پانی یا اولا وغیرہ اندر چلا جائے تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزہ ٹوٹنے یا توڑنے کی مندرجہ بالا صورتوں کے علاوہ اور بھی بہت صورتیں ہیں۔ لیکن ان تمام صورتوں میں کفارہ اور قضا یا صرف قضا لازم ہوگی۔ اور اس کے مفصل احکامات بیان کیے جاتے ہیں۔

صرف قضا کی صورتیں

اسلامی عبادات کو سرانجام دینے میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو بہت سی سہولتیں دی ہیں۔ خاص کر رمضان المبارک کے روزوں کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ رعایت دی ہے۔ کہ روزہ رکھ کر غیرارادی طور پر یا کسی شرعی عذر کی بنا پر روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اسے رمضان المبارک کے بعد پورا کر لیا جائے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی اپنے بندوں پر خاص شفقت ہے کہ رمضان المبارک کے بعد چھوڑے ہوئے روزوں کو پورا کرنا قضا کہلاتا ہے۔

روزہ ٹوٹنے کی مختلف صورتیں ہیں جن میں پہلی صورت وہ ہے جس میں روزہ بلاقصد خود بخود ٹوٹ جاتا ہے۔ یا کسی شرعی عذر یعنی بیماری سفر حیض وغیرہ کی بنا پر

خود روزہ توڑنا یا چھوڑنا پڑتا ہے

روزہ ٹوٹنے کی دوسری صورت ارادہ کے بغیر کسی شبہ یا غلطی کی بنا ہے اور روزہ ٹوٹنے کی تیسری صورت کسی کا زبردستی روزہ توڑنا ہے۔ ان تمام صورتوں میں روزہ کی قضا لازم آئے گی۔ اور جس شخص کا روزہ ٹوٹ گیا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رمضان المبارک کے بعد اس روزہ کو پورا کرے۔ شریعت اسلامیہ میں بعض مخصوص حالات میں سہولتیں تو ضرور دی گئی ہیں۔ لیکن شریعت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے احکامات پر بہر صورت کسی نہ کسی طرح عمل ضرور ہو جائے کیوں کہ رضائے الٰہی کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ اللہ کی اطاعت اور بندگی میں مصروف رہے۔ جن صورتوں میں قضا لازم آتی ہے۔ مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ **پانی کا حلق سے نیچے اتر جانا** کلی کرتے ہوئے یا غسل کرتے ہوئے منہ میں پانی ڈالا لیکن وہ غیر ارادی طور پر حلق سے نیچے اتر گیا اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم آئے گی۔

۲۔ **ذائقہ چکھنے سے چیز کا حلق سے نیچے چلے جانا** اگر کوئی بحالت مجبوری کسی چیز کا ذائقہ چکھتا ہے۔ اور چیز کو تھوک دیتا ہے لیکن تھوڑی بہت چیز حلق سے نیچے اتر کر پیٹ میں چلی جائے تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور قضا ادا کرنا پڑے گی۔

۳۔ **حادثہ کا پیش آنا** اتفاق سے اگر کسی کو حادثہ درپیش آجاتا ہے تو اس کے منہ میں لوگ پانی ڈالتے ہیں یا کوئی اور دوائی وغیرہ یا کوئی شخص بے ہوش ہو جاتا ہے تو لوگ اس کے منہ میں پانی ڈالتے ہیں تو اس طرح سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور بعد ازاں صرف قضا کا روزہ رکھنا پڑیگا

۴۔ گمان کرنا کہ روزہ ٹوٹ گیا بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ لوگ بھول کر کھا پی لیتے ہیں یا احتلام ہو جائے یا قے وغیرہ آجائے تو ان حالات میں یہ گمان کر لیا جائے کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اور کھانا پینا شروع کر دیا تو اس صورت میں قضا لازم آئے گی حالانکہ ان حالات میں روزہ نہ ٹوٹا تھا۔

۵۔ دیر تک سحری کھاتے رہنا ایسے علاقے یہاں پر سحری کا وقت ختم ہونے کا پتہ نہیں چلتا یا موسم ابر آلود ہونے کی صورت میں یا اندر بیٹھے ہوئے دیر تک سحری کھائی جائے اور خیال کیا جائے کہ صبح نہیں ہوئی حالانکہ صبح ہو گئی ہو تو اس صورت میں روزہ نہ ہوگا۔ تو اس روزہ کے بدلے میں قضا کا روزہ رکھنا ضروری ہے۔

۶۔ وقت سے قبل روزہ افطار کر لینا ایسے ہی اگر کہیں روزہ افطار کرنے کے وقت کا پتہ نہ چلے اور بادل چھائے ہوئے ہوں پہاڑی علاقوں میں عموماً ہو جاتا ہے تو خیال کیا کہ غروب آفتاب ہو گیا ہے۔ اور روزہ افطار کر لیا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ روزے کا وقت نہیں ہوا تھا یا سورج ظاہر ہو گیا تو اس صورت میں قضا ادا کرنی پڑے گی۔

۷۔ نفلی روزے کی قضا رمضان المبارک کے علاوہ اگر کوئی نفلی روزہ ٹوٹ جائے تو اس کی بھی قضا ادا کرنا ضروری ہے۔

۸۔ انزالی کیفیت روزہ دار اگر عورت کے پاس بیٹھا تھا نفسانی خواہشات کے غلبہ سے انزالی کیفیت ہو گئی یا عورت کو چھونے اور بوسہ لینے سے انزال ہو گیا یا کسی خوبصورت صورت کو دیکھنے یا فلم بینی سے انزالی کیفیت ہو گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا تو روزہ کی قضا پوری کرنا ضروری ہے۔

۹۔ جبری روزہ تڑوانا کسی شخص نے مجبوراً کسی جابر کے کہنے پر روزہ توڑا تو ایسی صورت میں روزہ کی قضا ادا کرنا پڑے گی۔ کیوں کہ بعض غیر مسلم جابر یا کوئی ظالم زبردستی کسی شخص کا روزہ توڑنے کے لئے کہے تو اس صورت میں جان بچانے کے لئے عام مسلمان کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ روزہ توڑے اور بعد میں قضا پوری کرے۔ لیکن صوفیا ایسا نہیں کرتے۔ کیوں کہ حق اور باطل کی ٹکر میں جبر کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ روزہ ٹوٹنے کی صورتیں کسی تکلیف کے باعث حقنہ استعمال کیا ناک میں دوائی چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا۔ تو ان صورتوں میں صرف قضا لازم آئے گی۔

قضا روزے رکھنے کے مسائل وہ روزے جن کی قضا ادا کرنا شرعی طور پر لازم ہے یا ایسے روزے جو رمضان المبارک میں نہ رکھے ہوں۔ تو ان کو آئندہ رمضان تک سال کے اندر پورا کر لینا چاہیئے۔

قضا کے روزے رکھتے وقت یہ بات محلوظ خاطر رکھنی چاہیئے کہ نصف شعبان سے پہلے پہلے روزے رکھ لئے جائیں تاکہ شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے کے باعث کہیں کمزوری ہونے کی وجہ سے فرض روزے رہ جائیں

نفلی اور قضا روزے رکھنے سے پہلے بیوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند سے اجازت لے تاکہ شوہر کے دل میں بیوی کے لئے ناگواری پیدا نہ ہو۔ کیوں کہ شریعت میں یہ بات پسند نہیں کی گئی کہ بیوی کا کوئی فعل شوہر کے لئے ناپسندیدہ بنے۔ اس اجازت کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت کے لئے یہ بات حلال

نہیں کہ اس کا شوہر گھر پر موجود ہو، اور وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور اس
کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کو اس کے گھر میں آنے کی اجازت دے
سوائے اس شخص کے جس کی خاوند نے اجازت دے رکھی ہو (مشکوٰۃ)

حیض والی عورت سے حیض کی وجہ سے جو روزے قضا ہوئے ہوں اسے
چاہیئے کہ وہ بھی رمضان کے بعد قضا روزے رکھ لے کیوں کہ ایک تابعی خاتون
معاذت عدویہ رح بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رض سے عرض
کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ ایک حائضہ عورت ایام حیض میں جو روزے چھوڑتی ہے
ان کی قضا تو وہ ادا کرتی ہے لیکن جو نمازیں چھوڑتی ہے۔ ان کی قضا ادا نہیں کرتی۔

حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ ہم پر جب یہ حالت گزرتی تھی تو ہمیں یہ حکم
دیا جاتا تھا۔ کہ ہم روزوں کی قضا پوری کریں، لیکن یہ حکم نہیں دیا جاتا تھا۔
ہم نمازوں کی قضا بھی ادا کریں۔ (مسلم)

کفارہ اور قضا

رمضان المبارک کی عظمت اور اہمیت کے پیش نظر قصداً روزہ توڑنے کی سزا کفارہ ہے۔ کفارہ سے مراد وہ زائد عمل ہے۔ جو کسی شرعی حکم کے توڑنے کے بدلہ میں بطور تنبیہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ اگر کسی شرعی حکم کو توڑنے کے بدل میں مقرر کفارہ ادا نہ کیا جائے تو اس گناہ کی سزا آخرت میں ملے گی۔ ایسے افراد جن پر روزہ فرض ہے اگر وہ رمضان المبارک میں روزہ رکھ کر قصداً بلا کسی شرعی عذر کے روزہ توڑ دیں تو ان پر قضا اور کفارہ لازم آئے گا۔ مگر فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزہ توڑنے پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ روزہ توڑنے کا کفارہ اس لیے رکھا گیا ہے تاکہ روزہ کی حرمت قائم رہے۔ اگر رمضان المبارک کے روزہ توڑنے کی سزا یعنی کفارہ نہ رکھا جاتا تو روزہ دار روزہ توڑنے کے فعل کو معمولی جانتا اور جب دل چاہتا روزہ توڑ لیتا اس طرح سے اللہ کا حکم اور رمضان المبارک کا وقار مجروح ہوتا۔ چنانچہ روزہ کی حرمت قائم رکھنے کے لیے شریعت اسلامیہ میں روزہ توڑنے کا ہرجانہ کفارہ رکھا گیا ہے۔

قصداً روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ روزہ توڑنے والا ایک غلام یا خادمہ آزاد کروائے لیکن آجکل غلام رکھنے کا رواج ختم ہو چکا ہے لہذا ایسا کرنا ممکن نہیں البتہ جہاں غلام ہوں تو وہاں غلام آزاد کرایا جا سکتا ہے۔ غلام آزاد نہ کرانے کی صورت میں کفارہ ادا کرنے کا دوسرا طریقہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہے

دو مہینے کے مسلسل روزوں میں کوئی ناغہ نہ ہونا چاہیئے اگر کوئی ناغہ ہوگیا تو روزے پھر شروع سے رکھنے پڑیں گے۔ کفارہ کی تیسری صورت یہ ہے اگر کفارہ ادا کرنے والا روزے نہیں رکھنا چاہتا یا اس میں روزے رکھنے کی صلاحیت نہیں تو اسے چاہیئے کہ وہ دو وقت ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ کھانا ساٹھ آدمیوں کو ایک وقت میں یا ایک مسکین کو ۶۰ دن تک دو وقت کا کھانا کھلایا جا سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ایک بار ہی کھانا کھلایا جائے۔ کھانا کھلانے کا مطلب یہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے۔

ایک ہی رمضان المبارک میں اگر دو روزے توڑے ہوں اور پہلے روزے کا کفارہ ادا نہ کیا ہو۔ تو ایک ہی مرتبہ کفارہ ادا ہو جائے گا۔ اگر دو رمضان المبارک میں علیحدہ علیحدہ دو مرتبہ روزہ توڑا ہو تو دو مرتبہ کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

کفارہ کے روزے رکھتے ہوئے عورت کے لئے اسلامی شریعت میں رعایت رکھی گئی ہے کہ روزے رکھتے ہوئے اگر اسے حیض آ جائے جس کی بنا پر وہ روزہ نہیں رکھ سکتی تو سلسلہ منقطع ہونے پر وہ اس سے آگے گنتی کو پورا کرے گی۔ ورنہ قصداً ناغے کی صورت میں روزے از سر نو شروع کرنے پڑیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہلاک ہو گیا آپؐ نے پوچھا کیا ہوا اس نے کہا میں نے روزہ حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی غلام ہے۔ اس کو آزاد کر دے اس نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا تو اتنی طاقت رکھتا ہے کہ مسلسل دو مہینے کے روزے رکھ سکے اس نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور رسول پاکؐ

بھی خاموش بیٹھ گئے۔ غرض ہم اسی طرح بیٹھے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں کا لایا گیا آپؐ نے پوچھا سائل کہاں ہے اس نے کہا میں حاضر ہوں آپؐ نے فرمایا اس کو لے جا اور خیرات کر دے اس نے کہا یا رسول اللہ! کیا اس شخص کو خیرات دوں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو قسم ہے خدا کی۔ مدینہ کی دونوں طرفوں میں کوئی گھر والا میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں اور پھر فرمایا کھلا اپنے گھر والوں کو۔ (مشکوٰۃ شریف باب تنزیہ الصوم)

اس حدیث میں قصداً روزہ توڑنے پر کفارہ کے مسئلے پر روشنی پڑتی ہے۔ جس کا ذکر اوپر کر دیا ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر روزہ توڑنے والا نہ غلام آزاد کر سکتا ہو اور نہ ساٹھ روزے رکھ سکتا ہو اور نہ ہی مسکینوں کو کھلا سکتا ہو تو اس کے لئے یہی حکم ہے کہ صاحب ثروت اس کی جگہ پر مدد کرے اور اگر کوئی مدد نہ کرے تو اسلامی بیت المال میں سے اس کے کفارے کا بندوبست کیا جائے

روزہ توڑنے کی وہ صورتیں جن میں کفارہ ادا کرنا ضروری ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں

روزہ میں کھانا پینا روزہ کے منافی ہے لہذا غذا یا دوا یا کوئی اور چیز جو جسم کے لئے نفع بخش ہو۔ اسے جسم کے اندر پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کفارہ عائد ہو گا۔ یاد رہے کہ قصداً ان اشیاء کے استعمال سے انسان کو لذت آئے اور طبیعت میں میلان ہو تو لہذا حقہ سگرٹ تمباکو نوشی سے بھی کفارہ لازم آئیگا

بعض عورتوں کو ملتانی مٹی جسے عموماً گاچی کہا جاتا ہے کھانے کی عادت ہوتی ہے لہذا اگر کوئی روزہ دار عورت گاچی وغیرہ کھائے تو روزہ ٹوٹ جائیگا تو اس صورت میں کفارہ لازم آئیگا روزہ دار کو ایسی حرکت کرے جسے اسے گمان پیدا ہو جائے کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے حالانکہ اس سے روزہ نہ ٹوٹا ہو تو اس طرح روزہ ٹوٹنے کے

گمان میں قصداً کھا پی لے یا ایسا فعل کرے جس سے واقعی روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اس سلسلہ میں روزہ کی قضاء اور کفارہ دونوں لازم آئیں گے۔

قصداً مباشرت کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور کفارہ لازم آئے گا رمضان کا مہینہ ہے خاوند روزے سے ہے۔ بیوی کا بھی روزہ ہے۔ یا دونوں میں سے کسی ایک کا روزہ تھا۔ خلوت گاہ میں بیٹھے تھے۔ اچانک نفسانی خواہشات کے بھوت کا غلبہ ہو گیا۔ میاں اور بیوی نے جذبات کی رو میں مباشرت کر لی انزال ہو گیا تو دونوں کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور دونوں پر قضا اور کفارہ واجب ہو گا۔ مباشرت کے علاوہ اگر کوئی غیر فطری فعل کرتا ہے یا کسی اور طریقے سے اپنے نفس کی پیاس بجھاتا ہے تو اس کا روزہ بھی ٹوٹ جائے گا۔ اور اس پر قضا اور کفارہ واجب ہو گا۔

عورت غافل سو رہی تھی یا بے ہوش پڑی تھی اور مرد نے اس سے جماع کر لیا تو مرد پر قضا اور کفارہ دونوں واجب آئیں گے۔

شرائط قضا و کفارہ وہ شرائط جن کی رو سے روزہ ٹوٹنے سے قضا اور کفارہ واجب ہوتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ قضا اور کفارہ صرف رمضان المبارک کے روزہ کا ہوتا ہے۔ رمضان کے علاوہ کسی اور روزہ کے توڑنے کا کفارہ واجب نہیں ہونا چاہے غلطی سے روزہ ٹوٹ جائے یا کوئی قصداً روزہ توڑے۔

۲۔ کفارے کے وجوب کی دوسری شرائط روزہ کا قصداً توڑنا ہے کسی شرعی عذر یا بھول کر روزہ توڑنے سے کفارہ واجب نہ ہو گا۔ بلکہ صرف قضا لازم ہو گی۔

۳۔ روزہ توڑنے والی اشیا کا کھانا پینا انسان کا اختیاری فعل ہو۔ اور اگر مجبوراً روزہ توڑا گیا تو کفارہ واجب نہیں صرف قضا واجب ہے۔

۴۔ کھانے پینے والی چیز یا پیٹ کے اندر جانے والی چیز منہ کے راستے گئی ہو پس کوئی کان یا آنکھ کے راستے جسم میں داخل نہ کی گئی تو اس صورت میں روزہ ٹوٹنے کا کفارہ واجب ہوگا۔

۵۔ روزہ توڑنے کے ارادہ سے ابھی کھانا شروع کیا ہی تھا اور کھانے والی چیز معدے میں نہ پہنچی تھی اور اسے نکال دیا۔ بلکہ حلق ہی میں تھی نیت میں آیا کہ روزہ توڑنا بہت بری چیز ہے۔ اس سے روزہ تو ٹوٹ جائے گا کیونکہ خوراک جسم میں داخل ہو چکی ہے لیکن کفارہ واجب نہیں بلکہ قضا واجب ہوگی۔

۶۔ کفارہ کے وجوب کی یہ بھی شرط ہے کہ روزہ دار کو علم ہو کہ اسلام میں قصداً بلا عذر شرعی روزہ توڑنا حرام ہے۔ تو اسے روزہ توڑنے پر کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ نہ جانتا ہو کہ روزہ توڑنا حرام ہے لیکن اس نے ارادۃً روزہ توڑ لیا تو اس پر کفارہ واجب نہیں۔

۷۔ رمضان کا قضا روزہ رکھا یا کفارے کے روزے رکھ رہا تھا۔ لیکن قصداً روزہ توڑ لیا تو ایسا روزہ توڑنے کے دوبارہ کفارہ واجب نہ ہوگا۔

۸۔ جن لوگوں کے روزہ میں شرائط وجوب نہ پائی جائیں تو انہیں روزہ توڑنے سے بھی کفارہ واجب نہ ہوگا۔ مثلاً مسافر کا روزہ نابالغ بچے کا روزہ حیض و نفاس والی عورتوں کا روزہ۔

۹۔ کسی شبہ کی بنیاد پر اگر کوئی اپنا روزہ فاسد کردے تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔

۱۰۔ اگر کوئی چیز خود بخود پیٹ میں پہنچ جائے یا اس کے نفع بخش ہونے کا خیال نہ ہو یا کوئی ایسا فعل کیا جائے جس سے نفسانی لذت مقصود نہ ہو تو اس صورت میں روزہ ٹوٹنے پر صرف قضا واجب ہوگی کفارہ لازم نہ آئے گا۔

روزہ میں میاں بیوی کے نفسانی تعلقات کی حدود

روزوں میں بیوی سے میل جول کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے روزہ افطار کرنے سے سحری تک اللہ تعالے نے ازدواجی تعلقات کو جائز قرار دیا ہے۔ اور روزہ رکھنے سے شام افطار تک مباشرت کو ناجائز قرار دیا ہے اور ہر روزہ دار کے لیئے ان حدود اللہ کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالے نے میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات کی جو اجازت دی وہ اس طرح ہے کہ:-

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ط هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ج فَالْـَٔـٰنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ

(پارہ ۲ سورت البقرہ آیت ۱۸۷)

روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ تعالے جان گیا۔ بے شک تم اپنے ساتھ خیانت کرتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا۔ پس ان سے صحبت کرو اور اللہ نے تمہارے لیے جو لکھا ہے اسے تلاش کرو۔

پیارے رسول کی پیاری امت کے لیئے اللہ تعالے نے قدم قدم پر آسانیاں پیدا کی ہیں ابتدائے اسلام میں صحابہؓ پورے رمضان کے مہینہ میں عورتوں کے پاس مباشرت کے لیئے نہ جاتے۔ صرف افطار سے لے کر عشا تک کھانا پینا اور عورتوں سے جماع کرنا حلال تھا لیکن افطار سے لے کر رات بھر

صبح صادق تک کھانے پینے کی اجازت مل گئی تو ان آیات کے ذریعہ سے اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت کی بھی اجازت ہو گئی اور یہ اللہ تعالیٰ کی فیاضی ہے کہ امت مسلمہ کے لئے کس قدر آسانی کر دی جو سابقہ شریعتوں میں نہ تھی۔

عورت مرد کا لباس ہے۔ اور مرد عورت کا لباس اور زینت ہے یعنی مرد اور عورت میں خفیہ راز ہوتا ہے کیوں کہ مرد اور عورت کا آپس میں اتنا قریبی تعلق ہوتا ہے جتنا انسان کے جسم کے ساتھ لباس کا تعلق ہوتا ہے اسی لئے ایک دوسرے کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے۔

روزہ افطاری سے لے کر سحری تک جو مسلمان اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنا چاہیں وہ رمضان المبارک میں کر سکتے ہیں۔ اور جو حضرات تقویٰ اور مجاہدہ کی خاطر نہ کرنا چاہیں تو نہ کریں ان پر بھی کوئی حرج نہیں حتیٰ کہ عوام الناس کو یہاں تک آسانی دی گئی ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ سونے کے بعد حالت جنابت میں غسل نہ سکے تو حالت جنابت میں روزہ رکھ لے اور بعد ازاں نہا لے۔

روزہ کی حالت میں بیوی کے پاس جسمانی قربت اور پیار محبت کے لئے بیٹھنا ایک نہایت ہی نازک مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کا حل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتا ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ایک روزہ دار کے لئے اپنی بیوی کے ساتھ ملنے جلنے کی اجازت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دے دی پھر ایک دوسرا شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بھی وہی بات پوچھی تو آپؐ نے اسے منع کر دیا جس شخص کو آپؐ نے اجازت دی وہ سن رسیدہ آدمی تھا اور جس کو منع کیا وہ جوان تھا۔

اس حدیث سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ایسے لوگ جو اپنے

شہوانی جذبات کو قابو رکھ سکتے ہوں وہ روزہ کی حالت میں بیوی کے پاس بیٹھ سکتے ہیں پیار محبت کی باتیں کر سکتے ہیں ایک دوسرے کے جسم کو بھی چھو سکتے ہیں۔ بوسہ بھی لے سکتے ہیں لیکن اس کے برعکس وہ آدمی جو بیوی کے پاس قربت میں بیٹھ کر اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکتے ہوں اور اس بات کا امکان ہو کہ وہ بیوی سے جماع کیئے بغیر نہ رہ سکیں گے تو ان کیلئے بیوی سے اختلاط سے احتیاط برتنا ضروری ہے۔ البتہ بیوی کے پاس ویسے گھر میں بیٹھے اٹھتے باتیں وغیرہ کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔

صوفیا اور اہل تقویٰ کے خیال کے مطابق اہل خانہ کی صحبت اور جذباتی قربت سے بالکل پرہیز کرنا چاہیئے ہنسی مذاق اور دل لگی کی باتیں وغیرہ نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ روزہ رکھ کر زیادہ سے زیادہ یاد الٰہی میں مصروف رہنا چاہیئے اس طرح سے نفس کو زیادہ پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

روزہ نہ ٹوٹنے کی صورتیں

چند کام ایسے ہیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیوں کہ وہ روزہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتے اس لیئے ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

۱۔ بھول کر کھانا پینا حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو روزہ دار بھولے سے کھا پی لے تو ایسے چاہیئے کہ اپنا روزہ پورا کرے کیوں کہ دراصل اللہ تعالےٰ نے اسے کھلایا پلایا اس حدیث پاک کی رو سے معلوم ہوا کہ بھولے سے روزہ توڑنے والی کوئی کام کر بیٹھے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ کیونکہ روزہ میں دانستہ غلطی سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب کوئی بھولے سے روزہ میں کھا رہا ہو۔ تو جب روزہ یاد آ جائے تو اسی وقت کھانے پینے سے اپنا ہاتھ روک لینا چاہیئے۔ یاد آنے کے بعد اگر ایک ذرہ بھر کھا لے پیئے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

کسی کے بتانے پر اگر روزہ دار نے آواز نہ سنی کھاتا چلا گیا تو اس پر کچھ نہیں اور اگر سن لیا پھر بھی کھانا ترک نہ کیا تو قضا لازم ہوگی۔

۲۔ خود بخود قے آ جانا حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کو خود بخود قے آ جائے اس حالت میں کہ وہ روزے سے ہو تو اس پر قضا لازم اور جو شخص عمداً قے کرے اسے چاہیئے کہ قضا ادا کرے (ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات روزہ دار کے پیٹ میں خرابی پڑ جاتی ہے۔ اور یکدم قے آجاتی ہے۔ تو اس طرح قے آنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ البتہ کوئی خود ارادتاً قے کرے تو اس پر روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اور قضا ادا کرنا پڑیگی۔

۳۔ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے عرض کی کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے کیا میں روزے کی حالت میں سرمہ لگالوں آپؐ نے فرمایا۔ ہاں لگالو۔

اس حدیث کی رو سے آنکھوں میں سرمہ لگانا جائز ہے۔ خواہ کوئی تکلیف کے علاوہ خوشنمائی ہی کے لئے کیوں نہ لگائے۔

۴۔ روزے میں نہانا اور سر پہ پانی ڈالنا ایک صحابی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرج یعنی مدینے کے نزدیک ایک مقام پر دیکھا کہ آپ سر پہ پانی ڈال رہے ہیں۔ اور اس وقت آپؐ روزے سے تھے۔ پیاس کی وجہ سے یا گرمی کی شدت سے۔ (ابوداؤد)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرمیوں میں روزہ کی شدت پورے عروج پر ہوتی ہے اس لئے گرمی کی شدت کم کرنے کیلئے کپڑا گیلا کر کے سر پر رکھ لینا یا سر پہ پانی ڈالنا یا نہا لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

۵۔ خوشبو سونگھنا خوشبو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خوشبو خواہ کسی چیز کی ہو پھول کی ہو مشک عنبر یا عطر وغیرہ ہو۔

۶۔ بالوں اور جسم پر تیل لگانا جسم پر تیل کی مالش کرنا اور بالوں میں تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۷۔ احتلام سے روزے کا نہ ٹوٹنا

بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ سحری کھا کر سو جاتے ہیں یا گرمیوں کے موسم میں عموماً دوپہر کو آرام کر لیتے ہیں لہٰذا روزہ رکھ کر اگر کسی کو احتلام ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ اس کے لئے غسل کرنا لازمی ہے۔ احتلام سے روزے کا نہ ٹوٹنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے اخذ کیا جاتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ احتلام سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

۸۔ تین چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ پچھ لگوانا۔ قے کا آنا اور احتلام ہو جانا۔

۹۔ روزے کی حالت میں مسواک کرنا

روزے کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے۔ مسواک چاہے خشک لکڑی یا تر لکڑی کی ہو۔ اس کی سند ہمیں حضرت عامر بن ربیعہ کی اس حدیث سے ملتی ہے کہ جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے بے شمار دفعہ دیکھا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

۱۰۔ تھوک نگلنا

منہ کا تھوک وغیرہ اندر چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۱۱۔ دانتوں کے درمیان بچی ہوئی چیز کا حکم

دانتوں کے درمیان غذا یا گوشت کا ریشہ یا چھالیہ وغیرہ کا ٹکڑا رہ گیا ہو اس کا بہتر حل تو یہی ہے کہ نکال کر پھینک دیا جائے اگر وہ اندر ہی چلا جائے اور بالکل معمولی مقدار میں ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۱۲۔ گلے کے اندر کسی چیز کا چلا جانا روزے میں حلق کے اندر بے اختیار مکھی وغیرہ چلی جائے۔ تو روزہ فاسد نہیں ہوتا اور یکدم باہر تھوک دے البتہ گرد و غبار یا دھواں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ سوائے اس کے کہ کوئی چیز قصداً نہ پہنچائی جائے آٹا پیسنے کی چکی کا غبار ہی کیوں نہ ہو

۱۳۔ مسواک کا خون مسواک کرنے سے دانتوں سے خون نکل آیا جو نہی منہ سے خون نکل آئے اور تھوک کے ساتھ اندر چلا جائے اگر خون کی مقدار کم ہو۔ اور حلق میں ذائقہ معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۱۴۔ روزے کی حالت میں بیوی سے میل جول روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کے پاس بیٹھنے اٹھنے اسے گلے لگانے یا بوسہ وغیرہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ انزال نہ ہو۔ جس کے بارے میں مفصل احکامات بیان کئے جا چکے ہیں۔

شرعی عذرات

شریعت اسلامیہ کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے قوانین اور اصولی ضابطوں میں یکسانیت اور جاوُدانیت ہے جس کی بنا پر ان کا اطلاق طلوع اسلام سے لے کر تا قیامت اس خطہ ارضی کے رہنے والے ہر دور کے انسانوں کے لیئے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ اس دین کے معاملاتی قوانین اور عباداتی اصولوں میں خاص حالات اور وجوہات کی بنا پر مستثنیٰ صورتیں ہیں اور کئی ایک آسانیاں ہیں جن کی بنا پر ہر انسان کے لیئے عمل پیرا ہونا نہایت ہی آسان ہے۔

رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کے سلسلے میں بہت سی شرعی سہولتیں ہیں جنہیں شرعی عذرات کہا جاتا ہے جنکی بنا پر وقتی طور پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے لیکن اس طرح قضا کیئے ہوئے روزے سال بھر میں رکھنے کی اجازت ہے۔ وہ شرعی عذرات جن کی بنا پر روزہ قضا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں

بیماری۔ بیماری کی حالت میں اسلام نے مسلمان کو روزہ نہ رکھنے کی سہولت دی ہے اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا ہے کہ جب بیماری ختم ہو جائے تو روزوں کی قضا کو پورا کر لو یا فدیہ دے دو۔ معمولی بیماری کی صورت میں تو روزہ رکھنا چاہیئے مثلاً معمولی سر درد یا طبیعت خراب یا نزلہ زکام کی وجہ سے روزہ نہیں چھوڑنا چاہیئے اس کے علاوہ اگر انسان معمولی سا بیمار ہو مگر بیماری کے بڑھنے اور شدت اختیار کرنے کا خدشہ ہو تو روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اکثر بیمار کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی بیماری کس

نوعیت کی ہے یا کوئی مسلم طبیب یا ڈاکٹر روزہ نہ رکھنے کی تلقین کردے تو روزہ نہ رکھے۔ ایک ایسا شخص جو بیمار تو نہیں مگر اسے یقین ہے کہ اگر وہ روزہ رکھے تو بیمار ہو جائے گا تو ایسی صورت میں بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

بعض بیماریاں ایسی ہیں جو انسان سالہا سال اس میں مبتلا رہتا ہے اور اگر اس صورت میں روزہ رکھے تو مرض یکدم شدت اختیار کر کے جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایسی بیماریوں میں مریض روزہ نہیں رکھ سکتا اگر روزہ رکھے تو بیماری کے یکدم حملہ کا خدشہ ہوتا ہے تو اس صورت میں اس مریض کے لئے سہولت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔ قرآن پاک میں بیماری کی حالت میں روزہ کے بارے میں جو سہولت دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۚ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○

(پارہ ۲ سورۃ ۲ البقرہ آیت ۱۸۴)

تم میں سے جو کوئی مریض یا مسافر ہو تو اتنے دنوں کو بعد میں پورا کرے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ فدیہ دے دیں یعنی مسکین کا کھانا پس جو اپنی مرضی سے زیادہ بھلائی کرے پس وہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

یہاں یہی بات بتائی گئی ہے کہ مرض اور سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھ سکتا تو نہ رکھے لیکن بعد میں جتنے روزے مرض کی وجہ سے چھوڑے ہوں پورے کرے اگر بیماری ایسی ہے کہ روزہ نہیں رکھا جا سکتا تو اس صورت میں فدیہ دے دیا جائے اسی آیت کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خواہ مخواہ بیماری کا بہانہ نہ بنا

کر روزہ نہ رکھنا اچھی بات نہیں بلکہ کوشش کرنے سے روزہ رکھ سکتا ہو تو روزہ رکھنا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ روزے کا اجر بے پناہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اس کے اجر کی حقیقت جان جاؤ تو روزہ رکھ لینا ہی سب سے بہتر ہے۔

مسائل فدیہ بیماری یا بڑھاپے کے باعث جن میں روزہ رکھنے کی سکت نہ رہی ہو تو وہ ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین یا محتاج کو فدیہ ادا کر دیں۔ اور فدیہ کھانا کھلانا ہے۔ البتہ فقہا نے کھانا کھلانے کے بدلے میں غلہ یا قیمت دینے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

کھانا دونوں وقت یعنی صبح شام کھلایا جائے اور کھانا ایسا کھلائے جیسا کہ خود کھاتا ہو خود اچھا کھانا اور فدیہ میں گھٹیا کھانا دینا اچھا نہیں۔

کسی مرنے والے کے قضا روزوں کے بدلے میں بھی فدیہ دیا جاسکتا ہے

۲۔ سفر وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (پارہ ۲ سورت بقرہ آیت ۱۸۵)

اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں کے رکھے اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر تنگی نہیں چاہتا تاکہ تم گنتی کو پورا کرلو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر گزار ہو۔

قرآن پاک کی اس آیت کی رو سے انسان کو یہ سہولت دی گئی ہے۔ کہ سفر میں روزہ نہ رکھیں اور بعد میں اتنی گنتی کو پورا کر لیا جائے۔ مگر حدیث سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے۔ کہ سفر میں اگر روزہ رکھ لیا جائے تو بہتر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت حمزہؓ نے نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں سفر کی حالت میں روزے رکھ لوں اور حضرت حمزہؓ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے رسول پاکؐ نے فرمایا تمہارا جی چاہے تو روزہ رکھ لو اور نہ جی چاہے تو نہ رکھو۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم رمضان المبارک کی ۱۶ تاریخ کو رسول پاک کے ساتھ ایک غزوہ کے لئے سفر پر نکلے تو ہم میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو روزے سے تھے اور کچھ ایسے جو روزے سے نہیں تھے لیکن نہ تو روزہ داروں نے روزہ نہ رکھنے والوں کی ملامت کی اور نہ روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ داروں پر اعتراض کیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

ان احادیث سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا یا نہ رکھنا حالات پر موقوف ہے کہ کن حالات میں روزہ رکھنا چاہیئے اور کن حالات میں سفر میں روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔ اگر آدمی مضبوط توانا ہو۔ اور سفر میں روزہ رکھنے کی مشکلات کو آسانی سے نبھا سکتا ہو تو اسے ضرور روزہ رکھنا چاہیئے۔ اگر آدمی میں قوتِ برداشت کم ہے اور سختی کو برداشت نہ کر سکتا ہو تو اس صورت میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

ان احادیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ چند اشخاص اگر سفر پر اکھٹے ہوں، تو ان میں کوئی روزہ رکھ لے اور کوئی روزہ نہ رکھے تو اس صورت میں کسی شخص کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کہ کسی ایسے شخص کی ملامت کرے جس نے اس کے برعکس عمل کیا ہو تو جب شریعت میں دونوں کے لئے سہولت میسر ہے تو کسی کو بھی ایک دوسرے پر اعتراض کرنے کا حق نہیں۔ اسلام چونکہ لوگوں کے دلوں میں اخوت پیار اور محبت پیدا کرنے کا داعی ہے لیکن ایک دوسرے کی ملامت سے یہ جذبہ مفقود ہو جاتا ہے لہٰذا اسلام نے ایک کام میں جس کو اختیار کرنے

یا نہ کرنے کا حق دے رکھا ہو تو اس پر ایک اختیار سے فائدہ اٹھانے والا دوسرے کو برا بھلا نہ کہے تاکہ اس کے جذبات مجروح نہ ہوں اور اسلامی جذبہ محبت ختم نہ ہو۔

پھر ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے آپ نے دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور ایک آدمی پر سایہ کیا گیا آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ایک روزہ دار ہے جس کی حالت روزہ کی وجہ سے زیادہ خراب ہو گئی ہے تو اس پر آپ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ (مسلم و بخاری)

اس حدیث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اگر کوئی آدمی جسمانی لحاظ سے کمزور ہو یا ضعیف ہو اور روزہ کی شدت برداشت نہ کر سکتا ہو تو اس صورت میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا قول کی روشنی میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جو حضرت انس رضی سے منسوب ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور کوئی ہم میں سے روزے سے تھا اور کوئی روزے سے نہیں تھا ایک سخت گرمی کے دن ہم نے ایک مقام پر جا کر پڑاؤ ڈالا تو روزہ دار تو وہاں جا کر لیٹ گئے۔ اور جن لوگوں نے روزہ نہیں رکھا تھا۔ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے خیمے لگائے اور سواری کے اونٹوں کو پانی پلایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج روزہ نہ رکھنے والے اجر لے گئے۔ (بخاری و مسلم) اس سے ان لوگوں کا اجر زیادہ ہو گیا جنہوں نے سفر میں روزہ نہیں رکھا تھا۔ کیونکہ دوسروں کی خاطر فلاحی کام سر انجام دیا اور روزہ دار آرام کرتے رہے مگر ابو داؤد میں ایک روایت ہے کہ رسول پاک نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس ایسی سواری ہو جو اسے کسی ایسی

جگہ پہنچ سکتی ہو جہاں وہ اطمینان سے پیٹ بھر کر کھانا کھا سکے تو اسے چاہیے کہ جہاں بھی رمضان آجائے وہ روزہ رکھے۔ (ابوداؤد)

اب سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا مسئلہ احادیث کی روشنی سے یوں حل ہوتا ہے کہ یہ بات دراصل انسان کی اپنی صوابدید پر چھوڑ دی گئی ہے کہ وہ حالات اور اپنی قوت برداشت کا اندازہ خود کرے اگر اسے سفر میں سہولتیں میسر ہیں تو اسے روزہ رکھنا چاہیئے۔ مگر یہ بات بھی اچھی نہیں ہے۔ کہ سفر میں اپنے آپ کو انتہائی مشکلات میں ڈال کر انسان روزہ رکھے چنانچہ حضورؐ نے ایک اور موقعہ پر فرمایا ہے کہ سفر کی حالت میں رمضان کا روزہ رکھنے والا شخص ایسا ہے جیسا کہ وہ شخص جو گھر پر رہتے ہوئے روزہ نہ رکھے۔ (ابن ماجہ)

موجودہ دور کے اسباب سفر رسول پاکؐ کے زمانہ سے کہیں مختلف ہو گئے ہیں اس وقت سفر کی سواری اور راستے میں خاص مشکلات ہوتی تھیں اور پھر سفر میں قیام کرنے کا بھی ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ مگر آجکل کا سفر نہایت آرام دہ ہے۔ ہوائی اور بحری جہاز ریلوں اور بسوں اور دوسری گاڑیوں کی وجہ سے سفر میں وہ مشکلات پیش نہیں آتیں جو اس زمانہ میں تھیں۔ یہاں تو تھوڑی دیر میں انسان کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے پھر صاحب ثروت لوگوں کے لئے قیام و طعام کا ہر جگہ اعلیٰ انتظام ہوتا ہے۔ تو ان حالات میں مسلمانوں کے لئے بہتر ہے۔ کہ وہ سفر میں بھی روزہ رکھیں۔ مگر ایسے غریب نادار اور مفلس لوگ جنہیں سفر کی سہولتیں میسر نہ ہوں تو وہ سفر میں روزہ نہ رکھیں اور بعد میں اتنی تعداد کو پورا کرلیں۔

اللہ کے خاص بندے یعنی صوفی درویش اور فقراء اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے اور سنت رسول کی پیروی کے پیش نظر حالات کے مطابق عمل کرتے

ہیں۔ کیوں کہ اطاعت خداوندی میں وہ تمام دنیا داروں سے بڑھ کر مشقت اٹھانے والے ہوتے ہیں چنانچہ وہ سفر میں بھی روزہ قضا نہیں کرتے۔ کیوں کہ سفر پر چھوڑے ہوئے روزوں کی تعداد بہرکیف ہر صورت میں پوری کرنا ہوتی ہے۔ اس لئے وہ سفر میں بہ حالت مجبوری روزہ چھوڑتے ہیں ورنہ عموماً روزہ رکھ لیتے ہیں

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول پاک سے عرض کیا کہ رسول اللہ میں اپنے اندر اتنی طاقت پاتا ہوں کہ سفر کی حالت میں بھی روزہ رکھوں اگر میں ایسا کروں تو کیا میں گنہگار تو نہیں ہوں گا۔ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ بزرگ برتر کی طرف سے ایک رعایت ہے اگر کوئی شخص اس رعایت سے فائدہ اٹھائے تو اچھی بات ہے لیکن اگر کوئی شخص روزہ رکھنا پسند کرے تو اس کے لئے کوئی گناہ بھی نہیں۔ (مسلم)

وہ روزے جو سفر کی وجہ سے رمضان المبارک میں نہ رکھے جائیں اور بعد میں پورے کئے جائیں تو ان کے اجر میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ اور یہ تصور نہ کرنا چاہیئے کہ سفر میں اگر روزہ نہ رکھا تو اجر کم ہو جائے گا اور بعد میں قضا پر اتنا ثواب نہ ملے گا جو رمضان میں ملتا ہے تو امر پر شبہ کی گنجائش نہیں کیوں کہ سفر میں سہولت اللہ تعالےٰ نے خود دی ہے اس لئے پھر اجر کم کیسے ہو سکتا ہے لیکن روزہ رکھنے کی لذت جو رمضان میں حاصل ہوتی ہے۔ وہ شاید نہ مل سکے۔

یاد رہے کہ روزہ رکھنے کے بعد کوئی شخص مسافر بن جائے تو اسے اس دن کا روزہ پورا کرنا چاہیئے۔

۳۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی کیلئے روزہ قضا کرنیکی اجازت

حضرت انس بن مالک کعبیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے

آدھی نماز ساقط کردی ہے اور اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت دی ہے اسی طرح دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کو بھی روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ (ابوداؤد)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق مسافر کے لئے نماز اور روزے میں سہولت پیدا کی گئی ہے۔ اور اسی طرح حمل والی عورت اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت کے لئے دوران حمل اور دودھ پلانے کے عرصہ میں سہولت دی گئی ہے کہ حمل میں اگر عورت کی طبیعت غیر معمولی طور پر ناگوار ہو اور تکلیف محسوس ہو تو اس کو دوران حمل روزے چھوڑنے کی سہولت ہے۔ مگر اس سبب کے رفع ہونے کے بعد روزے پورے کرنے پڑیں گے۔ حمل کے بالکل ابتدائی دنوں میں اور پھر بچہ پیدا ہونے سے قبل عورت کی طبیعت پر حمل کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں اور درمیانی وقفہ میں اگر حاملہ آسانی سے روزے رکھ سکتی ہو تو رکھ لے تو اس کے لئے بہتر ہوگا۔ اسی طرح بعض مائیں جسمانی طور پر دبلی پتلی اور کمزور ہوتی ہیں اور اگر وہ خوراک نہ کھائیں بلکہ فاقہ ہو جائے تو دودھ کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس طرح دودھ کی کمی بچے کو برداشت کرنا پڑے گی اور یہ بچے کے ساتھ ناانصافی ہوگی چنانچہ اسلام میں یہ حکم دیا گیا کہ دودھ پلانے والی عورت اگر چاہے تو رمضان المبارک میں روزے نہ رکھے۔ جب کہ بچہ ماں کا دودھ پیتا ہو۔ لہٰذا عورت کو اس سہولت سے فائدہ اٹھا لینے میں کوئی قباحت نہیں۔

۴۔ جبر و اکراہ جبر و اکراہ کی صورت میں روزہ افطار کر سکتا ہے اور گناہ نہیں ہوگا۔ روزہ دار اگر مریض ہے یا مسافر تو اکراہ پر روزہ افطار کرنا واجب ہوگا۔ اگر افطار نہ کیا اور قتل ہو گیا تو گنہ گار ہوگا۔ اور اقامت میں جبر و اکراہ کی صورت میں اگر افطار کرے گا۔ تو درست ہوگا مگر افضل یہ ہے کہ افطار نہ کرے اور اس حالت میں مارا جائے تو بہت زیادہ اجر ہوگا۔

بعض ظالم درندہ صفت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے ماتحت یا حلقہ اثر میں آنے والے کو دھمکی دے دیتے ہیں کہ اگر اس نے روزہ رکھا تو جان سے مار ڈالوں گا، یا شدید پٹائی کردں گا یا کوئی عضو کاٹ دوں گا، تو اس صورت میں روزہ چھوڑ دینا جائز ہے مزدور اور مشقت کرنے والوں کے مالک مجبوراً روزہ نہ رکھنے پر مجبور کریں تو بھی روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ کیوں کہ بعض جابر کارخانوں کے مالک ایسا کرتے ہیں۔

۵۔ جہاد دشمن کے مقابلے میں اگر جہاد کرنا ہو۔ یا جہاد میں جنگ جاری ہو تو اس وقت اگر اس سوچ کے تحت کہ اگر روزہ رکھے گا تو جہاد میں صحیح طریقے سے قتل وقتال نہ کر سکے گا۔ روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے۔ مومن کا طرہ امتیاز یہی ہے کہ وہ جہاد میں بھی روزہ رکھتا تھا۔ کیا معلوم کہ پھر روزہ میسر آتا ہے کہ نہیں۔

۶۔ بھوک اور پیاس کا غلبہ کوئی انسان بھوک اور پیاس کو اس حد تک محسوس کرے کہ اس حالت میں روزہ کو برقرار رکھنا مشکل ہو ہلاکت یا نقصان عقل یا حواس کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو اس حالت میں روزہ افطار کر سکتا ہے مگر قضا واجب ہوگی ایسے ایک شخص نے گرمی میں محنت کا کام کیا اور شدت کی پیاس لگی تو افطار کرے گا تو کفارہ لازم آئے گا بشرطیکہ وہ کام جو اس نے کیا ہے اس کے اختیار میں تھا کیوں کہ گرمی میں کام کا نتیجہ اس کے سامنے تھا۔ اس کے برعکس کوئی لونڈی یا غلام روزہ میں کوئی سخت کام کرتا ہے اور اس کو اس قدر ضعف ہو جاتا ہے کہ کام نہیں کر سکتا اور ہلاکت کا اندیشہ ہے تو افطار کرنے کی اجازت ہے۔

۷۔ حیض ونفاس کا حکم کسی عورت کو روزہ کی حالت میں حیض آ جائے یا نفاس کی حالت میں ہو تو اسے روزہ چھوڑ دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے اگر روزہ رکھا تو رائیگاں جائے گا۔ اس کی قضا واجب ہوگی۔ فتویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر بوقت سحر عورت حیض سے تو پاک ہوگئی۔ مگر نہانے کی گنجائش نہ تھی۔ تو اس صورت میں اگر دس دن پورے ہو گئے ہوں تو روزہ رکھنے سے روزہ ہو جائے گا۔ اگر دس دن سے کم میں فارغ ہونے کے بعد اتنا زائد وقت بھی ضرور ملنا چاہیئے کہ غسل سے بھی فارغ ہو سکے اگرچہ غسل نہ کرے اور تھوڑی سی ساعت بھی ملے اور اگر بقدر غسل و تحریمہ وقت نہیں ملا۔ بلکہ غسل کر رہی تھی۔ کہ صبح نکل آئی آدھا غسل رات میں ہوا اور آدھا دن میں تو روزہ ٹھیک نہ ہوگا۔ کہ غسل کی مدت بھی حیض ہی میں شامل ہے۔ تو گویا فجر کے بعد بھی حیض رہا اور حیض کی حالت میں روزہ جائز نہیں یا غسل کے لیئے تو وقت مل گیا مگر غسل کے بعد بقدر تحریمہ رات نہیں ملی بلکہ فجر کے نزدیک ہی غسل ختم ہوا کہ فوراً ہی فجر نکل آئے تو بھی روزہ نہیں ہوگا۔

۸۔ ضعیف العمری ایسا ضعیف اور ناتوان انسان جو اتنا لاغر ہو۔ جو سال میں کسی وقت یعنی سردیوں کے کم وقت والے روزے بھی نہ رکھ سکتا ہو۔ روزہ ترک کر سکتا ہے مگر اس کے لیئے لازم ہوگا کہ ہر دن کے عوض ایک محتاج کو کھانا کھلائے اس پر فدیہ واجب ہوگا۔ ایسا ہی حکم اس بیمار کے لیئے ہے جسے صحت یابی کی توقع نہ ہو ایسے لوگوں پر بوجہ ناطاقتی کے قضا بھی واجب نہیں اس پر تینوں اماموں کا اتفاق ہے۔ اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں روزہ رکھنے سے عاجز ہو۔ لیکن سال کے کسی اور وقت روزے رکھ سکتا ہو۔ تو اس پر واجب ہوگا۔ کہ اس وقت قضا رکھے اور اس کے لیئے فدیہ

دینا جائز نہیں ہوگا۔

۹۔ جنون کا طاری ہونا روزہ دار پر جب کسی وقت بھی جنوں طاری ہو جائے خواہ تھوڑے سے ہی وقت کے لئے ہو تو اس کا روزہ صحیح نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر روزہ واجب رہتا ہے۔ نہ اس کی قضا واجب ہو گی۔ شافی مسلک کے مطابق جنون متعدی ہو تو قضا لازم نہیں اگر جنون ختم ہو جائے تو قضا لازم ہو گی حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر جنون پورا مہینے طاری رہا تو قضا واجب نہیں ہے ورنہ قضا واجب ہو گی۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر پورے دن جنون طاری رہا اور دن کے آغاز میں آفاقہ رہا یا نہ رہا تو اس پر قضا واجب ہو گی اگر آدھے دن یا اس سے کم عرصہ تک جنون کی حالت رہی اور دن کے ابتدائی حصہ میں اسے افاقہ نہیں ہوا تب بھی قضا واجب ہو گی۔ ورنہ نہ ہو گی۔

۱۰۔ بے ہوشی کی حالت اگر کسی پر روزہ میں بے ہوشی طاری ہو جائے اور کئی دن تک یہی حالت رہے تو اس حالت میں جتنے روزے آئیں گے ان کی قضا واجب آئے گی۔

تراویح

نمازتراویح رمضان المبارک کی راتوں میں نہایت ہی اہم عبادت ہے
اگرچہ یہ نماز سنت ہے لیکن اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اس کی اہمیت
کے پیش نظر مسلمانوں میں نماز تراویح باجماعت ادا کرنے کو بہت ہی افضل
اور باعث ثواب سمجھا گیا ہے۔ نماز تراویح کے ذریعے سے دراصل اللہ
تعالیٰ کے اس حکم کی اطاعت کی پابندی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے
کہ رات کے وقت قیام کرو۔ چونکہ نماز تراویح میں قرآن پاک کی تلاوت کی
جاتی ہے اور ایک مقررہ وقت کے لئے مسلمان نماز تراویح میں قرآن
پاک کی تلاوت کو سنتے ہیں اور نماز ادا کرنے کی محنت و مشقت
سے اپنے اللہ کو راضی کرتے ہیں اور یہ بھی دراصل رمضان کی عبادت کا ایک
ضروری حصہ ہے۔ مگر مسلمان نماز تراویح کی خاص پرواہ نہیں کرتے اور
نماز کی ادائیگی میں سستی اور کوتاہی سے کام لیتے ہیں دیکھنے میں آتا ہے
کہ پہلے دو تین روز دں کی تراویح میں لوگ بڑے ذوق شوق سے مساجد
میں تشریف لاکر نماز ادا کرتے ہیں لیکن جوں جوں روزوں کی تعداد زیادہ
ہوتی جاتی ہے ۔ نماز تراویح پڑھنے والوں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے۔ مگر
جو راسخ العقیدہ مسلمان ہوتے ہیں ان کی تعداد میں کوئی فرق نہیں آتا۔

برصغیر پاک و ہند میں تراویح کا اہتمام بڑے زور شور سے کیا جاتا ہے مگر عرب ملکوں میں اس نماز کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی اور وہ اس نماز کو سنت خیال کر کے اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ عام مسلمان اپنی طبیعت پر نماز تراویح کو ایک بوجھ محسوس کرتا ہے لیکن اللہ کے خاص بندے اسے غنیمت جانتے ہیں کہ اللہ کو راضی کرنے کا بہت اچھا موقعہ ملا ہے چنانچہ اس نماز کو بڑے خشوع اور خضوع سے ادا کرنا چاہیئے تاکہ اللہ کے ہاں درجات بلند ہوں۔

ذرا اس طرف غور کیا جائے کہ کیا کام نہ کرنے والا اور کام کرنے والے کے برابر ہو سکتا ہے۔ لامحالہ کاہل اور محنتی کا مقام اور مرتبہ ایک جیسا نہیں ہو سکتا ہے کہ رمضان المبارک میں نماز تراویح چھوڑنے والے ان لوگوں کے برابر ہو جائیں جو اللہ کے لئے رات کو قیام کریں۔ مشقت اٹھائیں اور اللہ کی عبادت میں ہمہ تن محو رہیں۔ چنانچہ نماز تراویح کو محض سنت خیال کر کے ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ باقی سال بھر انسان دنیا کے دھندوں میں پھنسا رہتا ہے اور اگر ایک مہینے میں تھوڑا سا وقت اللہ کی یاد میں لگا دیا جائے تاکہ اللہ راضی ہو جائے۔ تو انسان کے لئے اس سے بڑھ کر منفعت بخش کام اور کونسا ہو سکتا ہے۔

تراویح کی اہمیت کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ عبادت میں اتنی کثرت اور جد و جہد فرمایا کرتے تھے کہ رمضان المبارک میں بستر سے کمر لگانے کا موقعہ شاید ہی ملتا۔

حضرت عثمان غنیؓ دن میں روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں مصروف رہتے اور ایک رکعت میں پورا پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ

کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ رمضان میں ۶۱ قرآن پاک پڑھا کرتے تھے ایک تراویح میں اور ایک دن میں ۔ مگر آج کل کا ایک کمزور مسلمان سارے مہینے میں ایک قرآن مجید سننے سے گھبراتا ہے رسول پاکؐ نے فرمایا۔ کہ رمضان کا مہینہ ایسا ہے جس کے اللہ تعالےٰ نے روزے فرض کئے اور رات کے قیام کو سنت قرار دیا۔

نمازِ تراویح کی اس اہمیت کے پیشِ نظر یہ بات عیاں ہوتی ہے۔ کہ تراویح کی نماز ہر مسلمان عاقل بالغ مرد عورت پر سنت موکدہ ہے اور بلا عذر سنت کو ترک کرنا اچھا نہیں اور مردوں کے لئے باجماعت نمازِ تراویح ادا کرنا سنت علی الکفایہ ہے ۔سارے رمضان المبارک میں رات کو تراویح پڑھی جائے اور ایک مرتبہ پورا قرآن پاک ضرور سنا جائے یا سنایا جائے۔

معمولاتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پتہ چلتا ہے کہ تین چار رات آپؐ نے تراویح باجماعت پڑھائی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس کے بارے میں یوں روایت ہے کہ رسول اکرم نے ایک رات نماز مسجد میں پڑھی تو آپ کے پیچھے اور لوگوں نے بھی نماز پڑھی۔ پھر دوسری رات میں ایسے ہی پڑھی تو لوگ بہت آئے اس کے بعد تیسری یا چوتھی رات میں لوگ پھر جمع ہوئے لیکن حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے جب صبح ہوئی تو آپؐ نے فرمایا جو کچھ تم نے کیا میں نے دیکھا مگر صرف اس خوف سے کہ کہیں نماز تراویح فرض نہ ہو جائے۔

اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ چند روز رسول پاکؐ نے جماعت کے ساتھ نماز تراویح ادا کی اور پھر علیحدہ ادا کی کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی کمزوری کا پتہ تھا کہ مسلسل جماعت کے ساتھ تراویح ادا

کرنے سے کہیں فرض کا سلسلہ شروع نہ ہو جائے لیکن آپؐ نے رمضان کے پورے مہینے کی نماز تراویح کی فضیلت اچھی طرح واضح کردی اور فرمایا کہ جو شخص رمضان میں ایمان اور ثواب کی غرض سے قیام یعنی تراویح ادا کرے وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جائے گا جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ فرض کیا اور میں نے اس کے قیام کو مسنون کیا ہے (ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رمضان کے مہینہ میں عبادت کی ترغیب دلاتے تھے لیکن تاکید کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رمضان میں قیام کرے یعنی تراویح پڑھے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

رسولِ پاکؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں لوگ ایسے ہی تراویح پڑھتے رہے اور ایسے ہی حضرت عمرؓ کے شروع زمانہ خلافت میں ادا کرتے رہے لیکن حضرت عمر فاروقؓ کے اپنے زمانہ خلافت میں نماز تراویح باجماعت کا آغاز ہوا جو آج تک جاری ہے۔ اور یہی سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

نماز تراویح کی رکعت کی تعداد میں آئمہ میں اختلاف ہے کچھ احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کی تعداد بیس رکعت بیان فرمائی ہیں اور کچھ احادیث میں تراویح کی تعداد آٹھ رکعت بیان کی گئی ہے۔ بزرگانِ دین نے بیس رکعت کو ترجیح دی ہے۔ لہٰذا بہتری اس میں ہے کہ بیس رکعت نماز پڑھی جائے۔ کیونکہ زیادہ رکعت پڑھنا ہی سودمند اور افضل ہے۔

فضائل شب قدر

اللہ تعالےٰ نے ملت اسلامیہ کے لیئے کئی ایک اوقات کو برکت اور تقدیس کا شرف بخشا ہے ۔ جن میں انسان عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتا ہے سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں سے معافی مانگ سکتا ہے ۔ گریہ زار ہو کر دین و دنیا میں خیر کا سوال کر سکتا ہے ایسے موقعہ سے فائدہ اٹھانا انسان کیلئے باعث نجات ہے ۔ کہیں یہ موقعہ اللہ نے رمضان المبارک کی صورت میں عطا کیا کہیں شب معراج اور شب برات کی بابرکت رات دی اور کہیں مسلمانوں کو لیلۃ القدر کے عظیم تحفے سے نوازا لیلۃ القدر ایک مقدس اور بابرکت رات ہے جس کے فضائل اور فیوض و برکات اتنی ہیں ۔ کہ انسان شمار میں نہیں لا سکتا اور جسے اس رات کے فیوض و برکات اور الوارات حاصل ہو جائیں تو اسے اللہ اور رسول کا قرب حاصل ہو جاتا ہے ۔ اس برکت والی رات کو اردو اور فارسی میں شب قدر اور عربی میں لیلۃ القدر کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ لیل کے معنی رات کے ہیں اور قدر عربی میں بطور مصدر عظمت بزرگی منزلت بڑائی اور عزت وغیرہ کے لیئے بولا جاتا ہے چنانچہ لیلۃ القدر کے معنی عزت اور قدر منزلت والی رات کے ہوئے ۔

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے مفسرین کا ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ لیلۃ القدر اس واسطے کہتے ہیں کہ اس رات میں ان تمام امور کا یقین ہوتا ہے جو سال میں رونما ہونے ہوتے ہیں ۔ اور وہ

جملہ امور لکھ کر فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں اس رات بارش رزق موت وحیات یعنی تمام چیزیں جو مخلوق کے لیئے ہونا ہوتی ہیں لکھی جاتی ہیں۔

بعض مفسرین اس کو لیلۃالقدر کہنے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں اس رات کو اللہ تعالےٰ نے دوسری راتوں کی نسبت بزرگی اور عظمت عطا کی ہے وہ بزرگی اور عظمت اس رات میں نزول قرآن عبادت کا بہت زیادہ اجر اور ملائکہ کا زمین پر اترنا ہے جو کہ عام دوسری راتوں میں رونما نہیں ہوتا۔ اس لیئے اس کو قدر سے یاد کیا جاتا ہے۔

بعض مفسرین قدر کو تنگی کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں۔ کہ اس رات کو اس قدر زیادہ فرشتے زمین پر نازل ہوتے ہیں کہ زمین پر ان کے ٹھہرنے کی جگہ تنگ ہو جاتی ہے اور اس تنگی کی نسبت اسے قدر کہتے ہیں۔

یہ تینوں تاویلیں اپنی مناسبت سے درست نظر آتی ہیں۔ لیکن میرے نزدیک لیلۃالقدر کی قدر و منزلت اس کی اہمیت اور فضیلت پر مبنی ہے اس رات کو یہ شرف اور بزرگی اس وجہ سے حاصل ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں اس کیلئے قدر کا لفظ استعمال کیا۔ اور پھر یہی لفظ تین مرتبہ استعمال کیا گیا ہے اور اس کی قدر کی وجہ اصل میں وہ امور ہیں جو اس رات میں سرانجام پاتے ہیں۔

بہرکیف لیلۃ القدر سے مراد عزت والی رات ہے۔ عزت اور قدر اس کی ہوتی ہے جس میں عام کی نسبت کوئی خاص خوبی یا وصف ہو۔ قدر والی رات میں خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنی رحمت خاص سے بھرپور کر رکھا ہے۔ اور اس میں اتنی خیر و برکت رکھی ہے کہ اس رات کی عبادت کو ایک ہزار مہینہ سے افضل قرار دیا ہے ہزار مہینے کے تراسی سال اور چار ماہ بنتے ہیں۔ رات میں عبادت کرنے کا

وقت عام راتوں جتنا ہے مگر اس کی عبادت کا اجر و ثواب تراسی سال چار ماہ کی عبادت سے بھی زیادہ ہے اور اسی ثواب کی وجہ کی بنا پر اس کی قدر و قیمت دوسری عام راتوں سے بڑھ کر ہے اور اس کی اہمیت دوسری راتوں سے زیادہ ہے۔

امت اسلامیہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے اور لوگوں کو اپنی بخشش کا ایک ذریعہ دے دیا۔ کاش یہ مسلمان اس رات کی قدر و منزلت کے پیش نظر میرے دربار میں آئیں اور میں ان کی تقدیر بدل دوں کیوں کہ اس رات میں اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور جس پر اللہ کی رحمت ہو گئی اس کی تقدیر بدل گئی۔ جو اللہ کا محبوب بندہ بن گیا تو اسے کائنات کی ہر چیز مل گئی۔

سورت لیلۃ القدر

قرآن پاک کے تیسویں پارے میں لیلۃ القدر کے بارے میں ایک مختصر سی سورت ہے جو لیلۃ القدر کے نام سے منسوب ہے۔ اور اس سورت کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں شب قدر کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے واضح کر دیا ہے۔ اور وہ سورت یہ ہے:

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۖۚ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ؕ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ۬ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۙۛ سَلٰمٌ ۛ۫ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۠	بے شک ہم نے قرآن پاک کو قدر والی رات میں اتارا انسانی عقل کیا سوچے کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں ملائکہ اور جبریل امین اللہ تعالیٰ کے حکم سے اترتے ہیں اس میں سلامتی ہے اور یہ رات طلوع فجر تک رہتی ہے۔

اس سورت میں پانچ آیتیں، تیس کلمات اور ایک سو بارہ حروف ہیں اور اس سورت کے مقام نزول کے

مقام اور شان نزول

کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول ہے (تفسیر ابن کثیر) کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اسی لئے اور حضرت سیوطیؒ نے اسے مکی قرار دیا ہے لیکن بعض اسباب نزول سے یہ قیاس کرتے ہوئے اس سورت مدنی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ جب

اکابر صحابہ اکرام کا صریح قول موجود ہے تو پھر قیاس کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور اکثر مفسرین نے بھی اسی سورت کو مکی تسلیم کرنے میں صحیح تر قرار دیا ہے۔

اس سورت کے شان نزول کے بارے میں مختلف روایات م اقوال بیان کیئے جاتے ہیں جو مندرجہ ذیل درج ہیں۔

شب قدر کا شان نزول | شب قدر کے شان نزول کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ ان کی عمریں بہت لمبی تھیں مگر آپ کی امت کی عمریں نسبتاً سابقہ امتوں کے بہت قلیل تھیں تو اگر امت مسلمہ کے لوگ ان کی عمروں کے برابر نیک اعمال اور اللہ کی عبادت کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے کیوں کہ ان کی عمریں ان کے برابر نہیں ہیں اس سے آپ کو رنج ہوا مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب اور اس کی پیاری امت کے لیے چاہا کہ وہ بھی سابقہ امتوں کے نیکوں زاہدوں اور عابدوں سے کم تر نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ نے رمضان المبارک میں ایک رات کی عبادت کو طویل مدت کی عبادت کا درجہ دے کر پورا کر دیا۔

۱۔ حضرت مجاہد کی روایت | ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہ اکرام رضؓ کو یہ سن کر تعجب ہوا اور خیال پیدا ہوا۔ کہ ہماری عمریں تو اتنی لمبی نہیں بلکہ ان کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں تو اس پر اللہ تعالےٰ نے سورت قدر کا نزول فرمایا یعنی لیلۃ القدر کی عبادت اس شخص کی ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔ مگر ابن جریر میں اسی روایت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا

جو رات کو صبح ہونے تک قیام کرتا یعنی رات بھر اللہ کی عبادت کرتا تھا، اور دن کے وقت شام ہونے تک دشمنانِ دین سے جہاد کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک ہزار مہینے تک ایسے ہی کرتا رہا۔ پس اللہ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ اس امت کے کسی شخص کا صرف لیلۃ القدر کا قیام اس عابد کی ایک ہزار مہینے کی اس عبادت سے افضل ہے

چار عابدوں کا ذکر ابن ابی حاتم میں ہے۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار عابد پیغمبروں کا ذکر کیا جنہوں نے ۸۰ سال تک اللہ کی عبادت کی تھی۔ ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی خدا کی نافرمانی نہ کی تھی وہ پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام حضرت ذکریا علیہ السلام حضرت حزقیل علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام تھے صحابہ کرامؓ کو یہ سن کر حیرت اور تعجب ہوا اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمانے لگے ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت نے اس جماعت کی اس عبادت پر تعجب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی افضل چیز آپؐ پر نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ افضل ہے اس سے جس پر آپؐ اور آپؐ کی امت نے تعجب ظاہر کیا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام بے حد خوش ہوئے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس رات کا نیک عمل اس کا روزہ اس کی نماز ایک ہزار مہینوں کے روزوں اور نمازوں سے افضل ہے جس میں لیلۃ القدر نہ ہو۔

۲۔ حضرت شمعون کا واقعہ ایک دن رسول اکرمؐ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے بنی اسرائیل کے حالات بیان فرمائے دورانِ وعظ آپؐ نے ایک عبادت گزار بندے کا بھی ذکر فرمایا جس کا نام شمعونؒ تھا۔ جو عبادت گزاری اور اطاعت میں ضرب المثل تھے۔ ہزار مہینے تک روزے

رکھتے رات بھر خدا کی عبادت اور نماز میں مشغول رہتے دن کے وقت ہتھیار باندھ کر خدا کی راہ میں جہاد کرتے نیک اور غریب لوگوں کی حمایت مشرکوں اور کافروں کی سرکوبی کرتے اور ان کو قتل کر کے ان کے مال کو غربا میں تقسیم کرتے

جسمانی طاقت اور روحانی قوت کا یہ عالم تھا کہ لوہے کی بھاری بھاری مضبوط زنجیریں عورتوں کی چوڑیوں کی طرح ان کے ہاتھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر جاتی تھیں۔ کفار نے جب دیکھا کہ شمعون پر کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا تو انہوں نے آپ کی بیوی کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تاکہ حضرت شمعون کو اپنی حراست میں کسی نہ کسی طرح لیا جائے۔ چنانچہ چند فاسق لوگوں نے حضرت شمعون کی بیوی سے جا کر کہا کہ اگر تم اپنے خاوند کو رات کے وقت سوتے ہوئے مضبوط رسیوں سے جکڑ کر باندھ دو اور پھر صبح کو ہمارے حوالے کر دو تو اس کے بدلے میں تمہیں بہت سا مال و دولت دیا جائے گا۔ بیوی مال و زر کے لالچ میں آ گئی اور اپنے بہادر اور پکے دیندار خاوند کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے رات کو مضبوط رسیوں سے باندھ دیا صبح کو جب حضرت شمعون بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا بات ہے مجھے کس نے باندھا ہے۔ ہوشیار بیوی نے اپنی محبت اور وفاداری کا نقلی ثبوت دیتے ہوئے جواب دیا کہ میں تو آپ کی قوت کا اندازہ کرنا چاہتی تھی کیونکہ میں آپ کی قوت کا کرشمہ اپنی آنکھ سے خود دیکھنا چاہتی ہوں بیوی کی یہ سحر بیانی سن کر شمعون خاموش ہو گئے اور بات رفع دفع ہو گئی اور آپ نے رسیوں کو کھول لیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ کی بیوی اس تاک میں لگی رہی کہ جب موقعہ ملے کام تمام کر دیا جائے چنانچہ چند دنوں کے بعد بیوی نے دوبارہ موقع پا کر ایک رات اپنے خاوند کو پھر لوہے کی زنجیر میں سوتے ہوئے جکڑ دیا۔ مد اللہ کے

اس نیک بندے شمعون کے جسم پر لوہے کی زنجیروں کا کچھ اثر نہ ہوا اور بیدار ہوتے ہی ایک جھٹکے میں تمام سلسلہ ختم ہو گیا اور زنجیر کی کڑی کڑی ٹوٹ کر الگ ہو گئی شمعون نے دوبارہ بیوی سے پوچھا کہ اس نے کیا کیا تھا اس نے پہلے کی طرح کے جواب سے دوبارہ بھی ٹال دیا اور کہا کہ میں صرف آپ کی طاقت آزمارہی تھی کہ کیا آپ پر لوہے کی زنجیر کا اثر ہوتا ہے کہ نہیں۔ شمعون نے جواب میں راز ظاہر کر دیا اور کہا کہ میں ولی ہوں اور دنیا بھر کی کوئی چیز مجھ پر اثر نہیں کر سکتی مگر میرے سر کے بال آخر کار بیوی کے ہاتھ جب یہ بھید آ گیا تو اس ایک رات شمعون کو اس کے بالوں سے باندھ دیا آخر آپ نے انہیں کھولنے کی کوشش کی مگر تمام کوشش رائیگاں گئی۔ لالچی بیوی نے اس حالت میں شمعون کو دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے شمعون کو ایک ستون سے باندھ کر آپ کی ناک کان کاٹ دیئے اور آنکھیں نکال دیں اللہ کے اس ولی کی بے عزتی پر رحمت باری تعالے نے ان لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا۔ اور دھوکہ دینے والی بیوی پر قہر کی بجلی گری اور وہ خاک ہو گئی۔

صحابہ کرامؓ نے شمعون کی تکالیف آپ کی بندگی اور ہزار مہینے تک جہاد فی سبیل اللہ کا حال سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم تو کسی طرح بھی شمعون کی عبادت ریاضت کا ثواب اور اجر حاصل نہیں کر سکتے کیوں کہ ہماری عمریں تو اتنی لمبی نہیں ہوں گی۔ تو صحابہ کرام کی حسرت انگیز آرزو پر اللہ تعالے نے لیلۃ القدر جیسی بابرکت رات عطا فرمائی کہ اس رات کی عبادت حضرت شمعون کی ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہو گی۔

فضائل شب قدر شب قدر کے فضائل بے شمار ہیں کیوں کہ عموماً فضیلت اس چیز کی ہوتی ہے جس کے فوائد اور فضائل زیادہ

ہوں۔ اس لیے شب قدر کی کچھ خصوصیات اور فوائد ایسے ہیں جو اس رات کے علاوہ عام راتوں میں موجود نہیں ہیں۔ جس وجہ سے اس کی عظمت اور اہمیت عام راتوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ جس کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ لیلۃ القدر کی قدر و منزلت کی کچھ ایسی وجوہات ہیں جن کی بنا پر اس رات کو یہ عزت اور بزرگی حاصل ہے۔ اور وہ خصوصیات اور وجوہات قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ نزول قرآن اس رات کی عظمت اور بزرگی کی سب سے بڑی وجہ نزول قرآن ہے چنانچہ باری تعالٰی فرماتا ہے کہ:۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۔ بے شک ہم نے اسے قدر والی رات میں اتارا۔

قرآن مجید جسے ہم کلام اللہ کہتے ہیں آسمانی کتابوں کے سلسلے کی آخری اور مکمل کتاب ہے اور اب یہی کتاب تا قیامت روئے زمین کے تمام انسانوں کے لئے شمع ہدایت ہے اس لئے قرآن پاک کو دنیا کی تمام کتابوں کے مقابلہ میں لاریب ہونے کی برتری حاصل ہے چنانچہ اس مقدس کتاب کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان کا فرض عین ہے یہ ایک ایسی جامع اور مکمل کتاب ہے جو ہماری زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہے۔ خواہ وہ معاشرتی ہو یا تمدنی اقتصادی ہو یا سماجی اخلاقی ہو یا قانونی گویا کہ یہ ایک بالکل مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس کے بعد انسان کو کسی اور رہنمائی کی ضرورت نہیں رہتی یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کو ہماری زندگی میں بے پناہ عظمت اور بزرگی حاصل ہے۔

قرآن پاک جس ذاتِ اقدس کا کلام ہے وہ ساری کائنات میں عظیم تر

ہے۔ پھر جس پیغمبر اعظم پر اس کا نزول ہوا۔ وہ بھی عظیم ہے۔ بلکہ اللہ کا ایسا محبوب جس کا کوئی ثانی نہیں بلکہ اسی کے دم قدم سے یہ کارخانۂ کائنات قائم دائم ہے۔ پھر جو نازل فرمایا گیا ہے وہ کتاب بھی دنیا کے تمام علموں سے عظیم ہے جس شہر میں قرآن پاک اترا وہ دنیا کے تمام شہروں سے مقدس شہر ہے جن لوگوں میں قرآن پاک اتارا گیا وہ دنیا کی عظیم قوم ہے پھر کیوں نہ اس وقت کو بھی عظمت حاصل ہوتی جس رات میں قرآن کا نزول شروع ہوا چنانچہ اس رات کو وہ فضیلت حاصل ہوئی کہ اللہ نے اسے قرآن مجید میں ہی لیلۃ القدر کا نام دیا ہے۔

قرآن پاک کے نزول کا آغاز جب غار حرا میں پہلی وحی سے ہوا تو اس وقت لیلۃ القدر تھی۔ پھر رفتہ رفتہ تیئس سال تک موقعہ محل کے مطابق قرآن پاک کی آیات کا نزول رہا آخر جب قرآن پاک کی تکمیل ہوئی۔ اور آخری وحی آئی تو اس وقت بھی لیلۃ القدر تھی۔ اس طرح قرآن پاک کا شب قدر کی رات میں نازل ہونے کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ جب اس کا آغاز ہوا تو اس وقت بھی شب قدر تھی جب اس کے نزول کا اختتام ہوا تو اس وقت بھی لیلۃ القدر تھی۔ چنانچہ اسی نزول قرآن کی وجہ سے اس رات کو وہ عزت اور عظمت حاصل ہے جو کسی اور رات کو حاصل نہیں۔

قرآن پاک میں ایک اور مقام پر یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ قرآن پاک رمضان المبارک کے مہینہ میں اتارا گیا

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو تمام انسانوں کے لئے سر بسر ہدایت ہے، اور واضح ہدایت اور فرق کرنے والی کتاب ہے پس جو تم میں اس مہینے کو پائے تو روزے رکھے۔

اس آیت میں یہ بیان ہوا کہ قرآن پاک رمضان المبارک میں اتارا گیا اس آیت کی تشریح اس آیت سے واضح ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قرآن کا رمضان میں شب قدر کی رات میں نزول کا آغاز ہوا کیوں کہ قرآن کریم روز ازل ہی سے ابتدائے کائنات کے ساتھ ہی لوح محفوظ پر لکھ دیا گیا تھا۔ اور پھر وہاں سے آہستہ آہستہ اتارا گیا۔ اور تیس سال میں مکمل ہوا لیکن اس کے نزول کے آغاز اور انتہا کے وقت لیلۃ القدر تھی

۲۔ عبادت کا اجر کثیر

لیلۃ القدر کی فضیلت اور قدر کی دوسری وجہ اس رات کی عبادت کا اجر کثیر ہے جو عام راتوں سے کئی گنا زیادہ ہے کیوں کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ انسان کی عقل کیا ادراک کرے گی کہ لیلۃ القدر کیا ہے یہ الفاظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس رات کا اجر جو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہے اسے عام انسانوں کے ذہن ادراک نہیں کر سکتے لیکن اس اجر کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اگلی آیت میں واضح کر دیا ہے کہ اس ایک رات کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔

ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور چار مہینے بنتے ہیں اگر ایک شخص کی عمر اتنی مدت سے زیادہ ہو اور وہ دن رات اللہ کی عبادت میں گزارے اور اس کی اطاعت میں کسی قسم کی کمی نہ چھوڑے تو پھر بھی اس رات کی عبادت کو فضیلت حاصل ہے۔ عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کی ایسی اطاعت اور یاد ہے کہ جس میں کوتاہی نہ ہو۔ پھر عبادت کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو کیوں کہ اگر عبادت میں اللہ کی رضا کے سوا کوئی اور مقصد پیش نظر رکھ لیا تو عبادت کا مقصد فوت ہو جائے گا ایسی عبادت کا اللہ کے ہاں کوئی اجر نہیں۔ پھر عبادت میں ریاکاری سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔ یعنی خالصتاً رضائے الٰہی پر مبنی عبادت کو افضل عبادت کہا گیا ہے افضل اور بہتر اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ ایک ہزار مہینہ کوئی عبادت کرے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ

اسے اپنی عنایات اور رحمتوں سے نوازے گا۔ اور موت کے بعد اسے جنت عطا کی جائے گی۔ اور دوزخ سے اسے بچا لیا جائے گا۔ یہ تمام اس عبادت کا اجر ہے جو اس نے ایک ہزار مہینہ میں سرانجام دی چنانچہ شب قدر کی عبادت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس ایک رات کی عبادت کا معاوضہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ ایک ہزار مہینہ کی عبادت کا اجر ہے گویا کہ شب قدر کا نیک عمل ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہ ہو۔

۳۔ نزول ملائکہ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ اس رات کی فضیلت کی تیسری وجہ ملائکہ کا نزول ہے یعنی ملائکہ انسانوں کے پاس آتے ہیں اور پھر ملائکہ کے ساتھ ملائکہ کے سردار حضرت جبریل امین علیہ السلام بھی تشریف لاتے ہیں۔

ملائکہ کا نزول انسان پر اللہ تعالٰے کی خاص عنایات میں سے ہے کیوں کہ ملائکہ نوری مخلوق ہیں اور خطا و معصیت سے پاک ہیں۔ اس لئے ان کا انسانوں کے پاس ہونا روحانیت اور سعادت مندی کی علامت ہے۔ ملائکہ کے برعکس انسان مادی مخلوق ہے اور اس میں گناہ و معصیت کا مادہ پایا جاتا ہے۔ مگر جو شخص اپنے آپ کو دنیا کے رنگ و لہو سے علیحدہ کر کے اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ اللہ کو بہت اچھا لگتا ہے چنانچہ اس کی حوصلہ افزائی کے لئے اللہ تعالٰے اپنی نوری مخلوق کو ان نیک اور صالحین کے پاس بھیجتا ہے احادیث میں فرشتوں کا زمین پر آنے کے بارے میں جو روایات ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر میں فرشتے زمین پر کنکروں کے شمار سے زیادہ ہوتے ہیں۔ سارے ملائکہ یکدم زمین پر نہیں آجاتے بلکہ ملائکہ گروہ در گروہ آتے ہیں ملائکہ میں حضرت جبریل

علیہ السلام بھی تشریف لاتے ہیں۔

۲۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور اس بندے کے لئے دعا کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہو پھر جس وقت ان کی عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو اس مزدور کی کیا اجرت ہے جس نے اپنا کام پورا کر دیا ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار اس کی اجرت یہ ہے کہ اس کی اجرت پوری ادا کی جائے اور اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! میرے غلاموں اور لونڈیوں نے وہ فرض پورا کر دیا ہے جو میری طرف سے ان پر تھا پھر وہ گھروں سے دعا کے لئے میری طرف نکلتے ہیں۔ اور مجھے اپنی عزت وعظمت اور اپنی سخاوت اور اپنی شان کی بلندی اور اپنے مقام کی بلندی کی قسم کریں ضرور بر ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر فرماتا ہے۔ کہ اے میرے بندو اور لونڈیو اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر لوگ لوٹ کر آتے ہیں کہ اس حال کے ساتھ کہ وہ بخشے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ۔

۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے جبریلؑ ملائکہ کے گروہ کے ساتھ زمین پر جاؤ تو وہ ملائکہ کی ایک جماعت لے کر ایک سبز علم کے ساتھ اترتے ہیں اور کعبہ کی چھت پر سبز علم نصب کر دیتے ہیں اور پھر فرشتے زمین پر پھیل جاتے ہیں حضرت جبریلؑ کے چھ سو بازو ہیں ان میں سے دو کبھی نہیں کھلتے مگر شب قدر میں یہ دونوں بازو مغرب و مشرق سے تجاوز کر جاتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام فرشتوں کو کہتے ہیں کہ ہر کھڑے بیٹھے

نمازی ذکر کرنے والے کو سلام و مصافحہ کریں اور جو دعا مانگتے ہیں ۔ اس پر آمین کہیں پھر فرشتے ہر اس مسلمان کو جو جاگتا ہو کھڑا ہو بیٹھا ہو نماز پڑھتا ہو ذکر کر رہا ہو۔ اسے سلام کرتے ہیں ۔ پھر صبح کے وقت جبریل علیہ السلام پکارتے ہیں کہ اے فرشتو ! چلو وہ عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ امت محمدی کے ایماندار بندوں کی حاجات کے بارے میں کیا حکم فرمایا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ نے ان پر رحمت کی اور سب گناہ بخش دیئے مگر چار قسم کے آدمیوں کے گناہ نہیں بخشے ۔ (۱) ہمیشہ شراب پینے والا (۲) والدین کا نافرمان (۳) رشتہ توڑنے والا (۴) ناحق قتل کرنے والا ۔

۴ ۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے تشریف لانے کے بارے میں بے شمار روایات ہیں ان میں ایک طویل روایت جو حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر جنت کے قریب دنیا و آخرت کے وسط میں ہے اس کی بلندی جنت میں اور پتے اور ٹہنیاں کرسی کے تلے ہیں اس میں اتنے فرشتے ہیں جس کی گنتی اللہ ہی جانتا ہے ۔ سدرۃ المنتہیٰ کے وسط میں جبریل امین کا مقام ہے اللہ تعالےٰ جبریل کو پکارتے ہیں کہ ہر رات کچھ فرشتوں کے ساتھ اتریں اور یہ سب رحمت کے فرشتے ہیں پھر شب قدر میں آفتاب ڈوبتے ہی جبریل علیہ السلام کے ساتھ وہ سارے فرشتے اترتے ہیں اور کوئی جگہ ایسی نہیں رہ جاتی جہاں ایک فرشتہ سجدہ میں یا کھڑا نہ ہو مگر یہودوں اور نصرانیوں کی عبادت گاہ اور آتش خانہ اور شراب خانہ اور مقام نجاست میں نہیں جاتے اور ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کے حق میں دعا کرتے ہیں اور جبریل سب سے مصافحہ کرتے ہیں اور یہ صبح تک رہتا ہے پھر جبریل آسمان پر چڑھتے ہیں اور مطلع شمس کے سامنے دونوں بازو کھول کر ٹھہرتے ہیں اس لئے اس دن سورج مدہم اور بے نور نظر آتا ہے پھر ایک ایک فرشتے کو بلاتے ہیں ۔ حتیٰ کہ فرشتوں کے انوار اور جبریل کے بازوؤں کا نور

اکٹھا ہو جاتے ہیں آفتاب کم نور رہتا ہے پھر جبریل علیہ السلام اور فرشتے اس شخص کے لئے رحمت کی دعا اور استغفار کیا کرتے ہیں جس نے ثواب کی نیت سے روزے رکھے یا جس نے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے سال آئندہ کا رمضان دکھاتے (آمین) پھر شام کے وقت پہلے آسمان پر جاتے ہیں اور بیٹھتے ہیں اور آسمان کے فرشتے ان کے پاس جمع ہوتے ہیں اور وہ ایک ایک مرد و عورت کا حال پوچھتے ہیں اور یہ فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ فلاں جو بڑا عبادت گزار تھا اس سال تارک عبادت ہو گیا اور فلاں جو تارک عبادت تھا۔ وہ عبادت گزار ہو گیا۔

پھر دوسرے دن آسمان پر جاتے ہیں اور وہاں بھی یہی واقعہ پیش آتا ہے پھر اسی طرح ایک ایک آسمان پر ایک رات دن ٹھہر کر سدرۃ المنتہیٰ پر جاتے ہیں اب سدرۃ المنتہیٰ ان سے کہتا ہے کہ مجھ سے آدمیوں کا حال بیان کرو اور ایک ایک کا نام بتاؤ اس لئے کہ میرا تم پر حق ہے اور میں بھی اس شخص کو دوست رکھتا ہوں جسے اللہ دوست رکھتا ہے پھر یہ فرشتے صالح مرد اور عورت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ پھر یہ خبر سدرہ سے جنت میں پہنچتی ہے اور جنت کہتی ہے اے اللہ فلاں فلاں پر رحم فرما۔ اے اللہ! انہیں تو یہاں داخل کر دے پھر جبریل علیہ السلام اپنے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ تو اللہ کے حضور بیان کرتے ہیں کہ میں نے فلاں کو سجدہ میں پایا تو اسے بخش دے تو اسے معاف کر دیا جاتا ہے پھر جبریل تمام حاملان عرش کو شہادت دیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں اللہ فلاں پر رحم کر پھر جبریل علیہ السلام بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ میں نے فلاں کو اس سال سرکشی اور گمراہی میں پایا تو اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے جبریل اگر وہ مرنے سے تین ساعت پہلے توبہ کرے گا تو میں اسے بخش دوں گا۔ تو اس پر جبریل علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں اے میرے

معبود تو اپنی تمام مخلوق سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اور تو اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے کہ وہ خود اپنی جانوں پر رحم کریں پھر عرش اور اس کے ارد گرد اور تمام آسمانوں اور جو ان میں ہے سب کچھ لرز جاتے ہیں اور شوق و مستی کے عالم میں عرض کرتے ہیں کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیئے ہیں جو نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (ابن کثیر) بے شک اللہ رحیم و رحمان ہے۔

شب قدر میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے آسمانی فرشتوں کا زمین پر تشریف لانا بعید از عقل نہیں کیوں کہ قرآن کے بیان کے مطابق ہر وقت انسان کا اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے بھی تو انسان کے ساتھ رہتے ہیں لیکن طبعی آنکھ سے نظر نہیں آتے۔ ایسے ہی شب قدر میں انسانوں کی قدردانی کے لیئے آسمانوں کے ملائکہ اللہ کے ان نیک اور صالحین کے پاس آتے ہیں۔ جو یاد الٰہی میں محو ہوتے ہیں بعض صالحین اپنی باطنی یا طبی آنکھ سے انہیں دیکھ لیتے ہیں۔ اور بعض کو بالکل نظر نہیں آتے۔ لیکن اللہ جسے چاہے ملائکہ دکھا دیتا ہے۔ ملائکہ کے اجسام چونکہ نورانی اور لطیف ہیں اس لیئے عوام الناس کو طبعی آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتے، لیکن ایسے عارف جنہیں معرفتِ الٰہیہ حاصل ہوتی ہے وہ اپنی روحانی آنکھ اور بصیرت سے انہیں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ "باذن اللہ"

شب قدر میں ملائکہ کا زمین پر آنے کی روایت حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ جس میں بیان ہوا ہے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ تخت جلال سے حضرت جبریل امین علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور رحمدل فرشتوں کو ساتھ لے کر ہمارے گنہگار بندوں کی زیارت کریں۔ چنانچہ حضرت جبریل امین علیہ السلام اور ان کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کے ستر ہزار فرشتے نورانی جھنڈے لیئے ہوئے زمین پر اترتے ہیں اور چار مقدس بابرکت مقامات

کو اپنا مرکز بناکر وہاں اپنے جھنڈے نصب کر دیتے ہیں وہ مقدس و بابرکت مقامات یہ ہیں۔ مکہ معظمہ مدینہ منورہ بیت المقدس اور طور سینا پھر حضرت جبریل علیہ السلام اپنے ماتحت فرشتوں کو حکم دیتے ہیں۔ کہ دنیا پر پھیل جاؤ۔ فرشتے یہ حکم سنتے ہی روئے زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ اور دنیا میں کوئی گھر اور جگہ وغیرہ ایسی نہیں بچتی کہ جس میں مومن مرد یا عورت ہو تو فرشتے نہ پہنچتے ہوں مگر یہ ملائکہ ان پانچ مقامات پر نہیں جاتے اول جس گھر میں کتا ہو۔ دوم جہاں سؤر ہو۔ سوم جس گھر میں شراب ہو۔ چہارم جہاں ناپاک زانی یا زانیہ ہو۔ پنجم جہاں تصاویر ہوں پھر فرمایا کہ یہ فرشتے مومنوں کے گھروں میں جاکر اللہ کی تسبیح اور تقدس بیان کرتے ہیں اور امت محمدیہ کے لیے استغفار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جب فجر کا وقت ہوتا ہے تو یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں آسمانِ دنیا کے فرشتے ان کا استقبال کرتے ہیں۔ اور ان سے پوچھتے ہیں۔ کہ تم کہاں سے آرہے ہو۔ تو وہ ملائکہ جواباً عرض کرتے ہیں کہ ہم دنیا سے آرہے ہیں کیوں کہ آج کی رات ملت اسلامیہ کے لیے شب قدر تھی پھر آسمان کے فرشتے سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی حاجتوں کی بابت کیا فرمایا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نیک کام کرنے والوں کی مغفرت فرمائی اور برے لوگوں کے حق میں نیکوں کی شفاعت قبول فرمائی۔ یہ سن کر آسمانِ دنیا کے ملائکہ کی آوازیں اور اللہ کی تقدیس اور حمد میں اور بلند ہو جاتی ہیں۔ پھر آسمانِ دنیا کے فرشتے جانے والے فرشتوں کو رخصت کرنے کے لیے دوسرے آسمان تک جاتے ہیں۔ اور یہ گفتگو اور طریقہ اول آسمان سے لے کر ساتویں آسمان تک جاری رہتا ہے پھر حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کو کہتے ہیں کہ اپنے مقام پر چلے جائیں یہ سن کر فرشتے اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے ہیں۔ پھر عرش سے بھی تسبیح

ور حمد کی آواز بلند ہوتی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے میرے عرش تو نے کیوں آواز بلند کی تو عرش عرض کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تو نے آج رات امت مسلمہ کے نیک لوگوں کی مغفرت فرمائی اور برے لوگوں کی ہدایت کے لئے نیکوں کی شفاعت قبول فرمائی تو اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ فرمائے گا اے عرش تو نے سچ کہا کہ میرے نزدیک امت محمدیہ کی قدر و منزلت ہے۔ جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل میں اس کا تصور گزرا۔ بعض مادہ پرست لوگ ایسی باتوں کو قصہ تصور کرتے ہیں لیکن ان لوگوں میں حقیقت کو پہچاننے کا شعور ہی نہیں ہے کیوں کہ مذہبی معرفت میں ایک مقام پر پہنچ کر عقل ہیچ ہو جاتی ہے۔

۴۔ سلامتی	سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝	طلوع فجر تک یہ رات سلامتی ہے۔

شب قدر کی فضیلت کی چوتھی وجہ "سلام" ہے جو کہ اس رات طلوع فجر تک جاری رہتا ہے "سلام" کا لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے کافی وسعت رکھتا ہے۔ عام مفسرین "سلام" سے سلامتی مراد لیتے ہیں۔

سلامتی کا یہ مطلب ہے کہ اس رات اللہ تعالےٰ کی طرف سے رحمت، بخشش، اور مغفرت کا عام نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ مانگنے والوں کو ان تمام عنایات سے سرفراز کرتا ہے جن کے حصول کے بعد انسان امن اور سلامتی سے زندگی بسر کر سکتا ہے یعنی جو رزق کی کشادگی مانگتا ہے اس کا رزق فراخ کیا جاتا ہے اولاد طلب کرنے والوں کو اولاد مل جاتی ہے۔ گناہوں سے معافی مانگنے والوں کو معافی دی جاتی ہے۔

اللہ کے خاص بندوں یعنی صوفی، فقیر، درویش عالم باعمل، زاہد، عابد کے

مراتب بلند ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ ایسے موقعوں کو ضائع نہیں کرتے اور اللہ سے خاص اپنی بخشش اور رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔ خاص کر آدھی رات کے بعد اس رات کو اللہ تعالےٰ کی ذات کی طرف سے فیض عام جاری ہوتا ہے۔ اور ایسے موقع پر مانگنے والے کبھی خالی نہیں رہ سکتے۔

سلامتی کا مقصد ہر طرف امن و امان خیر و عافیت بھی ہے اور اس رات میں حقیقتاً امن و سکون ہوتا ہے کیوں کہ دنیا میں فتنہ فساد پھیلانے کا کام شیطانی قوت کا ہے اور وہ رمضان المبارک میں جکڑی ہوتی ہے اس لئے اس رات میں امن و سلامتی ہی ہے۔ لیکن بعض لوگ اس امن و سلامتی پر اعتراض کرتے ہیں کہ لیلۃ القدر کی رات میں پھر برائیاں کیوں ہوتی ہیں چوری فتنہ فساد کیوں ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بدخصلت انسان ہی برے کام کرتے ہیں اور انسانوں کے اپنے فعل ہیں البتہ قدرت کی طرف سے اس رات میں کسی شخص پر کوئی عذاب یا سزا وغیرہ نہیں دی جاتی بلکہ اللہ کی طرف سے چاروں سو سلامتی اور رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

سلام" کا دوسرا مطلب سلام کہنا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ کے فرشتے جب زمین پر آتے ہیں تو وہ اللہ کے نیک اور عبادت گزار لوگوں کو سلام کہتے ہیں۔ یہ انسان کی سعادت مندی ہے کہ نوری مخلوق یعنی ملائکہ انسان کو سلام پیش کریں لیکن ان کے سلام کا جواب صرف وہی لوگ دیتے ہیں جن کا باطن روشن ہوتا ہے اور انہیں ملائکہ نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح ملائکہ کا سلام کہنا بھی اس رات کے فضائل سے ہے۔

شب قدر کے تعین کے بارے میں شرعی توضیحات

شب قدر کے بارے میں کوئی تعین نہیں ہے کہ فلاں رات شب قدر ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ رمضان المبارک میں ایک قدر والی رات ہے جسے تلاش کرنے والے پاتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی مقدس اور باعظمت رات کو اللہ تعالےٰ نے راز میں کیوں رکھا ہے۔ حقیقت ہے کہ قیمتی گوہر ہمیشہ کوشش اور جدوجہد کے بعد حاصل ہوتا ہے اور واقعی جو چیز انسان کو جتنی محنت کے بعد حاصل ہو اس کی اتنی ہی زیادہ قدر کرتا ہے۔ اگر قیمتی اور نایاب گوہر بھی سرعام بلا جدوجہد ملنا شروع ہو جائے تو اس کی قدر وقیمت اور اہمیت میں فرق آ جائے گا۔ اور لوگ اس کی قدر نہیں کریں گے اسی طرح لیلۃ القدر ایک ایسا قیمتی تحفہ ہے۔ جس کا اجر ایک ہزار سال مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ ہے لہذا اس کے حصول کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو تھوڑی سی محنت ومشقت میں ڈالا ہے۔ چنانچہ اس چیز کے پیش نظر اس رات کو رمضان المبارک میں تلاش کرنے کا حکم ہے۔ تاکہ لوگ اسی بہانے سے زیادہ سے زیادہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔

شب قدر کو راز میں رکھنے کی ایک مصلحت یہ بھی ہے۔ کہ بہت سے انسان اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ایک رات عبادت نہ کر سکیں تو دوسری رات میں عبادت کریں۔ اسی طرح دوسری یا تیسری میں عبادت کریں تو اس جذبے کے

تحت رمضان کی راتوں میں عبادت کے ثواب سے محروم نہ رہ سکے گا۔
شروع شروع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رات بتلا دی مگر لوگوں پر راز ظاہر کرنے سے منع کر دیا اور اس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔ جو حضرت عبادہ رضی سے روایت ہے۔ ایک دفعہ آپ اعتکاف سے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرما دیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کا تعین اٹھا لیا گیا کیا معلوم کہ اس رات کا اٹھا لینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ لہٰذا اب اس رات کو اکیسویں یا تئیسویں یا پچیسویں رات میں تلاش کرو۔
اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر تو شب قدر کے تعین کا اٹھ جانا خیرِ کثیر کے حصول سے محرومی تھی مگر انسانوں کو ہر حال میں اللہ کی رضا پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے جو کچھ کیا وہ بہتر کیا۔ کیونکہ شب قدر کی مخفیت سے بے شمار فائدے ہمارے سامنے نظر آتے ہیں چونکہ عام انسان کی فطرت میں کوتاہی کا مادہ موجود ہے اگر تعین باقی رہتا تو ہو سکتا ہے کہ بہت سے لوگ رمضان پاک کی باقی راتوں میں عبادت کی کثرت نہ کرتے مگر شب قدر کی رات نامعلوم ہونے کی وجہ سے انسان رمضان شریف میں سوچتا ہے کہ جس رات میں عبادت کا موقعہ ملتا ہے دل کھول کر عبادت کرے کیوں کہ کہیں یہ شب قدر ہی نہ ہو۔
اکثر لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے گناہ کئے بغیر نہیں رہا جاتا۔ آج کل تو رمضان شریف میں بھی لوگ کثرت سے گناہ کر لیتے ہیں۔ یعنی فلمیں وغیرہ دیکھ ہی لیتے ہیں تعین ہونے کی صورت میں گناہوں کا احساس

انسان کے ذہن پر غیر معمولی طور پر چھایا رہتا ہے اور انسان دوسری راتوں میں بھی دل جمعی سے عبادت نہ کر پاتا۔

تعین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً رہ جاتی تو اس کے دل میں بہت زیادہ احساس پیدا ہوتا کہ مجھ سے اتنی بابرکت رات کیوں چھوٹ گئی ہے اس کے دل پر افسردگی رہتی جس کے زیر اثر اس کے لئے آئندہ راتوں میں جاگ کر عبادت کرنا مشکل ہو جاتا۔ کیوں کہ انسان کے ذہن پر یہ بات سوار رہتی کہ شب قدر گذر گئی ہے اب کثرت عبادت سے کیا حاصل۔

رمضان المبارک میں شب قدر تلاش کرنے کے لیئے جن راتوں میں انسان ذکر و فکر کرتا ہے اس کا ثواب اپنی جگہ پر ملتا ہے اس طرح سے انسان کے اجر و ثواب میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر رات متعین ہوتی تو انسان زیادہ جدو جہد کرنا چھوڑ دیتا۔

لیلۃ القدر کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا خواب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کرامؓ کو خواب میں دکھایا گیا کہ لیلۃ القدر رمضان کی آخری سات تاریخوں میں ہے۔ جب یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپؐ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے خواب رمضان کے آخری سات دنوں کے بارے میں متفق ہو گئے ہیں پس اب جو لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہے تو وہ رمضان کی آخری سات تاریخوں میں تلاش کرے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے بھی یہی بات عیاں ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر کوئی مقرر

رات نہ تھی۔ لیکن متعدد صحابہ کرامؓ کو خواب کے ذریعہ اس رات سے باخبر کیا گیا ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے خوابوں سے متفقہ طور پر معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ ہی میں ہے۔

لیلۃ القدر سال میں ایک بار آتی ہے مگر اس

شب قدر سال میں ایک بار

کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ رات سال بھر کی کوئی بھی رات ہو سکتی ہے یا رمضان المبارک میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ یہ رات سال بھر کی تمام راتوں میں سے ایک ہے اور یہ سال بھر میں کبھی کوئی رات اور کبھی کوئی رات ہوتی ہے جو شخص سال بھر اس کا متلاشی ہو وہ اسے پا سکتا ہے دوسرا نہیں پا سکتا ہے۔ واللہ اعلم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول میں مصلحت ہے کہ انہوں نے قرآنی نص کی صراحت کے باوجود شب قدر کو رمضان المبارک کے علاوہ دوسری راتوں میں سے کوئی رات قرار دی ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے پیش نظر یہ خیال ہو کہ لوگ شب قدر کی تلاش میں سارا سال عبادت اور شب بیداری کریں۔

حضرت عبداللہؓ کے قول کے بالکل برعکس قرآن و حدیث کی روشنی کے تحت شب قدر رمضان المبارک میں ہوتی ہے قرآن پاک سے شب قدر کے رمضان المبارک میں ہونے کی دلیل یہ ملتی ہے کہ ارشاد باری ہے کہ "قرآن پاک کو ہم نے رمضان المبارک میں اتارا۔ (سورت بقرہ)

پھر اس نزدل قرآن کے بارے میں ارشاد ہے کہ "ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا" (سورت قدر)

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان المبارک میں کوئی رات ہے جب نزول قرآن ہوا اس میں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شب قدر ماہ رمضان میں

کوئی ایک رات ہے۔

شب قدر کے رمضان المبارک میں ہونے کے بارے میں حدیث سے اس طرح استدلال ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

پھر آپؐ نے رمضان کے موقعہ پر ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ مہینہ تمہارے پاس آگیا ایک باعظمت اور برکت والا مہینہ۔ ایسا مہینہ کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

ایک اور موقعہ پر آپؐ نے فرمایا تمہارے پاس ایک باعظمت اور برکت والا آگیا ایسا مہینہ کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے (بیہقی)

ان تمام دلائل سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مندرجہ بالا بیان رمضان المبارک میں شب قدر کے ہونے کے خلاف ہے مگر قرآن و حدیث سے صراحتاً یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان المبارک میں ہوتی ہے

شب قدر کا رمضان میں ہونے کے تعین کے بعد ہمیں احادیث کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرے میں سے کوئی رات ہوتی ہے۔ رمضان کے اکیسویں روز سے لے کر ۲۹ یا تیسویں روز تک کے دنوں کو آخری عشرہ کہا جاتا ہے۔ عشرہ عربی میں دس کے لئے بولا جاتا ہے۔ لہذا رمضان کے آخری روزوں کو آخری عشرہ کا لفظ دے دیا گیا ہے۔

شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ (مسلم شریف)

شب قدر کے آخری عشرہ میں ہونے کے بارے میں رسول پاکؐ کی یہ حدیث بھی ہے۔ جو بخاری شریف میں حضرت ابو سعیدؓ کے حوالے سے درج ہے شب قدر کی تلاش کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا پھر حضورؐ نے درمیانی عشرہ میں ترکی خیمہ کے اندر اعتکاف فرمایا۔ پھر سر مبارک خیمہ سے باہر نکال کر فرمایا کہ میں نے اس رات کی تلاش میں رمضان شریف کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا۔ مگر پتہ نہ چلا پھر فرشتے نے میرے پاس آکر کہا کہ شب قدر رمضان شریف کے آخری عشرہ میں ہے اس حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے آخری عشرہ کے تعین کے بعد پھر یہ بھی احادیث سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ عشرہ کی طاق راتوں میں سے ہوتی ہے رسول پاکؐ نے فرمایا کہ شب قدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (مسلم شریف)

طاق راتوں سے مراد اکیسویں۔ تیئسویں۔ پچیسویں۔ ستائیسویں۔ انتیسویں رات ہے۔ ان راتوں کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر انتیسویں یا ستائیسویں یا پچیسویں یا تیئسویں یا اکیسویں شب میں تلاش کرو۔

حضرت عبادہؓ سے یہی حدیث قبل بھی میں نے نقل کی ہے اور دوبارہ پھر درج ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس لیئے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع دیں۔ مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیئے آیا تھا۔ کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ جس وجہ سے اس کا تعین اٹھا لیا گیا کیا بعید نہیں

کہ یہ اٹھا لینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ لہٰذا اب اس رات کو آخری عشرہ کی پانچویں یعنی پچیسویں۔ ساتویں یعنی ستائیسویں نویں یعنی انتیسویں رات میں تلاش کرو

اس بحث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شب قدر طاق راتوں میں کوئی ہوتی ہے۔ طاق راتوں کے بارے میں رسول اکرم ؐ کا اظہار تھا۔ مگر یہ مسلمہ حکم نہیں تھا کہ شب قدر ضرور طاق راتوں میں ہی ہوا کریگی لیکن رسول مقبول ؐ کا یہ اظہار خیال کہ طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو بھی حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا اور یقین کریں کہ جو شب قدر کو تلاش کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ اسے ضرور پاتا ہے۔

ستائیسویں رات بحیثیت شب قدر

آئمہ مجتہدین کے ایک گروہ نے اپنے خیال کے مطابق رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو لیلۃ القدر قرار دیا اور ان کے خیال کے مطابق ہر سال ستائیسویں رات ہی شب قدر ہوتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب ستائیسویں شب کو یقیناً" شب قدر کہتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بھی اسی کے قائل تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ زیادہ باوثوق ستائیسویں شب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بھی اسی کے قائل تھے۔ اکثر مفسرین اور علماء اکرام بھی اسی پر اتفاق رائے کرتے ہیں کہ شب قدر ستائیسویں رات ہی ہوتی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ بھی اسی کے حامی تھے۔

ستائیسویں رات کو ویسے بھی آخری راتوں پر فضیلت حاصل ہے کیوں کہ اس رات کو اکثر مساجد میں تراویحوں میں قرآن پاک مکمل ہونے پر ختم شریف ہوتا ہے لہٰذا یہ رات "جشن قرآن" کے نام سے مشہور ہوگئی ہے اور اس رات مساجد میں بھی خوب رونق ہوتی ہے اور لوگ جوق در جوق آکر عبادت کرتے ہیں اس لئے ستائیسویں کی فضیلت زیادہ ہے۔

میرے خیال کے مطابق شب قدر آخری عشرہ کی طاق راتوں میں بدل بدل

کرآتی رہتی ہے لیکن زیادہ تر ستائیسویں رات ہی ہوتی ہے۔ کیوں کہ اس رات کو عموماً جشن قرآن منایا جاتا ہے اور اسی رات کا شب قدر ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔ مسلم میں حضرت زر بن جبیشؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص سال بھر قیام کرے گا۔ وہ لیلۃ القدر کو پائے گا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے جواب دیا عبداللہ بن مسعودؓ پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ لوگ ایک خاص وقت پر بھروسہ نہ کرلیں ورنہ انہیں معلوم تھا کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور یہ بھی کہ وہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے پھر حضرت ابی بن کعبؓ نے حلفاً یہ کہا کہ وہ رمضان کی ستائیسویں تاریخ ہے۔ پس میں نے پوچھا کہ اے ابو منذر (حضرت ابی بن کعب کی کنیت تھی) آپ یہ بات کس بنا پر کہہ رہے ہیں انہوں نے جواب دیا ایک علامت پر کہہ رہا ہوں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائی تھی اور وہ نشانی یہ ہے کہ اس روز جو سورج نکلے گا۔ اس میں تیزی نہ ہوگی۔ (مسلم شریف)

اسی حدیث کی بنا پر یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہی زیادہ تر شب قدر ہوتی ہے کیوں کہ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان شریف کی ستائیسویں شب کو صبح تک عبادت میں مصروف رہتا ہے وہ مجھے پسند ہے۔ بہ نسبت اس کے رمضان کی ساری راتوں میں شب بیداری کرے

شب قدر کی علامات

شب قدر صاف شفاف چمک دار اور کھلی ہوتی ہے اس رات میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے اور نہ زیادہ ٹھنڈک بلکہ یہ رات موسم بہار کی راتوں کی مانند ہوتی ہے معتدل اور خوشگوار

فضا ہوتی ہے۔ اس رات میں شہاب ثاقب نہیں ٹوٹتے۔ رات کے پچھلے پہر تو بے حد کیف وسرور ہوتا ہے۔ آسمانوں کی طرف دیکھنے سے نور زمین کی طرف آتا ہوا معلوم ہوتا ہے نیز یہ بھی علامت ہے کہ شب قدر کے بعد والی صبح کو سورج میں تیزی نہیں ہوتی۔

اس رات کو رحمت خداوندی کا دنیا والوں پر اتنا نزول ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اور ایسی رات میں اہل ایمان کا دل عبادت کرنے کو خواہ مخواہ کرتا ہے ان کی طبیعت قدرتی طور پر عبادت کی طرف کچھ زیادہ ہی راغب ہوتی ہے۔

بعض بزرگوں نے رمضان کی ۲۷ شب میں سمندر کا پانی چکھا تو میٹھا معلوم ہوا

بعض بزرگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ ریز ہو جاتی ہے یہاں تک کہ درخت بھی اس رات میں سجدہ کرتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں پھر اپنی جگہ پر آجاتے ہیں مگر عام لوگوں کی نسبت اہل نظر کو شب قدر کا زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے دراصل اس رات کا مزہ اور سرور الفاظ میں کیسے بیان کیا جا سکتا ہے کیوں کہ جو بات انسان کے ذاتی تجربے اور مشاہدے میں آتی ہے وہ ادراق میں کیسے پیدا کی جا سکتی ہے۔

اس رات کو عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنی چاہیئے کیونکہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا جو ثواب ہے وہ شب بیداری سے زیادہ ہے۔ اس لئے پہلے نماز بعد میں شب بیداری۔

عارف اور اولیاء کرام کو اللہ کی رحمت سے یہ رات معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ اس رات کو وہ اپنی باطنی نگاہ سے عرش معلی سے ایک قسم کے نور کا ظہور دیکھتے ہیں جو آسمانوں اور دنیا والوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ جو عام راتوں میں نہیں ہوتا صرف شب قدر کی رات کو نازل ہوتا ہے۔ اللہ کی اس رحمت کے ظہور سے

انہیں شب قدر کا علم ہو جاتا ہے اس کے علاوہ شب قدر میں زمین پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور انہیں اپنی باطنی نگاہ سے جب ملائکہ نظر آتے ہیں تو اس سے بھی شب قدر کا علم ہو جاتا ہے۔ باقی جنہیں اللہ تعالیٰ شب قدر کے بارے میں بتانا چاہے بتا دیتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جو اللہ کا بن گیا اللہ اس کا بن جاتا ہے اور ان کی ہر رات ہی مثل شب قدر ہو جاتی ہے۔

جن لوگوں نے شب قدر دیکھی ہے ان کا کہنا ہے کہ ایک خاص قسم کی روشنی ظاہر ہوتی ہے لیکن اس کا ظہور صرف ان لوگوں پر واضح ہوتا ہے۔ جن پر اللہ ظاہر کرنا چاہے ورنہ ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے دو انسانوں میں سے ایک اس رات جلوہ پا جاتا ہے اور دوسرا محروم رہ جاتا ہے اور وہ جلوہ دیکھ نہیں پاتا

مغفرت گناہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (بخاری شریف)	جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں

شب قدر میں رحمت خداوندی کا فیض عام ہوتا ہے اور اس رات کو جو لوگ اللہ سے مغفرت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ خلوص سے مغفرت مانگی جائے۔ چنانچہ اس رات کو اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر نفلی عبادت کرنی چاہیئے چنانچہ مسلمانوں! اپنے دل کو دنیاوی خواہشات سے تھوڑا الگ کر کے اللہ تعالیٰ کو ہمہ تن گوش یاد کرو۔ دل میں اللہ کی حضوری ہو لوگوں کو دکھاوے کے لئے عبادت نہ کرو ورنہ کچھ بھی نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ جسمانی مشقت کو بے حد پسند فرماتا ہے۔ تو جو حضرات اس رات کو تلاش کرتے ہیں انہیں تھوڑی بہت مشقت ضرور برداشت کرنا پڑے گی۔ کیوں کہ عبادت میں مشقت ضروری ہے جو شخص

اللہ تعالےٰ کے قرب کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے اسے اتنا ہی اللہ کی یاد میں محو رہنا پڑتا ہے۔

اس رات کی عبادت کے عوض میں اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے مگر اس کے بارے میں علماء اکرام کا یہ خیال ہے کہ یہ صرف صغیرہ گناہ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ خود بخود معاف کر دیتا ہے مگر کبیرہ گناہ کی معافی کے لئے انسان کو ہمیشہ کے لئے تائب ہونا پڑتا ہے کیوں کہ علماء کا کہنا ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ مگر میرے نزدیک یہ خیال احسن ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ جس شخص کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کی رضا حاصل کرنے کی خاطر اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ تو ایسے شخص کو توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور اس کے صغیرہ و کبیرہ گناہ سب معاف فرما دیتا ہے۔ بشرطیکہ ایسا انسان اپنے ماضی کے گناہوں پر اللہ کے حضور میں اپنے گناہوں پر نادم ہو اور آئندہ جان بوجھ کر گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرے اور رو کر توبہ کرے تو اللہ تعالےٰ ضرور گناہ معاف کر دیتا ہے چنانچہ شب قدر میں اللہ کے حضور میں مؤدب حاضر ہو کر رونا توبہ کا سب سے افضل طریقہ ہے۔

اللہ کی طرف سے شب قدر کا دکھایا جانا

شب قدر میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے جس وقت اللہ کی جانب سے اپنے بندوں پر اللہ اپنی رحمت ظاہر کرتا ہے اور اللہ ایسی علامات دکھا دیتا ہے۔ جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شب قدر تھی۔ لیکن شب قدر کو صرف وہی پاتا ہے۔ جس پر اللہ کی جانب سے ظاہر کی جاتی ہے۔ اکثر اوقات یوں بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی مسجد میں یا مسجد کے صحن میں تین چار عابد شب قدر کی تلاش میں محو عبادت ہیں تو ان میں سے صرف ایک ہی پر اللہ تعالےٰ شب قدر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو

جس شخص کو اللہ دکھانا چاہتا ہے ۔ صرف اسے آسمان پر یا سامنے نور نظر آ جائے گا یا وہ درخت کو سجدہ پڑتے ہوئے دیکھ لے گا۔ یہ منظر صرف اسے ہی نظر آئے گا اور دوسروں کو نظر نہیں آئے گا۔ خواہ دوسرے بھی اس کے پاس ہی بیدار کیوں نہ بیٹھے ہوئے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰے شب قدر دکھانے میں حکمت استعمال کرتا ہے۔ کیوں کہ اس کا تعلق روحانیت سے ہے۔ اس لئے اللہ کے مخصوص روحانی بندوں پر ہی اس رات کے اسرار کھلتے ہیں۔ اور ان کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔

شب قدر کی عبادات و اعمال

شب قدر خصوصاً عبادت اور یاد الٰہی کی رات ہے اس لئے ہر مسلمان کو اس رات میں ہر کام سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں محو ہو جانا چاہیئے۔ کیوں کہ انسانی زندگی کا بھی اصل مقصد تو عبادت ہی ہے اور زندگی میں ایسے مواقع بار بار کہاں میسر آتے ہیں لیکن بیشتر مسلمان شب قدر کی اہمیت کو مدنظر نہیں رکھتے یہ رات بھی غفلت میں گزار دیتے ہیں۔ اور اس رات کے فیوض و برکات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جو ہزار مہینے کی عبادت سے بھی افضل ہے۔

شب قدر میں ہر طرح عبادت شروع کرنے سے پہلے مسلمان کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے۔ کہ عبادت کے لئے اس کی نیت کا درست ہونا ضروری ہے۔ نیت کی درستگی ایمان کا ایک حصہ ہے۔ کیوں کہ نیت کی درستگی کے بغیر عبادت کی روح قائم نہیں ہوتی۔ عبادت صرف رسماً اور عادتاً نہیں کرنی چاہیئے بلکہ نیت میں رضائے الٰہی مدنظر ہونی چاہیئے۔ یعنی اور کوئی مقصد مثلاً دکھاوا طمع یا لالچ وغیرہ نہیں ہونا چاہیئے۔

عبادت شروع کرنے سے پہلے جسم اور لباس کا پاکیزہ ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ پاکیزگی اللہ تعالےٰ کو بہت پسند ہے اسی لئے تو طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ لہٰذا شب قدر میں رات کو غسل کرنا بہت ہی بہتر ہے۔ یعنی

شام ہوتے ہی نہایا یا دھویا جائے اور پھر صاف اور پاکیزہ لباس پہن کر معروف عبادت ہونا چاہیئے۔ شب قدر میں مسلمانوں کو جس طرح عبادت کرنی چاہیئے اور جو عبادت کا انداز اختیار کرنا چاہیئے وہ مندرجہ ذیل ہے:۔

۱۔ آخری عشرہ کی اہمیت شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کوئی رات ہوتی ہے لہذا احادیث میں اسے تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیوں کہ اس رات کا کوئی تعین نہیں۔

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں کی طاق تاریخوں میں تلاش کرو (بخاری)

۲۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس تاریخوں میں تلاش کرو۔

۳۔ حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ لیلۃ القدر کو اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس یا انتیس تاریخ کی رات کو تلاش کرو۔

ان احادیث سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اس رات کو تلاش کرنا چاہیئے تلاش کرنے سے یہ مراد ہے کہ انسان آخری عشرہ کی راتوں میں جاگتا رہے اور اللہ کی عبادت میں مصروف رہے اور اس موقعہ کی تلاش میں رہے جس وقت لیلۃ القدر کی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں۔ لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کے دو طریقے ہیں ایک طریقہ تو عام ہے اور دوسرا طریقہ خاص ہے۔

عام طریقہ تو یہ ہے۔ کہ روزہ دار آخری عشرہ کی راتوں میں خواہ گھر پر ہو یا مسجد میں ہو۔ شب بیدار ہو کر اللہ کی عبادت کرے اور شب بیداری میں اس گھڑی کا منتظر رہے جو شب قدر میں رات کے تیسرے پہر آتی ہے۔

شب قدر تلاش کرنے کا خاص طریقہ اعتکاف ہے۔ یعنی رمضان کے آخری عشرہ میں کسی مسجد میں اللہ کو یاد کرنے کی غرض سے بیٹھ جائے اعتکاف کا اصل مقصد بھی شب قدر کی تلاش اور اس کے فیوض و برکات کا حصول ہے کیوں کہ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر مسجد کے ایک گوشے میں دن رات محو عبادت ہو جانا اعتکاف ہے۔ اور ایام اعتکاف کی راتوں میں لامحالہ شب قدر کی رات آئے گی۔ اس لئے اعتکاف میں شب بیداری بہت ضروری ہے۔ کیوں کہ اللہ کے حضور میں رات کے وقت بیدار ہو کر ذکر و فکر میں مشغول ہونے والا غفلت کی نیند سونے والے سے ہر حال میں بہتر ہے اس لئے متعکف حضرات کو خصوصی طور پر اعتکاف کی راتوں میں خصوصاً طاق راتوں میں پچھلے پہر ضرور بیدار رہنا چاہیئے کیا معلوم اللہ کی رحمت کا جلوہ کب ہو جائے۔ شب قدر کی سعادت مندی سے بہرہ ور ہونے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں جس قدر سخت محنت کرتے اتنی اور کسی وقت میں نہ کرتے تھے (مسلم)

اسی طرح کی حضرت عائشہ رض سے ایک روایت ہے کہ جب رمضان کی آخری دس تاریخیں آتی تھیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمربستہ ہو جاتے تھے رات بھر جاگتے رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔ (بخاری)

۲۔ شب قدر میں شب بیداری

شب قدر کی رات میں کثرت عبادت کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ساری رات شب بیدار رہنا چاہیئے۔ جو اس رات میں شب بیداری نہ کرے گا تو وہ اللہ تعالٰی کی بے شمار نعمتوں سے محروم رہ جائے گا۔

دنیاوی ملازمت میں اگر ہماری ڈیوٹی رات کے وقت ہو تو ہمیں ہر قیمت پر شب بیدار ہو کر اپنی نوکری کے فرائض سرانجام دینے پڑتے ہیں۔ اور چند

سکون کی خاطر ہم اپنی نیند کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے لیکن شب قدر کو بیدار رہنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ کیوں کہ ہم پیٹ کی خاطر تو جاگ سکتے ہیں لیکن رضائے الٰہی کی خاطر جاگنا مشکل ہے نہ جاگنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے دل حب الٰہی اور عشق رسول سے خالی ہیں تو اس صورت میں انسان کس طرح عبادت کی طرف تن من سے متوجہ ہو۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کی بے پناہ عبادت کی اور خاص کر آخری عشرہ میں کھڑے ہو کر اللہ کے ذکر و اذکار میں اس قدر محو ہوتے اور اتنے نوافل پڑھتے کہ آپؐ کے پاؤں مبارک پر درم آجاتے۔ آپؐ کے صحابہ کرامؓ بھی عبادت میں کثرت کرتے تھے حضرت عمرؓ عشاء کی نماز کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور صبح تک نوافل میں گزار دیتے۔ حضرت عثمانؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت عثمانؓ دن بھر روزہ رکھتے اور رات کا اکثر حصہ نماز میں گذارتے رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے۔ اسی طرح حضرت علیؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ خاص کر رمضان المبارک میں بے پناہ عبادت کرتے اور شب قدر کو تلاش کرتے۔

ملت اسلامیہ میں بے شمار بزرگان دین ایسے گزرے ہیں جو آپؐ کے نقش قدم پر چلے۔ آپؐ نے انہی کے پیش نظر فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم تو میری عبادت کے لیئے فارغ ہو جا اور میں تیرے سینے کو نور سے بھر دوں گا۔ ورنہ تیرا سینہ مشاغل سے بھر جائے گا لہٰذا اس رات میں اللہ کی عبادت کثرت سے کرنی چاہیئے۔

عوام الناس سے کچھ لوگ ستائیسویں رات کو مسجدوں میں خوب جمع ہو جاتے ہیں اور رات بھر جاگ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں مگر دیکھا گیا ہے کہ اس رات

کو بھی دنیا داروں جیسی حرکتیں کرتے ہیں۔ ایسے لوگ عبادت تو کرتے ہیں۔ لیکن ان کی عبادت روح سے خالی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس لوگوں کو چاہیئے کہ وہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی تمام راتوں کو جاگیں اور شب قدر کو تلاش کریں کیوں کہ جب انسان عجز وانکساری میں اپنے اللہ کو پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا دامن اپنی رحمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے وہ جس قسم کی نیک تمنا کرتا ہے ضرور پاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمیں اللہ سے مانگنے کا سلیقہ ہی نہیں آتا۔ مگر شب قدر میں شب بیداری کرنے والے حضرات کی تعداد آبادی کے تناسب کے مطابق عشر عشیر نہیں ہوتی۔

اے مسلم تو لذت نفس کی خاطر راتوں کو بازاروں کی رنگینیوں میں کلبوں کی پرکیف محفلوں میں قہوہ خانوں ہوٹلوں اور نگار خانوں میں آدھی رات تک لطف اندوز ہوتا ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ ٹیلیویژن کے پروگرام دیکھتا تھکتا نہیں لیکن لیلۃ القدر کو پانے کے لیئے آخری عشرہ کی شب بیداری تجھ پر گراں ہے تو جسم کی لذت کے لیئے تو ہر وقت تکلیف اٹھانے کے لیئے تیار ہے مگر روح کی آبیاری کے لیئے اتنا تنگ دل کیوں ہے۔ کسی اللہ والے کی محفل میں بیٹھ اور شب بیداری کر کے دیکھ تجھے کتنی لذت میسر ہوگی۔

۲۔ شب قدر میں نوافل پڑھنا

شب قدر میں جس طرح بھی اللہ کے حضور اپنا عجز دنیاز پیش کیا جائے کم ہے۔

چنانچہ شب قدر میں بیدار رہ کر تو بھی اللہ کی اسی طرح عبادت کر جس طرح کہ میرے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی رکوع وسجود اتنا کر کہ اللہ تجھ سے راضی ہو جائے کیوں کہ اللہ کو قیام رکوع وسجود بہت ہی پسند ہے اور یہ تینوں باتیں نماز میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا شب قدر کی رات کو عشاء اور فجر کی

نماز کی ادائیگی از حد ضروری ہے۔ کیونکہ نفلی عبادت فرضی عبادت کے بعد ہے اور یہ فرضی عبادت کسی حالت میں بھی اس رات کو ترک نہ ہونے دے اگر یہ نمازیں انسان نہ ادا کرے تو پھر رات بھر جاگنے اور نوافل پڑھنے کا کوئی خاص فائدہ نہیں اور یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ ملازم کے ذمہ اس کی ڈیوٹی کی ادائیگی ہو اور وہ ملازم اپنی مقررہ ڈیوٹی تو ادا نہ کرے اور کہے کہ میں اوور ٹائم لگاؤں گا۔ تو مالک کیا کہے گا۔؟ کیا خوب تو اپنا فرض تو پورا نہیں کرتا مگر اوور ٹائم لگانے کو تیار ہے اسی لئے فرضی نماز نفلی سے بہت ضروری ہے۔

نوافل پڑھنے کا یوں تو ہر وقت ثواب ہے مگر مبارک راتوں میں نوافل پڑھنے کا اجر اور فضیلت عام راتوں کی نسبت بہت زیادہ ہے اور پھر شب قدر جیسی مقدس اور بابرکت رات میں نوافل پڑھنے کا بہت ہی زیادہ ثواب ہے۔ گو اس رات میں نوافل پڑھنا نوافل ہی ہیں۔ مگر فرض نمازوں کے برابر ان کا ثواب ہوتا ہے علاوہ ازیں یہ رات اللہ کی خاص عنایت ہے جس کی وجہ سے اس عبادت کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ شب قدر میں نفل پڑھنے کا ثبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے اخذ ہوتا ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان اور احتساب کے ساتھ کھڑا رہے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نیک لوگ رات بھر نوافل میں گزار دیتے ہیں۔

۴۔ تلاوت قرآن مجید

قرآن مجید ایک عظیم کتاب ہے اور اس کی عظمت کا راز اس کے فیوض و برکات اور انوار و تجلیات ہیں۔ قرآن کا ہر لفظ سرچشمہ ہدایت ہے اور ان الفاظ کی حقیقت معرفت ربانی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن پاک اسی رات کو نازل ہوا اس

لئے لیلۃ القدر کو قرآن پاک کے ساتھ گہری مناسبت اور تعلق ہے کیوں کہ یہ رات نزول جشن قرآن کی یادگار ہے۔ لہٰذا اس رات میں قرآن پاک کی جتنی تلاوت کی جائے کم ہے کتنی خوش بختی کی بات ہے کہ اللہ کا بندہ اس کے دربار میں بیٹھا ہو۔ اور اسی کی باتوں کو اپنی زبان سے دھرا رہا ہو۔ اور اس کا آقا اسے سن رہا ہو اور سن کر اس کے پڑھنے کا اجر رحمت برکت بخشش کی صورت میں عطا کرے

قرآن پاک کی تلاوت کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کی سب سے افضل عبادت قرآن مجید کی تلاوت ہے اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رکوع وسجود کے بعد تلاوتِ قرآن مجید بہت افضل ہے۔ قرآن مجید سے ہمیں راہبری اور راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے آخری عشرہ کی راتوں میں اور ستائیسویں شب کو جو حضرات ناظرہ پڑھے ہوئے ہیں۔ وہ ناظرہ پڑھیں جو حفاظ ہیں۔ وہ نوافل میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ کیوں کہ قرآن پڑھنے سے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

ہمارے اسلاف کے ائمہ صوفیا بزرگانِ دین اور علماء حق میں سے بے شمار ایسے لوگ گزرے ہیں جنہیں اللہ کا قرب اور ولایت تلاوتِ قرآن سے ملی۔ کیوں کہ تلاوت ایک محبوب عمل ہے۔ اس لئے اس کے پڑھنے والا بھی محبوب بن جاتا ہے۔ اور جو اللہ کا محبوب بن جائے پھر اسے کیا چاہیئے۔

۵۔ ذکر و فکر نوافل اور تلاوتِ قرآن پاک کے بعد اللہ کا ذکر کرنا بھی بہت افضل ہے۔ ذکر ایک ایسی عبادت ہے جو انسانی دل کو آئینہ بناتی ہے جو اللہ کے انوارات اور تجلیات کی گزرگاہ ہے۔ ذکر خواہ کیا ہو۔ لیکن اس میں دل کی توجہ کا اللہ کی طرف مائل ہونا ضروری ہے بغیر حضوری

کے ذکر کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ذکر الٰہی وہ بھٹی ہے جو طالبان حق کو کندن بناتی ہے ذکر وہ شعلۂ نور ہے جو انسانی دل کو روشن کرتا ہے۔

ذکر وہ آب کوثر ہے جو دل کی آلودگیوں کو دھو ڈالتا ہے ذکر ذریعہ نجات ہے ذکر بخشش و مغفرت کا وسیلہ ہے ذکر روح کی غذا ہے ذکر من کی دنیا ہے۔ ذکر سالکانِ طریقت کا توشہ ہے۔ ذکر وہ خوشبو ہے جس سے روح کی دنیا مہک اٹھتی ہے۔ ذکر فرحت ہے مسرت ہے لطافت ہے۔ صداقت ہے۔ رحمانیت ہے۔ ابدیت ہے۔ نصرت ہے۔ ہدایت ہے رہبر ہے مرشد ہے۔ گویا کہ ذکر وہ لازوال دولت ہے جسے مل گئی وہ دین و دنیا میں کامران ہو گیا وہ اللہ کا ولی بن گیا عاشق رسول ہو گیا۔ اس لئے شب قدر میں ذکر و فکر نہایت اعلیٰ عمل ہے اور سب سے اعلیٰ ذکر کلمہ طیبہ کا ہے کیوں کہ اس کے لاتعداد فضائل ہیں۔ اس ذکر کے علاوہ جو بھی ذکر کیا جائے وہی بہتر ہے کیوں کہ ہر صورت میں مقصود بالذات تو ذکر الٰہی ہے۔

۴۔ شب قدر میں دعا

اس مقدس رات کی تمام نیک دعائیں قبول ہو جاتی ہیں بہت سے لوگ اس رات کی تلاش میں رہتے ہیں تاکہ یہ رات ہمیں نصیب ہو۔ اور ہم دعا مانگیں تاکہ دلی امنگیں پوری ہوں حضرت عائشہؓ سے ایک روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو میں اس میں کیا پڑھوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ پڑھا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔	یا اللہ تو معاف کرنے والا ہے۔ معافی چاہنے والے کو پسند کرتا ہے مجھے بھی معاف فرما۔

حضرت عائشہؓ سے ایک اور روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے تو میں نے آپؐ کے پاس جا کر کان لگایا تو آپ یہ دعا پڑھ رہے تھے

اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ اَللّٰهُمَّ لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ	یا اللہ میں تیرے عفو کی پناہ چاہتا ہوں تیری سزا سے اور تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں۔ تیرے غصہ سے اور پناہ چاہتا ہوں تیری سختیوں سے اور یا اللہ میں آپ کی تعریف کا شمار نہیں کر سکتا آپ کی ذات ایسی بلند و بالا ہے۔ جیسے آپ نے بیان کیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص شب قدر میں عشاء کے بعد سات مرتبہ پوری سورت قدر پڑھے تو اللہ تعالے اس کو ہر بلا اور مصیبت سے نجات دیتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے جنت کی دعا کرتے ہیں۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص شب قدر میں صدق دل سے تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے تو اللہ تعالے پہلی مرتبہ کہنے پر اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں دوسری مرتبہ کہنے پر اس کو جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں تیسری مرتبہ کہنے پر جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر میں دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ایک مرتبہ سورت فاتحہ اس کے بعد سات مرتبہ سورت اخلاص پھر سلام پھیرنے کے بعد ۷۰ مرتبہ "استغفر اللہ واتوب الیہ" پڑھے تو اس کا پڑھنے والا مصلے سے اٹھنے نہ پائے گا کہ اللہ تعالے اس کے اور اس کے والدین کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

میرے خیال کے مطابق شبِ قدر میں بخشش مغفرت استقامتِ ایمان دین و دنیا میں نیکی یعنی جو بھی دعا پڑھی جائے بہتر ہے جس سے انسان کی دنیا اور آخرت سنور جائے۔

۷۔ شب قدر میں عبادت کا انداز

شب قدر میں عشاء کی نماز اور تراویح پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنے چاہئیں۔ اور نوافل اتنے پڑھے کہ جتنے آسانی سے پڑھے جاسکیں۔ جب تھک جائے تو پھر بیٹھ کر نوافل کی کثرت کرے۔ نوافل سے فارغ ہونے کے بعد تلاوت قرآن پاک کرے خوش الحانی سے تلاوت کرنا زیادہ بہتر ہے۔

نوافل اور تلاوت کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول ہو جانا چاہیئے اور وہ وظیفہ پڑھنا چاہیئے جو کسی پیر کامل نے بتایا ہو۔ عام حضرات کے لئے استغفار پڑھنا نہایت ہی اکسیر ہے۔ پھر کچھ وقت کے لیئے کلمہ پاک کا ورد بھی کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد اسم اعظم کا مراقبہ کرنا چاہیئے۔ جب اعمال کرتے ہوئے رات کا پچھلا پہر ہو جائے۔ تو اس وقت تہجد کے نوافل ادا کرنے چاہیں اور اس کے بعد درود پاک کے ورد میں صبح تک مشغول رہنا چاہیئے۔ اللہ کے خاص بندے جس طرح کی بھی عبادت یا ریاضت میں ہوں ان کے لیئے وہی بہتر ہے۔ شب قدر میں مصروف عبادت رہے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس پر صوفیا اہل تقویٰ عمل پیرا ہیں لیکن اس کے برعکس عموماً مساجد میں شب قدر کو جلسہ عام یعنی علماء اکرام کی تقاریر کا پروگرام ہوتا ہے جس میں علماء اکرام فضائل شب قدر اور عبادت پر زور دیتے ہیں۔ ایسا کرنا بھی نہ کرنے سے بہتر ہے۔ مگر اس طرح سے عبادت میں محویت پیدا نہیں ہوتی اور عبادت کرنے کا زیادہ وقت تقریر سننے اور سنانے میں صرف ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ایسا کرنا بھی اچھا ہے۔

لیکن اس طرح کرنے کی بجائے نوافل تلاوت اور ذکر و فکر میں مشغول رہنا زیادہ سود مند ہے۔

شب قدر میں اجتماعی طور پر نعت خوانی کرنا بھی درست ہے لیکن نیازمندی کا سجدہ خلوص نیت کا گریہ شوق محبت کی محویت جذب و مستی کی حمد و ثناء سوز میں ڈوبی ہوئی تلاوت کا مقام ہی اور ہے اس لئے اے مسلم شب قدر سے فائدہ اٹھا اور اللہ کی محبت کا جلوہ یا عشق رسول کا متوالا بن ۔ پھر دیکھ ۔ کیا لوح قلم تیرے ہیں ۔ یقیناً اللہ کے حضور تیرے اٹھے ہوئے ہاتھ خالی نہ رہیں گے۔

۸۔ شب قدر کی رحمت سے محرومیت

قدر والی رات آئی عرش معلیٰ سے نور ازلی کی بے حجابی کی دھوم مچی حاملین عرش و کرسی حسن بے مثل کی جلوہ گری کے منتظر ہوئے پیغمبران حق کی بزم سج گئی ۔ آسمان والے بھی نیازمند ہوئے ۔ آخر رات کا پچھلا پہر ہوا حسن بے مثل بے حجاب ہوا عاشقان حق کی روحیں فیض یاب ہوئیں ۔ آسمان پر نور ہی نور پھیل گیا رحمت کی بارش امڈ آئی عنایات خداوندی اور خیر و برکت عام بٹنے لگی ۔ سالکان طریقت نے فیوض و برکات سے اپنے خالی کاسے بھر لیے ۔ بخشش مانگنے والوں کو بخشش مل گئی ۔ مال و زر کے طالب کو مال و دولت مل گئی ۔ اولاد مانگنے والوں کو اولاد مل گئی ولایت ڈھونڈنے والے ولایت پا گئے ۔ گویا کہ اس رات جس نے بھی عجز و نیاز سے جو مانگا وہ پالیا ۔ لیکن شب قدر کی رحمت سے محروم رہنے والے نادان مسلم تیری عقل کو شیطان نے غافل رکھا تو سویا رہا تو نے اپنی معمولی سی راحت کی قربانی نہ دی تو تن کی دنیا میں غرق رہا ۔ تو لذت نفس میں مبتلا رہا تو رقص و سرور کی محفل میں بیٹھا رہا ۔ لیکن تو نے اللہ کی خاطر چند گھڑیوں کے لیے اپنا اہل و عیال چھوڑ کر مسجد میں آنا پسند

نہ کیا۔ اس سے تیرا ہی نقصان ہوا۔ رحمت خداوندی لوٹنے والے لوٹ کے چلتے بنے۔ لیکن تو محروم رہ گیا۔ یہ تیری بدقسمتی ہے کہ تیری غلط سوچ نے تجھے غفلت میں سلائے رکھا۔ لیکن اب بھی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اور آئندہ شب قدر کا انتظار کر شاید کہ تیری قسمت آئندہ سال جاگ اٹھے اور تیرا روح ایمان کی بہار سے مسکرا اٹھے۔ لیکن شراب پینے والے شراب سے توبہ کر ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے فرمانبردار بن جا۔ غرور و تکبر میں غریب رشتہ داروں سے منہ موڑنے والے ان سے محبت کا رشتہ جوڑ۔ کینہ رکھنے والے کینہ چھوڑ سود کھانے والے سود سے توبہ کر۔ ناحق قتل کرنے والے اپنے ہاتھ کو روک پھر تو بخشش کا امیدوار بن سکتا ہے ورنہ جب تیرا دامن گناہوں سے آلودہ رہے گا مغفرت کا ملنا مشکل ہے۔

شب قدر کی رحمت اور بخشش سے محروم رہنے کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے ایسا شخص ہی محروم رہتا ہے جو حقیقت میں محروم رہنا چاہتا ہے۔ (ابن ماجہ)

فضائل اعتکاف

اعتکاف رمضان المبارک کی خصوصی عبادت ہے۔ وہ بندہ جو سراسر بندگی کے لئے بنایا گیا تھا۔ لیکن دنیا نے اسے غافل کر دیا۔ آداب بندگی سے ناآشنا ہوا۔ لذت آشنائی سے بیگانہ رہا۔ راز محبت نہ پا سکا۔ دنیا کے طمع ولالچ میں پھنسا رہا دو اور دو چار کے چکر میں زندگی گزار دی۔ متاع آخرت سے بے سروسامان رہا۔ غلامی مصطفےٰ کو نہ پہچان سکا۔ غم ہجراں کا نہ طالب بنا مسجد میں آیا بھی تو بحث وتکرار کر کے چلتا بنا کیونکہ آداب محبت سے واقف نہ تھا۔ حب الٰہی اور عشق رسول کے بغیر عبادت کا مزہ کوئی کیونکر پائے اللہ کو اپنے بندے پر پیار آیا۔ رحمت خداوندی کی بہار آئی روزوں کا مہینہ آ گیا اللہ نے چاہا بندے غفلت کو چھوڑ حرص وطمع کی زنجیریں کو توڑ میرے دربار عالی میں آ چند روز میری حضوری میں بیٹھ دنیا سے منہ موڑ مسجد کے کونہ میں گوشہ نشین ہو جا۔ من کی دنیا آباد کر بتان وہم وگمان سے خالی الذہن ہو جا۔ خیالات کو ترک کر دے خواہشات کو فنا کر دے۔ بیوی بچوں سے علیحدہ ہو جا حتیٰ کہ تیرے دل میں میری محبت کے سوا کچھ نہ رہے پھر ہمہ تن میری یاد میں مصروف ہو جا اپنی غفلت پر نادم ہو اللہ کی محبت کو غنیمت جان جو موقعہ ملا اسے فضل خداوندی سمجھ۔ چند روز کی خلوت ہے لیکن اس خلوت میں جلوت ہی جلوت ہے۔ راز دنیاز ہے جذب د

مستی کا جام ہے اور یہ وہ مقام ہے یہاں اللہ اور بندہ ہے۔ نقارہ حق آواز دے رہا ہے۔ کہ آقا سے مانگنے کا وقت ہے۔ اے اللہ اور اس کے رسول کے غلامو! مانگ لو جو مانگنا ہے۔ آج بارگاہِ ربّ العزت میں اٹھے ہوئے ہاتھ کبھی خالی نہیں رہ سکتے حتیٰ کہ رحمت خداوندی پکار اٹھی کہ اے بندے تو میرا بنا۔ میری خاطر تو نے سکون و آرام چھوڑا چند روز کی تکلیف برداشت کی جا تو میرا ہے اور یہ دنیا تیری ہے۔

اعتکاف کی قدر پوچھنی ہے تو کسی محرم راز سے پوچھ انعامات اعتکاف جاننا چاہتا ہے تو کسی اللہ والے کا خادم بن کے دیکھ اعتکاف کا سرور جاننا چاہتا ہے تو کسی صوفی کا اسیر ہو کے دیکھ جو سال بھر اعتکاف کا منتظر رہتا ہے۔ انوارات اعتکاف جاننا چاہتا ہے تو اللہ کے حضور اعتکاف کی راتوں میں سجدہ ریز ہو کے دیکھ دین و دنیا میں سربلندی چاہتا ہے تو اعتکاف میں اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا کے دیکھ۔ گناہوں کی توبہ اور مغفرت چاہتا ہے۔

تو آقا کے دربار میں چشم نم سے گڑگڑا کے دیکھ۔ اگر ولایت اور بزرگی چاہتا تو اعتکاف میں زہد و ریاضت کر کے دیکھ۔ تجلی طور دیکھنا چاہتا ہے۔ تو اعتکاف میں لیلۃ القدر کو پا کے دیکھ۔ اگر وصال حق چاہتا ہے تو اعتکاف کی راتوں میں قیام و سجود کر کے دیکھ۔ لذت شوق و نیاز چاہتا ہے۔ تو اعتکاف میں اپنے قلب و روح کو یاد الٰہی کی تسبیح بنا کے دیکھ گویا کہ ہر مانگنے والے کو وہی کچھ ملتا ہے جس کا طالب ہوتا ہے

اے مرد مسلم جب اعتکاف کے فیوض و برکات ہی اتنے ہیں، کہ جن کا شمار نہیں تو پھر تو بھی ادھر آ اعتکاف کر۔ کیا معلوم کہ فرصت زندگی ملے یا نہ ملے زندگی کے لمحات تو وہی اچھے ہیں جو اللہ کی یاد میں گزار۔ کیوں کہ مسلمانوں کے لئے تو یہ ایک عظیم انعام ہے جس کی قدر و قیمت صرف محرم راز ہی جانتے ہیں میرے خیال کے مطابق اللہ کو راضی کرنے کے لئے اعتکاف ایک ...

(۱) اعتکاف بطور شرعی گوشہ نشینی

اعتکاف شرعی خلوت نشینی ہے۔ کیوں کہ مثل مشہور ہے کہ خلوت بیچ جلوت ہے۔ تقاضائے محبت اور دستور عشق ہے۔ کہ محبوب کا جلوہ خلوت میں ہو اور اس سے راز و نیاز ہو۔ لیکن یہ خلوت میں جلوہ گاہ تک پہنچنے کی منزل بڑی کٹھن ہے اس لئے عقل مصلحت انگیز ہو کر کہتی ہے کہ راہ محبت چھوڑ دے کیوں کہ اس میں دکھ کی مار ہی مار ہے لہذا خلوت کو ترک کر جا سر بازار آ۔ اور دنیا کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہو چند دن کا میلہ ہے جام عشرت نوش کر۔ تخت شاہانہ پا اور خوشی سے پھول جا۔ لیکن عشق کہتا ہے نہیں یہ مقصد حیات تو نہیں کہ تو نفس کا غلام بنا رہے اور اپنے خالق حقیقی کے احسانوں کو بھولا رہے۔ کیوں کہ راہ محبت تو یہی ہے کہ یار کا کوچہ ہو۔ سوز جگر کی نیاز مندی ہو۔ خلوت میں محبوب سے آشنا ہی اور راز و نیاز ہو۔ چنانچہ عشق نے کہا کہ اے بندے دنیا چھوڑ دے جنگل کی راہ لے اہل خانہ کو خیر باد کہہ دے لیکن پابندی شریعت نے تقاضا کیا کہ نہیں اے حضرت انسان دنیا نہ چھوڑ کیوں کہ یہ تیرے ہی لئے بنائی گئی ہے اور تجھ ہی سے آباد ہے اس لئے آ میں تجھے خالق کائنات سے ملاقات کا راستہ بتاتی ہوں۔ تجھے اس گوشہ نشینی میں لاتی ہوں جہاں صرف اللہ اور بندہ ہو گا۔ جہاں وصل ہے فراق نہیں جہاں دیدار ہے محرومیت نہیں۔ جہاں آقا اور غلام کے سوا اور کوئی نہیں۔ جہاں اللہ اور بندے کے درمیان کوئی حجاب نہیں جہاں یاد محبوب کے سوا

کچھ بھی نہیں وہ شرعی گوشہ نشینی رمضان المبارک میں اعتکاف ہے جہاں اے مرد مومن چند روز دنیاوی دھندوں کو خیرباد کہہ کے خلوت میں آجا اور اللہ کے حضور سربسجود ہو جا یہاں صرف تُو اور تیرا مالک ہے اس سے رازونیاز کی بات کر حق بندگی ادا کر۔ اور اس وعدہ کو پورا کر جو تیری روح نے روزِ ازل سے اپنے خالق سے کیا تھا کہ میں تیری بندگی پر قائم رہوں گا کیوں کہ خلوت نشینی میں حفاظت نفس ہے خلوص ہے۔ یاد ہے۔ روحانیت کی ابتدا و انتہا ہے۔ وصل ہے دیدار ہے مشاہدہ حق ہے گویا ہر وہ چیز ہے جسے تو اللہ سے حاصل کرنا چاہے اور خاص کر انسان کے روح کی غذا ہے لذت آشنائی ہے جو صرف اعتکاف ہی میں ملتی ہے۔ اس لئے طالبان حق و صداقت سالکان طریقت اور راہ محبت کے مسافر دنیا کو خیرباد کہنے کی بجائے چند روز کے اعتکاف میں آجاؤ جس سے دین و دنیا دونوں قائم رہیں۔ کیوں کہ اس طرح کرنے سے رہبانیت نہیں ہوتی۔ درحقیقت اس شرعی گوشہ نشینی کا مقصد یہ ہے کہ چند روز کی عبادت سے انسان کا دل و دماغ مکمل طور پر پوری توجہ سے اللہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور اس کے دل سے اللہ کے سوا ہر چیز نکل جائے تاکہ انسانی روح کا تعلق اللہ کے ساتھ مستحکم ہو جائے اور انسانی سوچ کا مرکز صرف اللہ ہو جائے تاکہ اللہ بندے کو دوست بنالے اور اسے دین و دنیا میں کامیاب کر دیوے۔

(۲) اعتکاف کے روحانی اسرار

معتکف حضرات خواہ اللہ کے خاص بندے ہوں۔ یا عوام الناس سے ہوں ہر ایک کو روحانی عنایات حاصل ہوتی ہیں۔ جو حضرات پہلی یا دوسری مرتبہ

اعتکاف کریں انہیں عموماً توبہ کی توفیق میسر آتی ہے۔ اعتکاف میں ان پر انوارات توبہ کا نزول ہوتا ہے وہ اپنے سابقہ گناہوں کو یاد کر کے روتے ہیں اور اللہ کے حضور نادم ہوتے ہیں کہ انہوں نے گناہ کیوں کئے انہوں نے عمر دنیاوی لذت میں کیوں گزاری کیوں نہ اللہ کی عبادت کی چنانچہ انوارات توبہ کے نزول کی وجہ سے متعکف کو تائب ہونے کی توفیق مل جاتی ہے اور وہ تائب ہو جاتا ہے اور آئندہ سے بُرے کام چھوڑ دیتا ہے لیکن توبہ کی منزل بھی صرف انہیں حاصل ہوتی ہے جو خلوص نیت سے تائب ہونے کی کوشش کریں۔ ورنہ کچھ حاصل نہیں ہوتا توبہ کی منزل کے بعد اکثر حضرات کو سچے خواب آتے ہیں جن کا تعلق روحانیت سے ہوتا ہے پھر خوابوں میں مقاماتِ مقدسہ یعنی خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کی زیارت ہوتی ہے اور بعض حالات میں بزرگانِ دین کی زیارتیں بھی ہوتی ہیں۔ اگر کوئی خلوص نیت سے اعتکاف میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی دعا کرے تو انکی یہ خواہش بھی پوری ہو جاتی ہے ۔ اور معتکف حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہیں اور آپؐ کی زیارت انسان کی انتہائی خوش قسمتی ہے۔ کیوں کہ آپؐ کی زیارت مسلمان کے لئے ایک انمول تحفہ ہے۔

مقدس زیارت کے بعد جوں جوں ہر سال سالک اعتکاف کی لذت کے پیشِ نظر اعتکاف کرنا شروع دیتا ہے۔ تو چند سالوں کے بعد اعتکاف میں مراقبہ اور استغراق کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور اس حالت میں سالک پر روحانی علم کے اسرار و رموز ظاہر ہوتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ جب حضوری کا مقام حاصل ہوتا ہے تو سالک میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ بھی عروج پر پہنچ جاتا ہے اور جسے حضوری کا مقام حاصل ہوتا ہے اس پر ہر وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت

ہوتا ہے اس لئے اس سے کسی حال میں بھی محروم نہیں رہنا چاہیئے۔
بنتی ہے۔

اعتکاف میں اللہ کے خاص بندوں کے درجات میں بھی بلندی ہوتی ہے۔
اور ان پر محویت کا عالم طاری رہتا ہے۔ فنا فی اللہ کی منزل تک رسائی ہوتی ہے اور اس منزل پر پہنچنے تک صوفی ظاہری طور پر بھی فنا ہو جاتا ہے۔ درحقیقت اعتکاف میں اللہ کے خاص بندوں کو اتنے فیوض و برکات اور اسرار حاصل ہوتے ہیں۔ جو تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔ کیوں کہ محبوب کے رازوں کو عوام الناس پر ظاہر کرنے پر اہل تصوف پر پابندی عائد ہے۔ اور نہ ہی اللہ کے روحانی بھید اور اسرار نوک قلم پر آسکتے ہیں کیوں کہ دنیا میں ان کی مثل ہی کوئی نہیں۔ حتیٰ کہ اعتکاف کی آڑ میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار روحانی فیوض و برکات چھپا رکھے ہیں اور جس پر چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف

وہ کتنا پرکیف منظر ہوگا جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے۔ ہجرت مکہ سے مدینے میں قیام کا دوسرا سال تھا کہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے صحابہ کرامؓ نے روزوں کا خیر مقدم کیا اور اسی سال سے روزے رکھنا شروع کر دیئے اسی سال رمضان المبارک کی ۱۷ تاریخ کو غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا لیکن اس سے قبل اسی سال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے کا مسجد نبوی میں اعتکاف کیا رمضان المبارک میں آپ رات کو دیر تک ذکر و فکر میں مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ پہلے روزہ کی صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر آپ پردہ اعتکاف میں داخل ہو گئے یہ پردہ مسجد نبوی

کے جنوب رویہ یعنی غربی کونے میں ستون توبہ سے لے کر مسجد کی دیوار تک لگایا گیا تھا۔ پردہ موٹے سفید رنگ کا تھا۔ کچھ ضرورت کی اشیاء اور ایک تکیہ بھی اندر رکھ لیا۔ اعتکاف میں آپ کا معمول یہ تھا۔ کہ صبح کی نماز کے کچھ دیر بعد اشراق کی نماز کے نفل ادا کرتے نوافل سے فارغ ہونے کے بعد آپؒ مراقبہ کی صورت میں یادِ الٰہی میں مصروف رہتے اور بعض اوقات آرام بھی فرما لیتے لیکن عموماً چاشت تک ذکر میں مشغول رہتے اگر ضرورت ہوتی تو پردہ اعتکاف سے باہر نکلتے اور استنجا سے فارغ ہونے کے بعد تازہ وضو کر لیتے اور پھر پردہ اعتکاف میں تشریف لے آتے اور نماز چاشت کے نوافل ادا کرتے اس کے بعد آپؒ عموماً لیٹ جاتے اور خوبِ استراحت میں آرام فرماتے یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو جاتا۔ آپؒ خواب استراحت سے بیدار ہو کر دوبارہ وضو کرتے اور ظہر کی نماز پڑھاتے اس کے بعد تلاوتِ قرآن پاک فرماتے۔ حتیٰ کہ عصر کا وقت ہو جاتا عصر کی جماعت پڑھاتے پھر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے اتنے میں شام کا وقت ہو جاتا اور افطاری کے وقت عموماً کھجور سے روزہ افطار کرتے اور پانی پیتے لیکن بعض اوقات افطاری کے بعد دودھ بھی استعمال کرتے اتنے میں شام کی نماز کی آذان ہوتی تو آپؒ جماعت کرواتے جماعت سے فارغ ہونے کے بعد آپؒ اپنے پردے میں تشریف لا کر اوابین کے نوافل پڑھتے اور عموماً چھ نفل پڑھتے۔ اس کے بعد آپؒ کھانا تناول فرماتے کھانا انتہائی قلیل اور سادہ ہوتا تھا۔ پھر عشاء کی جماعت پڑھانے کے بعد آپؒ اپنے پردہ اعتکاف میں تشریف لا کر تراویح ادا فرماتے کبھی آپؒ نے آٹھ رکعت اور کبھی بیس رکعت پڑھیں۔ لیکن زیادہ تر بیس رکعتیں ہی پڑھا کرتے تھے اور اس میں تلاوت قرآن پاک فرماتے تھے۔ اس کے بعد پھر تلاوت قرآن پاک فرماتے

تھے۔ اس کے بعد پھر تلاوت قرآن پاک دور کرتے اور
جبریل علیہ السلام آپؐ کے ساتھ قرآن پاک دھراتے۔ اس کے بارے میں
حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی
کے معاملے میں تمام انسانوں سے فیاض تھے۔ اور خاص طور پہ آپؐ رمضان
المبارک میں بے انتہا فیاضی کرتے حضرت جبریل علیہ السلام رمضان کے زمانہ
میں ہر رات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور حضورؐ انہیں
قرآن مجید سناتے جب جبریل علیہ السلام آپؐ سے ملتے تھے تو آپ نیکی کے
معاملے میں چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہوتے تھے۔ اس کے بعد اگر
نیند کا غلبہ ہوتا تو آپؐ پل بھر آنکھ لگا لیتے ورنہ سارا اعتکاف شب بیداری
میں گزارتے سحری سے قبل آپؐ تہجد کی نماز ادا کرتے تھے۔ سارا اعتکاف
آپ کا معمول ایسی طرح ہوتا۔ البتہ بعض خاص حالات میں تھوڑی بہت تبدیلی ہو
جاتی اعتکاف کے دوران آپؐ صحابہ سے عام ملاقات سے بالکل اجتناب
کرتے لیکن اگر کوئی ضروری بات ہوتی تو اسے سن لیتے۔

دورانِ اعتکاف آپؐ پر نورانی تجلیات کا ظہور رہتا۔ بظاہر تو آپؐ مسجد
نبوی کے کونے میں معتکف ہوتے تھے۔ لیکن درحقیقت آپؐ عرش معلیٰ کے
سامنے معتکف ہوتے تھے۔ جہاں پہ ذاتِ خداوندی کا جلوہ آپؐ کے
سامنے رہتا۔

تیسری ہجری رمضان المبارک میں آپؐ نے دوسرے عشرے کا اعتکاف
کیا اور اسی جگہ پر کیا جہاں پہلے سال اعتکاف کیا تھا۔ تیسرا اعتکاف آپؐ نے
چار ہجری رمضان المبارک میں آخری عشرے کا کیا۔ چوتھے اعتکاف کے لئے
جب رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جب آپؐ کا خیمہ اعتکاف لگایا گیا

تو دوسری طرف ازدواج مطہرات نے بھی اعتکاف کے لئے خیمے لگا دیئے۔ لہٰذا اس سال رمضان المبارک میں آپؐ نے اعتکاف نہ کیا۔ بلکہ شوال کے پہلے عشرہ میں قضا ادا کر لیا۔ ۶ ہجری میں آپؐ نے رمضان المبارک کے تیسرے عشرے کا اعتکاف کیا ساتویں ہجری میں بھی آپ نے آخری عشرے کا اعتکاف کیا آٹھویں ہجری میں آپؐ نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا نویں ہجری میں آپؐ نے آخری عشرے کا اعتکاف کیا اور دسویں ہجری میں آپؐ نے رمضان المبارک کے آخری بیس دن کا اعتکاف کیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا۔ کہ آپؐ نے زیادہ تر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا لہٰذا اس عشرے کا اعتکاف سنت ٹھہرا۔ اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کی تلاش میں دو مرتبہ پہلے عشرے اور ایک مرتبہ دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا لیکن زیادہ تر آپؐ نے تیسرے عشرے کو پسند فرمایا کیوں کہ عشرے میں لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ آپؐ کے اعتکاف کی مندرجہ بالا تفصیل مجھے عنایت خداوندی سے میسر آئی ہے اور میں نے درج کر دی ہے۔ (واللہ اعلم بالثواب)

آپؐ کے ہر اعتکاف کے معمولات ایک جیسے ہی ہوتے تھے لیکن کبھی کبھار کسی وجہ سے معمول میں معمولی سی تبدیلی بھی آ جاتی تھی۔ رفاح حاجت کے لئے آپؐ مسجد نبوی سے گھر اور کبھی باہر تشریف لے جاتے تھے۔ راستے میں صرف سلام کہتے یا جواب دے دیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں اور کوئی بات نہ کیا کرتے تھے اور ایک مرتبہ آپؐ نے ایک بیمار کی بیمار پرسی بھی کی۔ لیکن آپؐ کا یہ عمل آپؐ تک ہی محدود ہے۔ عوام الناس کے لئے اعتکاف میں کسی کی بیمار پرسی کے لئے جانا منع ہے۔

آپؐ اعتکاف میں غسل نہ فرماتے تھے۔ کیوں کہ زیادہ وقت خلوت میں یاد الٰہی میں رہنا پسند کرتے تھے اور گھر پر بھی بہت کم جاتے تھے۔ صرف ضرورت کے پیش نظر چلے جاتے تھے۔ البتہ ضرورت کے وقت آپ کپڑے بھی تبدیل

کر لیتے تھے۔ لیکن دو مرتبہ آپؐ نے دوران اعتکاف کپڑے بھی تبدیل نہ کئے اس میں کیا راز ہے اللہ ہی جانتا ہے۔ اعتکاف کے دوران آپؐ پر جلوہ حق کی محویت اس قدر ہوتی تھی، کہ آپ ہمیشہ یاد الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ اس لیے کسی دوسرے کام کی طرف بالکل توجہ نہ ہوتی تھی۔ اور آپؐ کے خیمہ میں ایک نورانی روشنی جلوہ افروز رہتی تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کے بارے میں احادیث

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کے بارے میں اکثر احادیث ہیں جو ہمارے لیے آپؐ کے معمولات جاننے کا واحد ذریعہ ہیں اور وہ احادیث مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ حضرت عائشہؓ کی روایت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے آپؐ کو اپنے پاس بلا لیا پھر آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج مطہرات اعتکاف کیا کرتی تھیں (بخاری شریف)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ رمضان کا آخری عشرہ مسجد نبوی میں اعتکاف میں گزارا کرتے تھے۔ اور مدینہ میں آخری وقت تک آپؐ کا یہ معمول رہا۔ لیکن آخری عشرہ کے علاوہ بھی آپؐ نے پہلے اور دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا۔ ۸ھ میں ۱۹ رمضان المبارک کو فتح مکہ ہوا اس سال آپؐ نے آخری عشرے کی بجائے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید دہرایا جاتا مگر جس سال آپؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے اس

سال دو مرتبہ قرآن مجید سنایا گیا اور آپؐ ہر سال دس دن اعتکاف میں گزارتے تھے۔ مگر جس سال آپؐ کی وفات ہوئی اسی سال آپؐ نے بیس دن کا اعتکاف کیا

۳۔ حضرت عائشہ رضؓ کی ایک اور روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تھے تو فجر کی نماز پڑھ کر اپنی جائے اعتکاف میں داخل ہو جاتے تھے۔ (ابو داؤد)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو مسجد میں بیٹھے بیٹھے آپؐ اپنا سر مبارک حضرت عائشہؓ کی طرف بڑھا دیا کرتے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ آپؐ کے بالوں میں کنگھی کر دیتیں لیکن آپؐ اعتکاف کی حالت میں گھر میں داخل نہ ہوتے تھے۔ سوائے ناگریز حاجت کے بغیر۔ (مسلم شریف)

۴۔ حضرت ام سلمہؓ کی روایت

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کی فرضیت کے پہلے سال عشرہ اوّل میں اعتکاف فرمایا اور پھر آخری عشروں میں اور فرمایا کہ میں نے لیلۃ القدر آخری عشروں میں دیکھی لیکن میں بھلا دیا گیا۔ پس رسول اللہ علیہ وسلم آخری عشروں میں ہی وفات تک اعتکاف کرتے رہے۔

۵۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی پھر ترکی خیمے سے سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا۔ پھر اس کی وجہ سے دوسرے عشرے

میں کیا پھر مجھے کسی بتلانے والے نے بتایا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے لہذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں، وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں مجھے یہ رات دکھلا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ لہذا اب اس کو اخیر عشرہ کی تاک راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر صبح کو دیکھا (مسلم و بخاری شریف)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت

ابن عمرؓ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایت کی کہ حضورؐ جب اعتکاف فرماتے تو آپ کے لئے بستر بچھا دیا جاتا یا ستون توبہ کے اس طرف چارپائی بچھا دی جاتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی کھجور کے ستونوں پر قائم تھی انہی ستونوں میں ایک ستون تھا۔ جس سے حضرت ابولبابہؓ انصاری نے ایک غلطی کے باعث اپنے آپ کو باندھ لیا تھا۔ کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی میں اپنے آپ کو اسی حالت میں رکھوں گا۔ چنانچہ اس بنا پر اس ستون کا نام توبہ پڑ گیا اور یہ ستون آج تک توبہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسی جگہ نصب ہے جہاں آپؐ کے زمانے میں نصب تھا۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ توبہ ستون کے پاس اعتکاف فرماتے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے خیمے کا حکم دیا تھا۔ لہذا جب آپؐ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو خیمہ قائم کیا

گیا۔ حضرت زینبؓ نے خیمہ کے لئے کہا تو وہ بھی قائم کر دیا گیا اور ان کے علاوہ اور ازواج مطہرات میں سے کسی نے کہا تو ان کے لئے بھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی تو اچانک کئی خیمے دیکھے تو فرمایا کیا انہوں نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے پس اپنے خیمے کو علیحدہ کر دینے کا حکم دیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے خیموں کو مسجد نبوی میں دیکھ کر مناسب نہ سمجھا کہ ازواج مطہرات مسجد میں اعتکاف کریں کیوں کہ اس سے حضورؐ کی تنہائی میں خلل پڑنے کی صورت تھی جو اعتکاف کی روح کے منافی تھا پھر یہ بھی اندیشہ ہو چلا تھا۔ کہ اس صورت میں اعتکاف کے خلوص میں آمیزش کا خطرہ تھا۔ چنانچہ اس سال آپؐ نے آخری عشرہ میں اعتکاف نہ کیا بلکہ شوال کے پہلے عشرے میں قضا ادا کر لی۔

مسائلِ اعتکاف

(۱) اعتکاف کیا ہے

اعتکاف کے لغوی معنی ایک جگہ پر اپنے آپ کو پابند۔ رو کے رکھنے یا ٹھہرے رہنے کے ہیں۔ قرآن پاک میں یہی لفظ اسی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن شرعی اصطلاح میں اس سے مراد ایک ایسی عبادت ہے جس میں مسلمان مقررہ مدت کے لئے دنیا سے الگ ہو کر یادِ الہٰی کے لئے مسجد میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور یہ عبادت عموماً رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کی جاتی ہے اگرچہ ایسی عبادت کے لئے ہر وقت اپنے آپ کو مسجد میں پابند کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عموماً اعتکاف اسے کہتے ہیں جب کوئی رمضان کے آخری عشرے میں گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ یہ بہت پرانی عبادت ہے اور گذشتہ پیغمبروں کی شریعتوں میں بھی جاری تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھو اس سے پتہ چلا کہ دینِ ابراہیمی میں اعتکاف تھا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو چالیس دن طورِ سینا پر گزارے تھے۔ وہ ایک طرح کا اعتکاف ہی تھا۔

اعتکاف دراصل دنیا سے الگ ہوکر اللہ کی یاد ہے اور اللہ کے اکثر پیغمبروں کو نبوت کی سرفرازی کے لئے دنیا سے الگ ہو کر کچھ عرصہ تنہائی میں اللہ کو یاد کرنا پڑا اگرچہ ہم اسے اعتکاف نہیں کہتے لیکن درحقیقت وہ خلوت کی عبادت اعتکاف ہی کی طرح تھی چنانچہ جنہیں اللہ کی معرفت حاصل ہوتی۔ انہیں اسی منزل سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔

اعتکاف کے رکن

ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کے چار رکن ہیں اعتکاف کا پہلا رکن نیت ہے اگرچہ کچھ ائمہ نے نیت کو اعتکاف کا رکن قرار نہیں دیا بلکہ شرط قرار دیا ہے۔ نیت کو خواہ رکن یا شرط تسلیم کیا جائے بہرکیف نیت اعتکاف کے لئے ایک ضروری امر ہے اس کے علاوہ اعتکاف کے رکن یہ ہیں۔ کہ اعتکاف کرنے والے کا ہونا ضروری ہے مسجد کا ہونا ضروری ہے۔ جس میں اعتکاف کیا جائے اور معتکف کا مسجد میں رہنا۔

اعتکاف کی شرائط

اعتکاف کے ان ارکین کے علاوہ چند شرائط بھی ضروری ہیں۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ اعتکاف کرنے والا مسلمان ہو۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ معتکف عاقل ہو۔ دیوانے کا اعتکاف نہ ہوگا۔ البتہ اگر کوئی اللہ کا دیوانہ ہے۔ اور اس پر حالت جذب کا غلبہ ہو تو اس کا معاملہ الگ ہے۔ واجب اور سنت اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر عورت اعتکاف کرے تو اس کا حیض اور نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے اس کے علاوہ مردوں کا مسجد میں اعتکاف ہوگا۔ اور عورتوں کا گھر میں اعتکاف ہوگا۔ اعتکاف کے لئے بلوغت شرط نہیں ہے بلکہ نابالغ جو اچھے برے کی تمیز کرسکتا ہو اور شعور رکھتا ہو اعتکاف کرسکتا ہے۔ اعتکاف کے لئے جامع مسجد کا ہونا بھی شرط نہیں۔

(۲) فضیلتِ اعتکاف

اعتکاف کی اہمیت اور فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس عبادت میں انسان دنیا سے الگ تھلگ ہو کر بالکل اللہ کے قرب میں ہوتا ہے۔ بلکہ معتکف اس مانگنے والے کی طرح ہوتا ہے جو غنی کے دروازے پر اصرار کیے بیٹھا ہو کہ میں نے اپنا مدعا پورا ہوئے بغیر نہیں جانا۔ اور اللہ رحیم و کریم ایسے بھکاری کو خالی نہیں لوٹاتے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص اعتکاف ادا کرتا ہے وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ اس لئے اس کے حق میں وہ تمام نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو تمام نیکوں پر عمل پیرا ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی رمضان کے دس دنوں کا اعتکاف کرتا ہے اسے دو حج اور دو عمروں کا ثواب ملتا ہے اور جو کوئی مغرب سے عشار تک معتکف ہوتا ہے۔ اور نماز و قرآن کی تلاوت کے علاوہ کوئی کام نہیں کرتا اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک دن کا اعتکاف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کرتا ہے تو اللہ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کی دیوار قائم کر دیتا ہے ان خندقوں کا فاصلہ زمین و آسمان کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہے۔

اعتکاف میں جب معتکف دنیا سے الگ ہوتا ہے تو اس کا دل خود بخود اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور جوں جوں وہ یادِ الٰہی میں زیادہ مگن ہوتا ہے۔ تو اسے پھر صرف اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے جس سے اس کے دل کے رگ

دور ہو جاتے ہیں۔

اعتکاف میں انسان کو غور و فکر کا موقعہ ملتا ہے اور فکر کے بارے میں ارشاد ہے کہ ایک لمحہ کا فکر ایک سال کے ذکر سے افضل ہے۔

اعتکاف سے انسان پر لیلۃ القدر کا جلوہ بھی ظاہر ہو سکتا ہے چونکہ انسان رات دن حبیب اللہ کی عبادت میں محو ہو جاتا ہے تو اس میں قدسی اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ جو ملائکہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے باطنی صفائی صرف اعتکاف ہی سے ہوتی ہے لہذا اس کے فضائل اور فوائد کے پیش نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین نے اس عبادت کو اپنایا اور اللہ کی عنایات کو پایا۔

(۳) اعتکاف کی قسمیں

اسلامی عبادات کی جس طرح مختلف قسمیں ہوتی ہیں یعنی فرض واجب سنت اور نفل اسی طرح اعتکاف کی بھی قسمیں ہیں۔ اعتکاف اللہ تعالےٰ کی طرف سے فرض نہیں ہے۔ لیکن صوفیا اور اہل تقویٰ نے سالکانِ طریقت کے لئے اسے اکسیر قرار دیا ہے۔ اسلامی فقہ کی رو سے اعتکاف کی تین قسمیں ہیں واجب سنت اور نفل

۱۔ واجب اعتکاف | واجب اعتکاف وہ ہے جو نذر اور منت کے طور پر کیا جائے۔ اللہ سے نذر اور منت مانگنے کا رواج بہت ہی پرانا ہے۔ اور سابقہ امتوں میں اللہ سے نذر اور منت مانگنا جائز تھا حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کسی نیک کام کی نذر پوری کا حکم دیا گیا تھا اور اس کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اور وہ روایت یہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام یعنی بیت میں اعتکاف کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تم اپنی نذر پوری کرو (مسلم شریف)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اعتکاف کا طریقہ معروف تھا۔ اور لوگ منت کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ منت کے اعتکاف سے یہ مراد ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالے سے وعدہ کرے کہ اگر اس کی فلاں خواہش پوری ہو جائے تو اس منت کے پورا ہونے کے عوض میں شکرانے کے طور پر اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ اس صورت میں خواہش یا منت پوری ہونے پر اعتکاف لازمی ہو جائے گا اس طرح کے اعتکاف کو واجب اعتکاف کہا جاتا ہے

واجب اعتکاف اہل فقہا کے نزدیک ایک رات اور ایک دن سے کم نہیں ہو سکتا۔ اور واجب اعتکاف میں روزہ رکھنا ضروری ہے۔ واجب اعتکاف میں رات اور دن شمار کیئے جائیں گے واجب اعتکاف سورج غروب ہونے سے پہلے شروع ہوگا۔ اور مقررہ دن پورا ہو جانے کے بعد سورج غروب ہو جانے کے بعد ختم ہوگا۔

واجب اعتکاف کی قضا بھی ضروری ہے اور اس کے ٹوٹنے کی صورت یہ ہے کہ واجب اعتکاف شروع کیا اور اس کی اتنی مدت پوری نہ ہوئی جتنی مدت کی منت مانی گئی تھی اور قبل از وقت ہی اعتکاف ختم کر دیا تو اس صورت میں اعتکاف کی قضا لازم آئے گی۔

۲۔ سنت اعتکاف سنت اعتکاف وہ ہے جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں کیا جاتا ہے رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے فرض ہونے سے لے کر آخری دم تک ہر سال رمضان المبارک

میں اعتکاف کیا چنانچہ یہ اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر محلے میں
سے کوئی یا چند اشخاص اسے ادا کر دیتے ہیں تو باقی سب کی طرف سے یہ
سنت ادا ہو جاتی ہے اگر کوئی مسلمان بھی اپنے علاقے میں اعتکاف نہیں کرتا
تو اس علاقہ کے تمام مسلمان گنہگار ہوں گے۔ کیوں کہ اس علاقہ کے لوگوں میں
سے کسی نے بھی سنتِ رسول پر عمل نہیں کیا۔ لیکن آبادی کے ایک آدمی
کے اعتکاف کرنے سے اس علاقہ کے سب مسلمانوں کے ذمہ سے اتر جائے گا
یہ اعتکاف رمضان المبارک کے پہلے دوسرے یا تیسرے عشرے کا
اعتکاف ہے۔ لیکن عموماً رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف ہی کیا جاتا
ہے۔ یہ اعتکاف بیسویں رمضان کے غروب آفتاب سے قبل شروع ہوتا ہے
اور آخری روزے کے افطار پر ختم ہو جاتا ہے۔

سنت موکدہ اعتکاف اگر کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تو اس کی قضا نہ
ہوگی کیوں کہ فقہا نے کتب فقہ میں یہی بیان کیا ہے۔ کہ اس اعتکاف کی
قضا کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کی قضا اگر پوری کر لی جائے تو صوفیا کے
نزدیک بہتر ہے۔

۳۔ نفلی اعتکاف نفلی اعتکاف کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں اور نہ ہی کوئی
خاص وقت معیّن ہے اسی لئے کہا جاتا ہے۔ کہ
نفلی اعتکاف گھڑی بھر کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور اس اعتکاف میں نہ ہی
روزہ شرط ہے۔ اور یہ صاحبین کی رائے ہے لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ
کے نزدیک نفلی اعتکاف ایک دن سے کم نہیں لیکن علامت کے سلسلے میں
مسلک احناف میں صاحبین کی رائے کی پیروی کی جاتی ہے۔

نفلی اعتکاف کی مدت کے بارے میں حضرت امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے

کہ نفلی اعتکاف کی مدت کم سے کم ایک دن اور ایک رات ہونی چاہیئے۔ لیکن شافعیہ کہتے ہیں کہ اس اعتکاف میں اتنی مدت تو ضرور ہونی چاہیئے۔ کہ کہنے سے زیادہ عرصہ لگے۔

نفلی اعتکاف یہ ہے کہ جب مسجد میں آئے تو داہنے پاؤں سے مسجد میں داخل ہو اور یہ کہے کہ میں نے اعتکاف کی نیت کی چنانچہ اس طرح اعتکاف کی نیت کر لینے سے جب تک وہ مصروف عبادت رہے گا تو اسے اعتکاف کا ثواب بھی ملے گا اس لئے ہر ایک نمازی کو چاہیئے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کرے اس سے فائدہ یہ ہوگا۔ کہ جب تک وہ نماز ذکر مذہبی درس تدریس اور وعظ سننے میں مصروف رہے گا۔ اسے اعتکاف کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔ اس نیت سے مسجد میں کھانا پینا جائز ہو جائے گا۔ تیسرے سو بھی سکے گا اور ضروری بات بھی کر سکے گا۔

نفلی اعتکاف تو رہ جاتا ثواب ہے اس لئے ہر ایک کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ نفلی اعتکاف کے لئے قضا نہیں۔ فرض کیجئے ایک گھنٹہ نفلی اعتکاف کی نیت کی لیکن آدھ گھنٹہ یا کچھ وقت مسجد میں گزارنے کے بعد مسجد سے باہر آنے پر اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

نفلی اعتکاف کی اگرچہ مدت مقرر نہیں جتنا عرصہ چاہیئے کہ اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔ لیکن طویل عرصہ اعتکاف کرتے ہوئے یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیئے۔ کہ جن اللہ کے بندوں کے ذمے والدین بیوی بچے یا عزیز و اقارب کے حقوق ہوں اور ان کے حقوق لمبے عرصے کے اعتکاف سے متاثر ہوتے ہیں بلکہ حقوق العباد میں کوتاہی واقع ہونے کا ڈر ہو تو اس طرح لمبے عرصے کا نفلی اعتکاف جائز نہیں۔ لیکن اللہ کے جن بندوں کے ذمے کوئی حقوق و فرائض

واجب الادا نہ ہوں تو ان کے لئے روحانیت کے حصول کے لئے طویل اعتکاف کرنا بہت ہی فائدے مند ہے۔

(۴) خواتین کا اعتکاف

خواتین کو اپنے گھروں میں اعتکاف کرنا چاہیئے گھر میں عموماً جس جگہ پر نماز ادا کی جاتی ہے۔ وہاں خواتین اعتکاف کریں اگر کوئی مقررہ جگہ نہیں تو گھر میں کسی ایک جگہ کو مقرر کرکے وہاں اعتکاف کریں۔ مساجد میں یا کسی دربار کی ملحقہ مسجد میں کسی عورت کے لئے اعتکاف کرنا جائز نہیں کتنی خوش قسمت ہیں وہ خواتین جو اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لئے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں گھروں پر اعتکاف کرتی ہیں۔

خواتین بھی بیسویں روزے کی شام کو جائے اعتکاف پر معتکف ہو جائیں اور آخری روزے کو اعتکاف ختم کریں اور جائے اعتکاف سے نکل آئیں۔ معتکف خاتون کو اعتکاف میں بیٹھ کر گھر کا کام کاج کرنے کی اجازت نہیں بلکہ گھریلو کام بیٹی یا کسی اور کو کرنا چاہیئے۔ اور معتکف خاتون کو مسلسل اپنی عبادت گاہ کے مقام پر رہنا چاہیئے البتہ اگر کوئی گھر میں کھانا پکانے والا نہ ہو تو معتکف خاتون کو جلد از جلد کھانا تیار کر لینے کی اجازت ہے۔

اعتکاف کرنے کے لئے خاتون کو اپنے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے کیوں کہ مرد کے حقوق چونکہ عورت پر مقدم ہیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے۔ کہ خاوند وظیفہ زوجیت کے بغیر چند دن نہ گزار سکتا ہو اور بیوی کے پاس اعتکاف کی پابندی سے نہ جانے کی وجہ سے وہ کسی برائی میں مبتلا ہو جائے اس لئے خاوند کی اجازت ضروری ہے لیکن جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو

اعتکاف کی اجازت دے دے تو پھر اجازت کو منسوخ نہیں کر سکتا۔

اعتکاف کے دوران عورت کو حیض یا نفاس شروع ہو جائے تو اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ لہذا جب عورت پاک ہو جائے تو جتنے دن اس واجب اعتکاف سے رہ جائیں وہ بعد میں پورے کرنے پڑیں گے۔ اگر اعتکاف سنت تھا تو اس میں قضا پوری کرنا لازم نہیں اگر قضا پوری کر لی جائے تو بھی بہتر ہے اگر نہ کر سکے تو گناہ بھی نہیں اور نفل اعتکاف کی کوئی قضا نہ ہوگی۔

معتکف خاتون کو ذکر و فکر تلاوت نوافل ادا کرنے چاہئیں اور اعتکاف میں اسے اپنے بستر پر لیٹنے سونے اور جائے اعتکاف کے ارد گرد چہل قدمی کرنے کی بھی اجازت ہے۔ تاکہ وہ مقررہ مدت آسانی سے عبادت میں گزار سکے۔ البتہ گرمیوں کے موسم شدید گرمی کے باعث اگر خاتون رات اپنے کمرے میں نہ گزار سکتی ہو تو جب رات کے وقت اہل خانہ سو جائیں تو وہ جائے اعتکاف سے نکل کر بالا خانے پر یا گھر کی ایسی جگہ پر بھی محو عبادت رہ سکتی ہے اور اپنا وقت گذار سکتی ہے جہاں وہ راحت محسوس کرے اس کے علاوہ رفع حاجت اور وضو کے لئے اپنی جگہ سے نکل سکتی ہے۔

عورتوں کے لئے گھر میں رہ کر اعتکاف کرنا آسان ہے لیکن ہماری اکثر عورتیں اس ثواب سے محروم رہتی ہے۔ بلکہ امیر گھرانے کی عورتیں تو اسے بالکل پسند نہیں کرتیں دراصل یہ ان کی کمزوری ہے کہ وہ بہت بڑی سعادت سے محروم رہ جاتی ہیں۔

(۵) جائے اعتکاف

اعتکاف کی لازمی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے۔ کہ اعتکاف مسجد میں

کیا جائے پھر مسجد وہ ہونی چاہیئے۔ جہاں پر پنجگانہ نماز باجماعت ہوتی ہو اگر جامع مسجد ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ سب سے افضل اعتکاف خانہ کعبہ کا ہے اس کے بعد مسجد نبوی کا درجہ ہے اور تیسرے درجہ میں جامع مسجد کا اعتکاف ہے اگر کسی ولی اللہ کی خانقاہ کے ساتھ مسجد ملحق ہو تو اس میں بھی اعتکاف دوسری عام مساجد کی نسبت زیادہ درجہ رکھتا ہے پھر ان کے بعد اس مسجد میں جس میں پانچ وقت کی جماعت ہوتی ہو لیکن جس مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو تو اس میں اعتکاف جائز نہیں ہے جس مسجد میں اعتکاف کیا جائے اگر اس کی حدود کا علم ہو تو بہت ہی بہتر ہے اگر علم نہ ہو تو کسی سے مسجد کی حدود معلوم کر لینی چاہیئے۔ کیوں کہ اعتکاف کے لئے ضروری ہے کہ مسجد کی حدود ہی میں رہا جائے۔ مسجد کا رقبہ عموماً وہ تصور کیا جاتا ہے جو مسجد کے لئے مقرر کیا گیا ہو بعض مساجد میں وضو کرنے کی جگہ مساجد کے ساتھ مسجد ہی میں واقع ہوتی ہے اور بعض مساجد میں وضو کی جگہ مسجد کی حدود سے خارج ہوتی ہے

(۱۶) مسجد سے باہر نکلنے کی صورتیں

معتکف حضرات ان امور کے لئے مسجد سے نکل سکتے ہیں جن کی شریعت نے اجازت دی ہے ان کے علاوہ کسی اور کام کے لئے نہیں نکل سکتا وہ امور رفع حاجت وضو غسل اور بحالت مجبوری کھانا لانا ہیں۔ اس کے علاوہ اگر مسجد جامع نہیں تو نماز جمعہ کے لئے بھی مسجد سے باہر جایا جا سکتا ہے۔ وہ امور جن کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں اور وہ امور جن کے لئے مسجد سے باہر جانا درست ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روایت سے اخذ کئے گئے ہیں۔ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں۔ کہ

اعتکاف کرنے والے کے لئے اعتکاف کے معاملے میں سنت یہ ہے کہ وہ نہ مریض کی عیادت کے لئے جائے اور نہ جنازے میں جائے نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ اس کے جسم کے ساتھ جسم مس کرے نہ کسی حاجت کے لئے مسجد سے نکلے بجز اس حاجت کے کہ جس کے لئے مسجد سے نکلنے کے سوا چارہ نہ ہو مسجد اور روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں ہے (ابو داؤد)

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ امور جن کے لئے کوئی معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ رفع حاجت مسجد سے باہر جانے کا ایک جواز رفع حاجت ہے اگر مسجد کے ساتھ کوئی رفع حاجت کی جگہ ہو تو وہاں تک جا سکتا ہے بعض مساجد کے باہر لٹرین وغیرہ بنی ہوتی ہیں تو معتکف کو وہاں تک جانے کی اجازت ہے اگر مسجد کے ساتھ کوئی رفع حاجت کا انتظام نہیں تو مسجد کے قریب رفع حاجت کے لئے اپنے گھر میں بھی جا سکتا ہے۔ لیکن کسی سے بات چیت نہ کرے البتہ کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دے سکتا ہے اور سلام بھی کہہ سکتا ہے۔ اگر مسجد کے ساتھ والی رفع حاجت کی جگہ اتنی گندی اور پلید ہو کہ جہاں کپڑوں کے صاف رہنے کا احتمال نہ رہ سکتا ہو تو اس صورت میں بھی مسجد کے باہر کسی اور جگہ پر رفع حاجت کے لئے جا سکتا ہے جہاں طہارت کرنے میں جسم اور کپڑے پاکیزہ رہنے ہوں۔ راستے میں کسی سے بات چیت نہ کرنی چاہیئے۔ اگر راستے میں کسی سے بات کرے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اگر مسجد سے گھر دور ہو تو کسی دوست یا عزیز کے گھر بھی رفع حاجت کے لئے جا سکتا ہے جو مسجد کے قریب ہو۔

وضو

اعتکاف میں ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کی جائے لہذا جب وضو نہ ہو تو معتکف وضو کے لئے جائے اعتکاف سے اٹھ کر وضو کرنے والی جگہ پر جا سکتا ہے اگر وضو کرنے کا بندوبست مسجد میں ہے تو بہت ہی بہتر ہے اگر وضو کرنے کا انتظام مسجد میں نہیں بلکہ مسجد کی حدود سے باہر ہے تو وضو کے لئے مسجد سے باہر بھی وضو کی جگہ پر جا سکتا ہے اور وضو کرنے کے بعد فوراً جائے اعتکاف میں آ جانا چاہیئے۔ وضو بڑے خشوع اور خضوع سے کرنا چاہیئے

غسل

گرمیوں کے موسم میں جس طرح انسان دن میں گرمی کی شدت دور کرنے کے لیئے دو تین مرتبہ نہاتا ہے۔ بلکہ جب دل چاہا غسل کر لیا اس طرح اعتکاف میں بار بار غسل کرنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی غسل کے لیئے مسجد سے باہر جانا چاہیے۔ چنانچہ شوقیہ غسل یا جمعہ کے لئے غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر چلا گیا تو اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ البتہ بعض فقہا اس غسل کو جائز قرار دیتے ہیں جو غسل خانے میں کیا جائے۔ جو مسجد کے ساتھ ملحق ہو شدت گرمی کے سبب جسمانی تلخی اور بے چینی کو دور کرنے کیلئے بھی غسل کرنا جائز ہے البتہ احتلام کی صورت میں واجب غسل کرنے کی اجازت ہے اور اس کے لیئے مسجد سے باہر بھی جا سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مسجد کے ساتھ غسل کا اہتمام ہو تو وہاں غسل کرے۔ البتہ لذت جسم کے لئے غسل جائز نہیں۔

صوفیا کا نظریہ ہے کہ اعتکاف میں جونکہ بندہ ہر وقت اللہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے اور اس کے دربار میں ننگا ہونا آداب کے خلاف ہے لہذا غسل کرنے سے انسان کو اپنا جسم ننگا کرنا پڑتا ہے اس لئے اللہ کے دربار کی حضوری اس طرح کرنے سے ختم ہو جاتی ہے۔

نماز جمعہ کیلئے مسجد سے باہر جانا

معتکف جس مسجد میں اعتکاف کے لیے بیٹھا ہوا گر وہاں نماز جمعہ نہ ہوتی ہو تو قریبی جامع مسجد میں جاکر نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن بہت زیادہ پہلے جانے کی اجازت نہیں۔ صرف جمعہ کی آذان اور خطبہ سے صرف اتنا پہلے جائے کہ چھ یا چار رکعت ادا کر سکے اور نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد جلد واپس اپنی جائے اعتکاف پر آجائے

خود کھانا لانا

اگر کسی معتکف کا کوئی کھانا پہنچانے والا نہ ہو تو وہ خود اپنے گھر جاکر کھانا لے آئے لیکن مسجد میں آکر کھائے گھر پر سوائے کھانا لانے کے اور کوئی بات چیت نہیں کر سکتا اگر معتکف گھر پر جاکر کھانا کھائے گا، تو اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

جلدی واپس آنا

معتکف جب مندرجہ بالا ضروریات کے تحت اعتکاف سے باہر جائے تو ضروری ہے کہ ضرورت سے زیادہ وقت نہ لگائے۔ اور جتنی جلدی فارغ ہو کر آسکتا ہو آجائے اور نہ ہی مسجد کے باہر افطاری کے بعد مندرجہ بالا وجوہات کے بہانے سگریٹ یا حقہ وغیرہ پینا شروع کردے اگر اس طرح کرے گا تو اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

(۷) حالت اعتکاف میں مسجد سے جانیکی صورتیں

معتکف کو مسجد چھوڑ کر جانے کی اجازت نہیں سوائے ان امور کے لیے جن کی شریعت میں اجازت دی گئی ہے چنانچہ چند امور ایسے ہیں جن کے بارے [illegible] معتکف گمان کر لیتا ہے کہ شاید وہ ان کاموں کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے لیکن ان امور میں بھی مسجد سے چند لمحات کے لئے بھی باہر جانے کی اجازت

نہیں اگر کوئی معتکف جائے گا تو اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

۱۔ بیمار کی عیادت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں مریض کی عیادت کر لیتے تھے۔ آپ سیدھے مریض کے پاس جاتے تھے اور اس کی خیریت پوچھ کر واپس آ جاتے بعض فقہا اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ اعتکاف میں مریض کی عیادت کی جا سکتی ہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ معتکف مریض کی عیادت کے لئے نہ جائے ان دونوں احادیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فعل کیا وہ صرف آپ تک محدود تھا۔ اور جو اصول عام لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہ یہی ہے کہ اعتکاف میں بیمار کی عیادت نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ ہی کسی مریض کی عیادت کے لئے اعتکاف سے باہر جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ باہر جانے سے انوارات اعتکاف حاصل نہیں ہوتے اس لئے باہر جانے کی اجازت نہیں۔

۲۔ جنازے میں شمولیت بعض مساجد ایسی ہیں کہ ان کے ساتھ ہی جنازہ گاہ ہوتی ہے یا کسی نہایت ہی قریبی رشتہ دار یا دوست کا جنازہ ہو تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق معتکف اس میں شرکت نہیں کر سکتا اگر جنازہ میں شرکت کے لیے مسجد سے نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۳۔ بیماری یا خوف کی وجہ سے باہر جانا اعتکاف کے اندر اگر معتکف بیمار ہو جائے اور بیماری زیادہ شدید قسم کی نہ ہو لیکن معتکف خود ہی معمولی بیماری) یا کسی اور خوف کی وجہ مسجد سے چلا

جائے۔ تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا عام بیماری کی حالت میں اعتکاف ہی میں رہ کر ڈاکٹر یا طبیب بلوا کر علاج کر دیا جائے لیکن اگر بیماری اتنی شدید نوعیت کی ہو کہ معتکف کو ہسپتال لے جائے بغیر چارہ نہ ہو تو اس صورت میں بقایا دنوں کی قضا پوری کرنا ضروری ہوگی۔

۴۔ مصیبت زدہ کی مدد اعتکاف سے مسجد کے باہر کسی مصیبت زدہ آدمی کی مدد کے لئے جانے کی اجازت نہیں ہے خواہ باہر کسی نہر دریا یا تالاب میں ہی ڈوب کیوں نہ رہا ہو۔ اور نہ ہی آگ بجھانے کی خاطر مسجد سے نکل سکتا ہے۔

۵۔ مسجد کے مینار کے اوپر جانا اگر معتکف آذان دینے کے لئے مسجد کے مینار کے اوپر جائے تو اس صورت میں اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ مینار کو جانے والا راستہ مسجد سے ہو۔ اگر اس کا راستہ مسجد کی حدود سے باہر ہوگا اور معتکف مسجد کی حدود سے باہر جا کر مینار پر جائے گا۔ تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا

۶۔ مسجد کے حجروں میں جانا بعض مساجد کے ساتھ حجرے اور کھلے احاطے ہوتے ہیں۔ جہاں عموماً طالب علم امام یا مسافر ٹھہرتے ہیں یا رہائش پذیر ہوتے ہیں تو معتکف کے لئے ان حجروں میں جانا درست نہیں اگر حجرے اس طرح کے ہیں کہ ان میں نمازی پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں تو وہاں معتکف جا سکتا ہے۔ مسجد کے برآمدوں میں جو مسجد کا حصہ ہوں معتکف جا سکتا ہے۔ ایسے بعض مساجد کے ساتھ ہی وسیع اور کھلے احاطے ہوتے ہیں جہاں پنجگانہ نماز کو ادا نہیں کی جاتی بلکہ عید کی نماز ادا کی جاتی ہے تو وہاں بھی معتکف کے لئے جانا منع ہے۔

(۸) مکروہات اعتکاف

معتکف کے لئے مکروہ قسم کی حرکات کرنا منع ہیں کیوں کہ کچھ امور ایسے ہیں کہ جن کو کرنے سے اعتکاف ختم تو نہیں ہوتا لیکن مکروہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جن مقاصد کے لئے اعتکاف کیا جاتا ہے وہ ختم ہو جاتے ہیں لہذا معتکف حضرات کو مکروہ حالتوں سے بچنا چاہیئے اور دوران اعتکاف مندرجہ ذیل امور کی اجازت نہیں۔

ا۔ چپ رہنا بعض لوگ چپ رہنے کو اعتکاف کا حصہ سمجھتے ہیں لیکن عبادت اور ثواب کی نیت سے بالکل خاموشی اختیار کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر چپ رہنا ثواب سمجھ کر نہ ہو تو وہ جائز ہے۔ کیوں کہ فضول باتوں سے بچنا تو تقویٰ میں شامل ہے۔ ایسے حضرات جو عبادت اور یاد الٰہی میں بہت زیادہ محو ہوں اور ان پر حالت محویت طاری رہے تو اس حالت میں لامحالہ وہ خود بخود خاموش رہیں گے۔ تو ان کے لئے خاموش رہنے میں کوئی حرج نہیں لیکن میرے خیال کے مطابق ضرورت کے مطابق بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ سالکان طریقت اگر خاموشی کی راہ اختیار کریں تو ان کے لئے زیادہ فائدہ ہے کیوں کہ خاموشی سے یادِ الٰہی اور محبت میں زیادہ رغبت پیدا ہوتی ہے اور انسانی توجہ ادھر ادھر نہیں جاتی

۲۔ داڑھی مونڈھنا داڑھی مونڈھنا تو ویسے ہی خلاف شرع ہے لیکن مسجد کے کسی بلکہ غسل خانے وغیرہ میں بیٹھ کر داڑھی مونڈنے سے اعتکاف تو نہیں ٹوٹتا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ البتہ جائے اعتکاف میں داڑھی مونڈھنے کی اجازت نہیں البتہ مونچھوں کی تراش خراش

کر سکتا ہے۔ پرہیز گاری کا تقاضا تو یہی ہے کہ پورے عشرہ میں داڑھی نہ مونڈھی جائے۔ صوفیا جب طویل عرصے کا اعتکاف کرتے ہیں تو اس حالت میں انہیں ایسی چیزوں کے کرنے کی ہوش نہیں رہتی۔

۳۔ دنیاوی معاملات میں دلچسپی لینا اعتکاف میں معتکف ہو کر دنیاوی معاملات میں دلچسپی لیتے رہنا بھی مکروہ ہے دنیاداری کی باتیں کرنا اور عبادت سے ہٹ کر ایسے امور کرنا جو دنیا سے متعلقہ ہوں، کرنا درست نہیں کیوں کہ ایسا کرنے سے اعتکاف کی روح ختم ہو جاتی ہے۔

۴۔ مسجد میں خرید و فروخت کرنا حضرت امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک مسجد میں معتکف ہو کر مسجد میں فروخت کے لئے مال لانا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر روزگار کا سلسلہ نہ ہو اور اہل و عیال کا دارومدار اسی تجارتی سامان پر ہو تو مسجد میں معتکف ہو کر فروخت کی جا سکتی ہے لیکن میرے خیال کے مطابق ایسا کرنا توکل اور تقویٰ کے خلاف ہے کیونکہ جب اللہ کے حضور حاضر ہو گیا تو دنیا کی طرف رغبت دلانے والے کام جائز نہیں ہیں۔

۵۔ فضول بات چیت اور ہنسی مذاق حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ کر اچھی بات کے سوا اور کوئی بات نہ کرنی چاہیے لہذا گالی نہ نکالنی چاہیئے اور نہ ہی کوئی فضول بات کرنی چاہیئے۔ جس مسجد میں ایک سے زائد معتکف حضرات ہوتے ہیں وہاں وہ ایک دوسرے کے پردے میں بیٹھ کر دنیا داری کی باتیں کرنے لگتے ہیں، ہنسی مذاق اور فضول بحث و تکرار میں وقت صرف کرتے ہیں۔ اگرچہ

اس طرح اعتکاف تو ختم نہیں ہوتا لیکن اعتکاف میں انوارِ الٰہیہ کا حصول نہیں ہوتا

۶۔ غیبت اور جھوٹ کی ممانعت غیبت اور جھوٹ یوں تو اسلامی نقطہ نظر سے ہماری روزمرہ کی زندگی میں بھی ایک بہت بڑی لعنت ہے اور اس سے ہر ممکن بچنا چاہیے۔ یہ اور خصوصاً اعتکاف میں اس طرح کی حرکت سے ازحد پرہیز کیا جائے کیوں کہ یادِ الٰہی میں ایسی حرکات بالکل خلاف شرع ہیں جب تک کوئی معتکف ایسی باتیں نہیں چھوڑے گا تو اعتکاف سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۷۔ دنیاوی کتب پڑھنا یا پڑھانا اعتکاف میں دینی کتب کے علاوہ غیر اسلامی کتب یعنی ناول افسانہ کہانی ڈائجسٹ پڑھنا بالکل ناجائز ہیں اس کے علاوہ دنیاوی علوم کی کتب بھی پڑھنا یا پڑھانا جائز نہیں۔ کیوں کہ اس طرح یادِ الٰہی سے توجہ مبذول ہوگی اور عبادت میں خلل واقع ہوگا۔ لہٰذا ایسے امور اعتکاف میں بیٹھ کر کرنے کی اجازت نہیں۔

(۹) مفسدات اعتکاف

وہ امور جن سے اعتکاف ختم ہو جاتا ہے انہیں مفسدات اعتکاف کہتے ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ مباشرت اعتکاف کی حالت میں مباشرت کرنا حرام ہے کیوں کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:۔

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ۭ تِلْكَ	اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کر رہے ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت

حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ۔ (پارہ ۲ سورت البقرہ آیت ۱۸۷)	نہ کرو یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں پس ان کے قریب نہ جاؤ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات لوگوں کے لیئے بیان کر دی ہیں تاکہ وہ متقی بن سکیں۔

اعتکاف کی حالت میں کسی معتکف کو اپنی بیوی سے مباشرت کرنے کی اجازت نہیں اگر کوئی معتکف مسجد سے نکل کر اپنے گھر جاکر اپنی بیوی سے مباشرت کرے یا اس سے شہوت انگیز حرکات کرلے تو اس طرح اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سختی سے مسلمانوں کو منع کر دیا ہے کہ وہ اس طرح بالکل نہ کریں۔ کیوں کہ ایسا کرنا تقویٰ اور پرہیزگاری کے بالکل خلاف ہے کیوں کہ اعتکاف کا مقصد ہی دنیاداری کے کاموں سے الگ ہو کر یاد الٰہی ہے چنانچہ اعتکاف میں بیٹھ کر پھر دنیا داری کا فعل کرنا بالکل ہی اعتکاف کی روح کے خلاف ہے۔

۲۔ مرتد ہو جانا اعتکاف میں بیٹھا ہوا مسلمان اگر مرتد ہو جائے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ پھر اگر وہ دوبارہ اسلام لے آئے اس کی قضا واجب ہوگی۔ میرے خیال کے مطابق اگر کوئی مسلمان کیمونسٹ بن جائے یا پہلے ہی کیمونسٹ ہو تو اس کا اعتکاف نہ ہوگا۔

۳۔ نشہ آور شے کا استعمال اعتکاف میں بیٹھ کر نشہ آور چیز استعمال کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا نشہ تو ویسے ہی حرام ہے لیکن پھر اعتکاف اس کا استعمال بالکل ہی اسلام کے خلاف ہے لہٰذا اگر کوئی نشہ کا عادی ہو تو اسے اعتکاف میں ایسی حرکت نہ کرنی چاہیئے بلکہ ہمیشہ کے لیئے اس عادت کو ترک کر دینا چاہیئے۔

۴۔ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کبیرہ گناہ کے ارتکاب کرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے خواہ اس گناہ سے روزہ ٹوٹتا ہو۔ لیکن کچھ کا خیال ہے کبیرہ گناہ جھوٹ اور غیبت سے اعتکاف فاسد تو نہیں ہوتا البتہ اعتکاف کا مقصد فوت ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ دونوں چیزیں تقویٰ کے خلاف ہیں۔

۵۔ جنون اور بے ہوشی اگر کسی معتکف پر جنون اور بے ہوشی طاری ہو جائے اور وہ مسلسل رہے تو اس صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

۶۔ حیض اور نفاس ایسے ہی حیض اور نفاس سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے

عبادات اعتکاف

اعتکاف میں بیٹھنے کے بعد بندہ سوچتا ہے کہ مجھے کیا پڑھنا چاہیئے۔
بندے پر شباب کا زمانہ آیا شیطان نے انسان دشمنی کا زور مارا اور بندے پر غفلت کا پردہ ڈال دیا عقل کو تن کا غلام کیا عقل نفس کی مصلحتوں میں الجھی رہی حتیٰ کہ لذت نفس نے انسان سے کیا کیا کروا ڈالا اور بندے کا دامن گناہوں سے آلودہ ہوا پیٹ کے طمع نے مکر و فریب کروایا بے ثبات کروفر نے جھوٹ بلوایا۔ لذت نفس نے شراب وکباب کھلایا۔ خمارِ دولت نے انسانیت سوز ظلم کروایا اور انسان کو انسان نہ سمجھا۔ ہوس دنیا نے دین کا بندھن تڑوایا حتیٰ کہ من پاپی بن گیا شباب کی فانی بہاریں خزاں میں میں بدل گئیں۔ دل سوچ کے طلاطم میں کھو گیا دنیا بھی نہ بنی دین بھی ہاتھ سے گیا۔ ایمان نے کہا آ مایوس نہ ہو اللہ کی رحمت بے کنار ہے۔ روزوں کا مہینہ ہے۔ آخری عشرہ رحمت و مغفرت کا پیغام لیے دستک دیا چاہتا ہے کہ احساس گناہ بندہ گنہگار کو اعتکاف میں لے آیا۔ میرے عزیز تیری خوبختی کو کیا کہوں تیرے تو بھاگ اٹھے اب بناوٹی مسکراہٹ کو چھوڑ اللہ کے حضور میں اپنے گناہوں پر نادم ہو دنیا کے نظاروں سے محظوظ ہونے والی آنکھ سے ندامت کے آنسو بہا تاکہ تیری خطائیں معاف ہوں۔ چنانچہ اعتکاف میں مندرجہ ذیل عبادات سرانجام دی جاتی ہیں

سکتی ہیں۔

معتکف کو زیادہ سے زیادہ استغفار کی دعائیں پڑھنا چاہیئے

۱۔ استغفار تاکہ گناہ معاف ہوں اور باطن کی صفائی ہو استغفار کی دعائیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ

۲۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

۳۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ یا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔

۴۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

ذکر و فکر اذکار میں سب سے اعلیٰ ذکر کلمہ طیبہ ہے جس سے انسانی قلب میں نور پیدا ہوتا ہے چنانچہ کلمہ پاک کا وِرد بہت ہی بہترین ہے اس کے علاوہ تیسرے کلمے کا ورد بھی بہت عمدہ ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے کلموں کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے لفظ اللہ یا اللہ ھو کا ورد بھی انسان کو روحانی منازل تک پہنچاتا ہے کیوں یہ اسم اعظم ہے اس لئے اسے پڑھنا بھی بہت بہتر ہے لیکن اللہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا میں جو نظارہ ہے وہ کسی اور میں نہیں۔

اللہ تعالےٰ کے ننانوے ناموں کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے ان میں بھی بہت سے اسرار ہیں جو ذکر کرنے والے پر ظاہر ہوتے ہیں بعض صوفیاء اللہ الصمد اور یاحی یاقیوم کا ورد بھی اعتکاف میں کرتے ہیں۔ ان دونوں وظائف کے باطن میں بھی بے شمار اسرار ربانی اور فیوض و برکات ہیں۔

بسم اللہ شریف کا ذکر بھی عنایات خداوندی کا حامل ہے۔ ان کے علاوہ قرآن کی کسی سورت یا آیت کا بھی ورد کر سکتا ہے اور ورد میں مختلف اقسام کے اسرار ہیں۔ لیکن اعتکاف میں بیٹھ کر سب سے بہتر وظیفہ پڑھنا تو وہی ہے۔ جو پیر و مرشد نے بتایا ہو اگر کسی کا پیر نہ ہو تو وہ کسی نیک اور صالح انسان کے مشورے سے وظیفہ پڑھے تاکہ اچھے نتائج برآمد ہوں۔ دراصل اللہ کو جس نام سے بھی یاد کر لیا جائے کم ہے۔

اعتکاف میں سارا وقت یاد الٰہی میں صرف کرنا چاہیے۔ کیوں کہ وہ ایک ایسا موقعہ میسر آیا ہوتا ہے کہ زندگی میں بار بار نہیں ملتا کیوں کہ اعتکاف میں اللہ بندے پر مہربان ہوتا ہے اس لئے بندے کی بھی پوری توجہ اپنے خالق حقیقی کی طرف ہونی چاہیے۔

عبادات اعتکاف میں اولین حیثیت نماز پنجگانہ کو حاصل ہے

فرض نمازیں

فرض نمازیں نہایت ہی خشوع اور خضوع سے پڑھنی چاہیے نماز کے قیام میں انکساری اور عاجزانہ رویہ ہو اور وسواس کو قریب نہ بھٹکنے دے اور توجہ اللہ کی طرف ہو گویا کہ دنیا سے بے خبر ہو خانہ کعبہ کا تصور کرے اور اپنے آپ کو اس طرح محو کرے گویا کہ وہ خانہ کعبہ میں کھڑا ہے اور اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اور تمام نمازیں با جماعت ادا کرے اور پہلی صف میں ادا کرنا بہت ہی بہتر ہے

نوافل

اعتکاف میں نفل نمازیں ادا کرنا بہت ہی افضل ہے۔ کیوں کہ یہ نفل نمازیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادا کیا کرتے تھے اور ان کی متابعت میں اولیاء کرام اور صوفیا بھی ان نمازوں کو بڑی توجہ سے ادا کرتے ہیں البتہ مکروہ اوقات میں کوئی نماز ادا نہ کی جائے۔ جب سورج نکل رہا ہو یا

جب غروب ہو رہا ہو، یا عین دوپہر کے وقت فجر کی نماز کے فرض کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی فرض نماز کے بعد مغرب تک کوئی نفل نماز نہ پڑھی جائے۔ نفل نمازیں مندرجہ ذیل ہیں نماز تہجد اشراق چاشت اور اوابین ان نمازوں کے نوافل بڑی عاجزی کے ساتھ ادا کرنے چاہییں۔ صلوٰۃ تسبیح بھی پورے اعتکاف میں ایک بار ضرور پڑھنی چاہیے ان نفل نمازوں کے علاوہ بھی اعتکاف میں نوافل پڑھنے چاہییں کیوں کہ رمضان المبارک کے نوافل کا درجہ عام دنوں کے فرضوں کے برابر ہوتا ہے، اس لئے قضا نمازوں کی قضا پورے ہونے کا سر و سامان پیدا ہو جاتا ہے۔

درود شریف اللہ تعالیٰ کا اپنا پسندیدہ وظیفہ درود پاک ہے اسی لئے درود شریف کا وظیفہ بھی بہت ہی اعلیٰ ہے اور خاص کر جو حضرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے خواہاں ہوں یا عشق رسول کے طالب ہوں تو جب وہ اعتکاف میں کثرت سے درود پاک کا ورد کریں تو ان کی مراد ضرور پوری ہوگی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگی اور جسے اللہ کے رسول کی زیارت ہو جائے اسے اور کیا چاہیئے۔

تلاوت قرآن پاک اعتکاف میں قرآن پاک کی تلاوت سے بھی اسرار ربانی ظاہر ہوتے ہیں اور کثرت تلاوت سے خوابوں میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا دیدار ہوتا ہے اور معتکف کے دائیں بائیں آگے پیچھے سے مختلف قسم کے انوارات کی تجلیات دکھائی دیتی ہیں۔ اور تلاوت انسانی بخشش کا وسیلہ بنتی ہے اور اس کے ہر لفظ پر نیکیاں ہی نیکیاں شمار کی جاتی ہے۔ اور نیکیوں کے اضافہ سے بندے کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں

مراقبہ اعتکاف میں تمام تر عبادات کے علاوہ دل کی استقامت کے مراقبہ کرنا چاہیئے کیوں کہ مراقبہ حفاظت ایمان اور حصول روحانیت کے لئے بنیادی چیز ہے۔ اس لئے جب موقعہ میسر آئے مراقبہ کرے مراقبہ میں معتکف کو فیوض و برکات اور مشاہدات بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اولیاء اور صوفیا کا عام معمول ہوتا ہے کہ وہ اعتکاف میں مراقبہ پر بہت زور دیتے ہیں۔ کیوں کہ اس میں وہ راز پنہاں ہیں جسے صرف روح دیکھتی ہے۔ اور محسوس کرتی ہے۔

بندہ ناچیز کی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو اعتکاف کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالےٰ میرے اعتکافوں کو بھی قبول فرمائے (آمین)

آداب اعتکاف

مسجد میں یوں تو ادب سے بیٹھنا اٹھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے لیکن خصوصی اعتکاف کے دنوں میں اسلامی آداب کو مدنظر رکھنا چاہیئے اور خاص طور پر معتکف کو اعتکاف جن آداب کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ **اعتکاف میں کھانا پینا** معتکف حضرات کے لئے مسجد میں سحری اور افطاری کے وقت کھانے پینے کی اجازت ہے اعتکاف میں خوراک نہایت ہی سادہ اور قلیل کھانا چاہیے لیکن عموماً دیکھنے میں آیا ہے

کہ لوگ اعتکاف میں بیٹھ کر خوب پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں بلکہ مرغن اور اعلیٰ غذائیں کھاتے ہیں جو عبادت اور یاد الٰہی میں خلل کا باعث بنتا ہیں۔

اس لئے صوفیا اور فقراء اور اہل تقویٰ اس امر کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں کہ کھانا انتہائی قلیل کھایا جائے۔ مگر ضرورت کے لئے کھانا بالکل نہ کھانا بھی اچھا نہیں بلکہ مناسب مقدار میں اپنے جسم کو غذا پہنچانا سنت رسول ہے ورنہ پے در پے فاقہ کشی سے لذت اعتکاف کھو بیٹھے گا۔ لیکن اللہ کی خاص رضا اور حکم کے تحت اگر پورے عشرہ کا فاقہ آجائے تو بھی جائز ہوگا کیوں کہ اللہ کے مخصوص انسانوں کے ساتھ ایسا ہو جاتا ہے۔ کھانے میں گوشت کا شوربا سبزی دال وغیرہ یا اسی قسم کی اور لطیف اثرات رکھنے والی اشیاء حسب ضرورت استعمال کرنی چاہیئے البتہ گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈی تاثیر رکھنے والی خوراک بھی کھائے تاکہ خشکی نہ ہو۔ اگر کسی معتکف کا کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانا گھر سے لاکر مسجد میں کھائے۔ اگرچہ مسجد میں جہاں چاہے کھانا کھا سکتا ہے۔ لیکن بہتر اور افضل جگہ وہی ہے۔ جو معتکف نے پردہ لگا کر جائے۔ اعتکاف بنا رکھی ہو۔ بہتر تو یہی ہے۔ کہ کھانا اکیلا کھائے اور ہر نوالے پر اپنی توجہ اللہ ہی کی طرف رکھے اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرے۔ چند معتکف حضرات کا اکٹھے مل کر کھانا اور اپنے ساتھ غیر معتکف حضرات کو ملا لینا اچھا نہیں اگرچہ ایسا کرنا خلاف شرع تو نہیں لیکن اعتکاف کے آداب کے خلاف ہے کیوں کہ ایسا کرنے سے دعوت کا سماں پیدا ہو جائے گا۔ جس سے لذت نفس کو تقویت ملے گی بلکہ اعتکاف لذت نفس کے خلاف ہی تو جہاد ہوتا ہے اگر اسے لذت پہنچایا جائے گا تو عبادت سے غفلت ہونے لگے گی۔ البتہ غیر ارادی طور پر معتکف کسی دوسرے معتکف کے ساتھ

یا غیر معتکف کے ساتھ مل کر کھانا کھا لے تو کوئی حرج نہیں لیکن اسے معمول نہیں بنانا چاہیئے۔

۲۔ اعتکاف میں سونا اعتکاف کے دوران معتکف کے لیئے مسجد کے اندر سونا جائز ہے مسجد کے اندر سوتے وقت مسجد کے ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ اور عموماً اس طرح سونے کی کوشش کرنی چاہیئے جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود سویا کرتے تھے۔

یوں تو معتکف کے لیئے اس جگہ پر سونا ہی بہتر ہے جسے اس نے پردے کے ذریعے مخصوص کر رکھا ہو۔ لیکن گرمیوں کے موسم میں مسجد کے اندر سونے میں کافی دقت محسوس ہوتی ہے۔ لہذا مسجد کی عمارت یعنی کمرے اور صحن میں یا جہاں بھی چاہے سو سکتا ہے۔ البتہ مسجد کی حدود کے باہر سونے سے اعتکاف ختم ہو جائیگا۔ اگر مسجد کا صحن نہ ہو یا کشادہ نہ ہو تو مسجد کی چھت پر بھی سو سکتا ہے۔ معتکف کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ کم سے کم سوئے اور رات شب بیداری میں گزارے تو بہتر ہے۔

۳۔ اعتکاف میں کپڑے تبدیل کرنا معتکف کے لیئے مسجد کے اندر لباس تبدیل کرنا جائز ہے۔ بلکہ اس کے پاس صاف ستھرے لباس کے ایک دو جوڑے موجود رہنے چاہئیں تاکہ یک دم لباس تبدیل کرنے کی ضرورت پیش نہ آجائے گندے اور غلیظ لباس کو مسجد سے فوراً ہٹا دینا چاہیئے۔ لیکن سالکان طریقت کیلیئے اعتکاف کے ابتدا سے آخیر تک ایک ہی لباس پہنے رکھنے میں مصلحت ہے بشرطیکہ وہ پاکیزہ رہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پورا اعتکاف جو کپڑا معتکف کے جسم کے ساتھ رہے گا وہ بابرکت بن جائے گا۔ اور اگر معتکف ولی اللہ ہو تو اس کا وہ لباس کسی طویل بیماری والے کو

پہنا دیا جائے۔ تو وہ صحت یاب ہو جائے گا اس لئے صوفیا کیلئے ایک ہی لباس میں اعتکاف کرنا بہت بہتر ہے۔ لیکن عام معتکف حضرات جب چاہیں۔ لباس تبدیل کریں، کیونکہ صاف ستھرے لباس میں رہنا عین شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے درخصوصاً جمعہ کے روز لباس تبدیل کر لینا چاہیئے۔

۴۔ بلند آواز سے تلاوت یا ذکر کرنا اعتکاف میں معتکف اگر چاہے تو بلند آواز سے تلاوت قرآن پاک تسبیح اور ذکر الٰہی کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے ایسا کرنے سے کسی دوسرے کی نماز یا عبادت میں خلل نہ پڑتا ہو۔

۵۔ اعتکاف میں درس دینا دوران اعتکاف معتکف قرآن حدیث اور اسلامی علوم پر درس دے سکتا ہے وعظ و نصیحت کر سکتا ہے اگر امام مسجد ہے تو وہ جماعت بھی کرا سکتا ہے۔ مذہبی موضوعات یا روحانی موضوعات پر گفتگو بھی کر سکتا ہے دینی علم پڑھا بھی سکتا ہے آذان دے سکتا ہے معتکف حضرات آپس میں بھی کسی دینی موضوع یعنی تصوف اور روحانی قسم کی گفتگو کر سکتے ہیں، ایک دوسرے سے مسئلہ وغیرہ بھی پوچھ سکتے ہیں۔

۶۔ مسجد کی خدمت معتکف اگر چاہے تو مسجد کی خدمت کے امور بھی سر انجام دے سکتا ہے لیکن صرف مسجد کی چار دیواری کے اندر رہی رہے مسجد کی صفائی یا جھاڑو وغیرہ دینا یا مسجد کے اندر بلب وغیرہ نصب کرنا صفیں بچھانا۔ مسجد کیلئے چندہ اکٹھا کرنا مسجد کی ہی خدمت ہے۔ لیکن صوفیا ایسے امور کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح یاد الٰہی اور ذکر و فکر سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور عبادت میں اللہ سے رابطہ اور لگاؤ ماند پڑتا ہے۔ چنانچہ وہ اعتکاف میں صرف اللہ کی یاد کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کرتے۔

اقسام روزہ

روزے کی پانچ قسمیں ہیں، فرض، واجب، نفل، مکروہ اور حرام۔ فرض و واجب کی دو قسمیں ہیں، معین و غیر معین۔ فرض معین، جیسے ادائے رمضان اور فرض غیر معین جیسے قضائے رمضان اور کفارہ واجب معین سے مراد نذر کے مقرر روزے اور واجب غیر معین سے مراد نذر مطلق ہے۔

(۱) فرض روزہ

فرض روزہ وہ ہے جس کا رکھنا لازم ہے اور اس کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ فرض روزے کے چھوڑنے پر وعید بھی ہے یعنی آخرت میں سزا ملے گی اس لحاظ سے فرض روزہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ فرض روزہ ہر عاقل بالغ مسلمان کیلئے رکھنا ضروری ہے۔ مجذوب دیوانہ اور نابالغ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ فرض روزہ کی چند اقسام ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ رمضان کا روزہ رمضان المبارک کے روزے ہر عاقل اور بالغ مسلمان کیلئے فرض ہیں اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگانا چاہیئے کہ یہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ اور پہلی امتوں پر بھی روزہ فرض تھا۔ اس لئے یہ مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے کہ جب وہ رمضان کے روزے پائے تو ضرور رکھے جو لوگ جان بوجھ کر بلا شرعی عذر اس رکن کو ترک کرتے ہیں، وہ گنہگار ہیں، نماز اور روزہ یہ دونوں رکن ایسے ہیں جن کا اطلاق ہر خاص و عام پر ہوتا ہے۔ زکوٰۃ اور حج ایسے دو رکن ہیں جن کا اطلاق صرف صاحب ثروت لوگوں پر ہے۔ اس لئے علماء نے روزے کے سلسلے میں بہت تاکید ہے لیکن اس کے باوجود بہت سے لوگ اس فرض سے غافل ہیں اور رمضان المبارک میں روزے نہیں رکھتے۔

۲۔ رمضان المبارک کا قضا روزہ دوسرا فرض روزہ رمضان المبارک کا قضا روزہ ہے اگر بیماری یا کسی شرعی عذر کی بنا پر رمضان کے روزے قضا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان کو گنتی کے مطابق دوسرے دنوں میں پورا کرلو۔ قضا روزہ رکھنے سے پہلے روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے۔ قضا روزے رکھنے کیلئے جب بھی اللہ تعالیٰ سے توفیق ملے رکھ لے۔ قضا روزوں کو لگاتار رکھنا ضروری نہیں لیکن گنتی پوری کرنا ضروری ہے۔ اگر قضا روزہ رکھنے کے قابل نہیں تو فدیہ دینا چاہیئے اور ایک روزے کا فدیہ نصف صاع گیہوں ہے۔ قضا روزے سے پہلے نفلی روزہ بھی رکھا جا سکتا ہے لیکن قضا کو پہلے پورا کرنا زیادہ بہتر ہے۔ قضا روزہ پورا نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ یہ فرض کی قضا کا بھی وہی حکم ہے جو فرض کا حکم ہوتا ہے۔ رمضان المبارک کا قضا فرض غیر معین ہوتا ہے۔

۳۔ کفارۂ رمضان تیسرا فرض روزہ کفارہ رمضان ہے اور یہ کفارہ اس طرح ہے کہ اگر کوئی رمضان المبارک کا روزہ بلا شرعی عذر توڑ دے تو اس پر بلا عذر روزہ توڑنے کا کفارہ ساٹھ پے در پے یعنی لگاتار روزے ہے۔ روزے کا کفارہ یہ ہے کہ یا تو غلام یا باندی آزاد کرے اگر اس پر قدرت نہ رکھتا ہو تو مسلسل ساٹھ روزے رکھے اگر ان پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر ایک وقت کا کھانا کھلانا ہے۔

کفارہ اس وقت لاگو ہوتا ہے جب روزہ توڑنے کا جرم پورا پورا ہو، ہلکا اور ناقص نہ ہو یعنی روزہ توڑنے والا بچہ نہ ہو، مسافر نہ ہو، دن میں روزہ کی نیت کرکے روزہ رکھنے والا نہ ہو، کسی کے زبردستی کہنے پر روزہ نہ توڑا ہو، روزہ توڑتے وقت روزہ مباح کرنے والا عذر پیش نہ آگیا ہو جیسے حیض یا مرض وغیرہ۔ رمضان المبارک کے توڑے جانے والے روزے کا کفارہ نہ ادا کرنا سخت گناہ کبیرہ ہے۔ بلکہ آخرت کو اس گناہ کی وجہ سے شدید عذاب ہوگا۔ کفارے کا روزہ فرض غیر معین ہے۔

۴۔ کفارۂ ظہار کا روزہ چوتھا فرض روزہ کفارہ ظہار ہے۔ ظہار کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی کو ان عورتوں جیسا کہہ دینا جو اس پر ہمیشہ کیلئے

حرام ہیں مثلاً بیوی کو ماں یا بہن کی مانند کہہ دینا۔ اس طرح کہنے سے کہنے والے پر کفارہ عائد ہوتا ہے۔ اور یہ یاد رہے کہ ظہار کرنے والا جب تک اس کہنے کا کفارہ ادا نہ کرے گا تو اس کیلئے بیوی سے جماع کرنا، شہوت کے ساتھ اسے چھونا، اس کا بوسہ لینا سب حرام ہے۔ اس کے پاس جانے کی تب اجازت ہے جب کفارہ ادا کرلے۔ ظہار کا کفارہ غلام یا باندی آزاد کرنا ہے اگر اس پر قدرت نہ ہو تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا ہے۔ درمیان میں ناغہ نہیں ہونا چاہیئے اگر روزوں پر قدرت نہ رکھتا ہو تو ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلانے۔ اب غلام یا باندیوں کا دور تو ختم ہے اس لیئے ظہار کا کفارہ دو ماہ کے روزے یا ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہی ہے۔

یہ کفارہ دراصل نادان اور کم عقل لوگوں کو روکنے کیلئے ہے جو فوری جذبات میں آکر بیوی کو ماں بہن کہہ کر چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس طرح وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوجاتے ہیں۔ جس کا کفارہ روزے یا دیگر صورت میں ادا کرنا فرض ہے۔

۵ - قسم توڑنے کا کفارہ

قسم توڑنے کے کفارہ کو کفارہ یمین کہا جاتا ہے قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔ اگر کھانا نہ کھلائے تو دس مسکینوں کو کپڑے بنا کر دے اگر ایسا نہ کرسکے تو تین دن روزے رکھے ان روزوں کا لگاتار رکھنا ضروری ہے۔ اس کفارے کا مقصد بھی یہی ہے کہ قسم کھا کر اللہ کو ضامن بنا لینا تو آسان ہے۔ لیکن قسم کو نبھانا مشکل ہے اس لیئے قسم کو توڑنے کا ہرجانہ کفارہ ہے۔ اور یہ کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی صورت میں ہے یا تین روزے رکھنے کی صورت میں ہے۔ تاکہ لوگ قسم کھا کر توڑنے سے ڈریں۔ لہٰذا اس کفارے کے روزے بھی فرض ہیں۔

۶ - صوم نذر مطلق

منت کے روزے فرض ہوجاتے ہیں۔ اگر کسی شرط کے ساتھ اللہ کے حضور روزے رکھنے کی منت مانگی جائے تو اس شرط کے پورے ہونے پر نذر کا روزہ فرض ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا فلاں کام ہوجائے یا میں فلاں امتحان میں کامیاب ہوجاؤں تو میں روزہ رکھوں گا۔ تو اس طرح کام ہونے پر روزہ فرض ہوجائے گا کیونکہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ ‏ اُن کو چاہیئے کہ اپنی نذروں کو پورا کریں۔

اگر روزہ رکھنا کسی خاص دن، خاص ماہ، خاص سال کے ساتھ معین نہ کیا بلکہ کسی ایک دن یا کسی ایک ماہ یا کسی ایک سال کا اللہ کیلئے روزہ رکھنا اپنے اوپر لازم کر لیا تو یہ صوم نذرِ مطلق ہے اور معین کر کے کہا مثلاً ماہ رجب کا روزہ رکھنا لازم ہے تو اسے صوم نذر معین کہا جائے گا۔ اگر ان روزوں کی نذر میں یہ بھی مانا ہے کہ لگاتار رکھوں گا تو پے در پے روزے رکھنے لازم ہوں گے یا اس طرح لازم ہوں گے کہ اگر بیچ میں ایک روزہ بھی ناغہ ہو گیا تو پھر از سرِ نو تمام روزے رکھنے ہوں گے اور اگر منت مانتے وقت یہ قید نہیں لگائی کہ میں ان کو لگاتار رکھوں گا تو اس پر لازم نہیں کہ لگاتار رکھے تیس روزے البتہ اُس کے ذمہ ضرور لازم ہیں اس کو اختیار ہے کہ ان کو لگاتار رکھ کر پورا کرے یا متفرق طور پر رکھے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ ایک سال کے روزے رکھے گا تو اس پر کامل بارہ ماہ کے روزے فرض ہوں گے کیونکہ ان میں اتصال کی قید نہیں ان روزوں کو متفرق طور پر بھی رکھ سکتا ہے۔ تو درمیان میں رمضان کے آنے کا سوال ہی نہیں کہ جس کو منہا کیا جائے ہاں لگاتار ایک سال کے روزے رکھنے کی منت مانی ہے تو بیچ میں رمضان کا حائل ہونا لازمی ہے پس یہ منہا ہو جائے گا صرف گیارہ مہینے کے روزے لازم ہوں گے کیونکہ رمضان خود اللہ تعالیٰ کے فرض روزوں کیلئے مقرر ہے یہ تحت نذر نہیں آسکتا لہٰذا اس کے علاوہ گیارہ ماہ کے روزے رکھنا اس کے ذمہ لازم ہوں گے۔ اگر بغیر شرطِ تتابع ایک سال کے روزے کی منت مانی یعنی سال کے پے در پے روزے رکھنے کی منت نہیں مانی ایسی صورت میں بعض روزے ایام منوعہ یعنی عید فطر و عید بقر میں جائز نہیں کیونکہ اس کے ذمہ کامل روزے رکھنا لازم ہوئے ہیں پھر ناقص کیوں رکھے۔

اگر زبان سے نکل گیا مہینہ بھر کا روزہ مگر ایک دن کا روزہ کہنے کی نیت تھی تو کیا حکم ہے۔ مہینہ بھر ہی کا روزہ رکھنا لازم ہو گا کیونکہ نذر میں زبان سے بولنے کا اعتبار ہے نیت کافی نہیں تلفظ ضروری

ہے اسی پر حکم ہے۔ اگر کسی نے دل میں نیّت کی اور زبان سے کچھ بھی نہ کہا تو نذر نہ ہولی کیونکہ اس میں زبان سے بولنا شرط ہے شاید اسی وجہ سے اُردو زبان میں نذر کے روزہ کو بولا ہوا روزہ کہتے ہیں، صومِ نذر مطلق میں نیّت رات کو کر لینی چاہیئے اور نیّت اس طرح کرے "نیّت کی میں نے اللہ کیلئے نذر کے روزے رکھنے کی۔

۷۔ نذرِ معیّن نذرِ معیّن کا روزہ فرض ہے۔ اسی آیۂ کریمہ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ سے جس سے نذر مطلق کا روزہ فرض ہوا اس کی فرضیت بھی ثابت ہے،

اگر روزہ رکھنے کو خاص دن، خاص ماہ، خاص سال کے ساتھ مقرر کر دیا ہے مثلاً یوں کہا ہے کہ میں نے اللہ کیلئے جمعرات یا رجب یا آئندہ سال روزہ رکھوں گا، تو اس کو صومِ نذرِ معیّن کہا جائے گا۔ نذر معیّن کا روزہ لگاتار رکھنا پڑے گا، اگر درمیان میں کوئی ناغہ ہو جائے تو اس صورت میں از سرِ نو روزے نہیں رکھنے ہوں گے آگے سے سلسلہ شروع کر دے جو روزہ ناغہ ہو گیا بعد میں اس کی قضا کرے اِس کے مقابل وہ صورت ہے کہ مطلقاً کسی غیر معیّن ایک ماہ کے روزے بولے تو اُن کو متفرق طور پر بھی رکھ سکتا ہے لیکن بشرطِ تتابع ان روزوں کو بولا ہے یعنی یوں کہا مسلسل رکھوں گا۔ تو اب لگاتار رکھنے ہوں گے اگر بیچ میں ایک بھی ناغہ ہو جائے گا تو تمام روزے از سرِ نو شروع کرنے ہوں گے کیونکہ یہاں تتابع منصوص ہے اس کا لحاظ ضروری ہے۔ لہٰذا بولے ہوئے وصف کے ساتھ ادائیگی لازم ہے وصف میں خلل آنے سے از سرِ نو شروع کرنا ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ رجب کے پورے روزے رکھوں گا مگر یہ مہینہ انتیس ۲۹ کا ہوا تو اس ایک روزہ کم ہونے کے سبب قضا نہیں معیّن مہینہ خواہ انتیس کا ہو یا تیس کا جتنے بھی دن کا ہوگا اُتنے ہی دن کے روزے رکھنے لازم ہوں گے ہاں مطلقاً بلا تعیّن کسی ایک ماہ کے روزے بولے تھے تو اس کے ذمہ کامل تیس ۳۰ روزے رکھنے فرض ہوں گے۔ ان روزوں کو اگر اس نے ماہِ رجب میں شروع کیا وہ انتیس کا ہو گیا تو ایک روزہ کی قضا لازم ہوگی، کیونکہ ایک کی کمی رہی یہی حکم اُس صورت کا ہے کہ بغیر نام دیے مطلقاً تین ماہ کے روزے بولے مگر ان کو شوال، ذی القعدہ، ذوالحجہ میں رکھا شوال مثلاً انتیس کا ہوا

تو بعد میں اس کمی کو پورا کرنا ہوگا۔ اگر کسی نے سالِ رواں یا ماہ رواں میں کہا کہ مجھ پر اللہ کیلئے اس سال یا ماہ کے روزے لازم ہیں تو جتنے دن ماہ اور سال میں باقی رہ گئے ہیں اُن ایام کے روزے اس پر لازم ہوں گے جو دن گزر گئے ان ایامِ ماضیہ کے روزے اس پر لازم نہیں۔ اگر وقت معین سے پہلے روزہ رکھ لیا تو اس روزہ سے نذر ادا ہوئی یا نہیں مثلاً جمعرات کا روزہ بولا یا رجب کا، مگر رجب اور جمعرات کے آنے سے پہلے ہی روزہ رکھ لیا تو یہ نذر پوری ہوگئی وقت کی قید ضروری نہیں منہ سے الفاظ نذر کا بولنا سبب نذر ہے وہ پایا گیا جو فی الحال موجود ہے پس سبب پائے جانے کے بعد یہ روزے رکھے گئے لہٰذا روزے ادا ہوگئے قربت اصل روزہ میں ہے۔ وقت کی قید لغو ہوگئی ہاں اگر روزوں کو کسی شرط کے ساتھ مقید کیا ہے مثلاً کہا اگر فلاں بیمار اچھا ہوگیا تو میں نے اللہ کیلئے روزہ بولا اگر اس روزہ کو مریض کے اچھا ہونے سے پہلے رکھ لیا تو یہ نذر کا روزہ نہ ہوا اچھا ہونے کے بعد پھر رکھنا ہوگا کیونکہ یہ شرط ہے کہ سبب پہلے نہ تھا اب متحقق ہوا اسی طرح اگر وقت معین کے روزہ کی نذر کو بھی بطورِ شرط بولے گا تو اس صورت میں اگر وقت معین سے قبل روزہ رکھے گا تو نذر کا روزہ نہیں ہوگا مثلاً یوں کہا کہ جب رجب آئے تو مجھ پر اللہ کیلئے اس کے روزے لازم ہیں۔ تو اس صورت میں رجب سے پہلے روزے رکھنے جائز نہیں ہوں گے پس ایک صورت میں رجب سے پہلے جائز اور ایک میں جائز نہیں۔ جس صورت میں رجب سے پہلے روزے رکھنے جائز ہیں اس صورت میں اگر پہلے روزے رکھے اور وہ مہینہ انتیس ۲۹ کا تھا بعد میں رجب آیا وہ تیس ۳۰ کا ہوا تو ایک روزہ جو کم ہوا اس کی قضا لازم ہے۔ نذر معین کے روزہ کی نیت کا وقت ضحوہ کبریٰ سے پہلے پہلے ہے مگر بہتر یہ ہے کہ رات ہی کو نیت کرلے۔ نیت کا طریقہ یہ ہے کہ نیت کی میں نے اللہ کیلئے جمعرات کے بولے ہوئے روزہ کی۔

۸۔ قضائے نذر کا فرض روزہ

قضائے نذر کے روزے بھی فرض ہیں۔ نذر کے روزہ فرض ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ تو یہ روزہ بھی فرض ہے قضا کی فرضیت کی وہ ہی دلیل ہے جو اصل کی ہے۔

صوم قضائے نذر کا مطلب ہے کہ وقت معین کے بولے ہوئے روزے جو وقت پر نہ ادا ہو سکے اس کی قضا میں جو روزہ رکھا جائے گا اس کو صوم قضائے نذر کہتے ہیں کیونکہ قضا وقت سے عبادت کے فوت ہونے پر لازم آتی ہے لہٰذا نذر معین میں قضا لازم ہوگی کیونکہ اس میں وقت مقرر اور معین ہے، بخلاف نذر مطلق کے کہ اس میں کوئی وقت کی قید نہیں مطلق عن القید کو جب چاہے رکھے ادا ہی ہوگا قضا نہیں۔

جن صورتوں میں قضا لازم آتی ہے وہ یہ ہیں:۔

۱۔ اگر کسی نے ایام منہیہ یعنی عید، بقر عید، ایام تشریق یعنی گیارہ بارہ تیرہ ذی الحجہ کے دنوں کے روزے بولے تو باعتبار اصل روزہ کے نذر صحیح ہوگی، مگر اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے روگردانی کے سبب شروع کرنا گناہ ہے لہٰذا ان دنوں میں چھوڑ دے، بعد میں ان کو قضا کرنا واجب ہے اور اگر ان دنوں میں روزے رکھ لیے تو عہدہ برآ ہو جائے گا مگر فعل حرام کے ساتھ۔

۲۔ کسی نے نذر بولی کہ اس سال رواں کے روزے مجھ پر اللہ کیلئے فرض ہیں تو بھی پانچ روزے ایام منہیہ کے قضا کرنا لازم ہوگا۔ ہاں ایام ممنوعہ کے گزرنے کے بعد روزے بولے تو اب قضا لازم نہیں یہی حکم کسی معین سال کے روزوں کی منت کا ہے کہ صرف ایام منہیہ کے پانچ دن کی قضا لازم ہوگی۔

۳۔ مطلق سال کے روزے بولے مگر بشرط تتابع تو اس صورت میں بھی صرف پانچ روزے ایام ممنوعہ کے قضا کرنے لازم ہوں گے۔

(۲) واجب روزہ

واجب روزہ وہ ہے جس کا ادا کرنا ضروری ہے اس کو ترک کرنا اچھا نہیں ایسی منت کو بلا عذر چھوڑنا گناہ ہے۔ واجب روزے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ نفل روزے کا شروع کرنے کے بعد واجب ہونا

نفل روزہ شروع کرنے کے بعد واجب ہوجاتا ہے اگر نفل روزہ ٹوٹ جائے تو اس کی قضا واجب ہے،
نفل روزہ رکھا تھا کہ کسی مسلمان بھائی نے آج اس کی دعوت کردی تو کیا حکم ہے۔ افطار نہ کرے دعوت قبول کرکے دعوت کرنے والے کے گھر جائے اور دعا کرکے واپس چلا آئے یا اس کے گھر میں نماز پڑھے تاکہ اس کی برکت حاضرین اور اہل خانہ کو پہنچے حدیث میں ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَّهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ وَّفِي رِوَايَةٍ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ۔ (مسلم)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے کسی کو کھانے کیلئے بلایا جائے جبکہ اس کا روزہ ہو وہ کہدے میرا روزہ ہے ایک روایت میں ہے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کو بلایا جائے چاہیئے کہ وہ قبول کرے اگر وہ روزہ دار ہے چاہیئے کہ وہ دعا کرے اور اگر اسکا روزہ نہیں ہے کھانا کھالے۔

فلیصل کے معنی طحطاوی میں یہ بھی لکھے ہیں کہ نماز پڑھو چاہیئے کہ روزہ کا عذر پیش کرے نماز کیلئے کھڑے ہوجاؤ تاکہ گھر میں برکت ہو اور تمہارے بلانے کا نفع اس کو پہنچے۔ اگر دعوت میں کھانا نہ کھانے سے دعوت کرنے والے کو ایذا پہنچے تو روزہ توڑ کر اس کی خاطر کھانا کھالو مگر یہ روزہ واجب ہوگیا تھا اس لیے بعد میں اس کی قضا کی جائے لیکن زوال سے پہلے افطار کرسکتا ہے زوال کے بعد نہیں، مگر ماں باپ کا حق زیادہ ہے تو ان کی خاطر عصر کے وقت تک بھی روزہ توڑ سکتا ہے پھر نہیں۔ اگر میزبان نفل روزہ رکھے ہوئے ہے اور مہمان کی یہ خوشی ہے کہ گھر والا میزبان میرے ساتھ کھانا کھائے تو میزبان روزہ توڑ سکتا ہے مگر اسی تفصیل کے ساتھ جس کا بیان ابھی اوپر گزرا۔

نفل روزہ کی نیت ضحوۂ کبریٰ تک یعنی نصف النہار شرعی تک ہے۔ قلب مسلم کو خوشی پہنچانے کے لیے روزہ توڑنے میں کچھ حرج نہیں لیکن مکروہ تحریمی ہے۔

۲ ۔ واجب روزہ صوم قضاء النفل

صوم قضائے نفل کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے نفل روزہ رکھا وہ ٹوٹ گیا تو اس کے عوض جو روزہ رکھا جاتا ہے اس کو صوم قضاء نفل کہتے ہیں یہ روزہ بھی واجب ہے

اگر رمضان کے ہونے نہ ہونے میں شک ہو اس شک کے دن میں کسی نے نفل روزہ رکھا اس نیت سے کہ اگر رمضان ہو گیا تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائے گا۔ ورنہ نفل ہے ابھی یہ روزہ پورا نہیں کرنے پایا تھا کہ اس نفل کے روزہ کو توڑ دیا تو اس نفل کی قضا نہیں اس لیے کہ اس میں اسقاط فرض کی بھی نیت ہے اور قضا اس نفل کی ہے جس میں اسقاط کی نیت نہ ہو خالص نفل ہی قصد سے روزہ شروع کرکے لازم کیا جائے وہ یہاں نہیں اس لیے قضا بھی واجب نہیں۔ اگر کسی نے کسی واجب یا فرض روزہ کو اس گمان پر شروع کیا کہ یہ میرے ذمہ لازم ہے بعد شروع معلوم ہوا کہ اس کے ذمہ کوئی روزہ فرض نہیں جب فرض نہیں تو یہ روزہ نفل ہو رہا تھا اگر اس کو فوراً توڑ دیا تو اس کی قضا نہیں کیونکہ یہ بھی اسقاط فرض کیلئے رکھا جا رہا تھا قصداً نفل کی نیت سے یہ روزہ نہیں رکھا گیا۔ اگر فوراً نہیں توڑا معلوم ہوتے کے کچھ دیر بعد توڑا تو اب قضا لازم آئے گی۔

اگر عیدین یا ایام تشریق میں نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا تو کیا حکم ہے کیا اس کی قضا کرے گا۔ یہاں تو قصداً بہ نیت نفل ہی روزہ رکھا ہے۔ بیشک یہاں قصداً بہ نیت نفل روزہ رکھا ہے۔ کوئی اسقاط فرض کی نیت شامل نہیں مگر اس روزہ کی بھی قضا نہیں کیونکہ ان ایام میں روزہ رکھنا منع ہے تو اس کی حفاظت اور صیانت لازم نہیں یہ تو گناہ ہونے کے سبب اس قابل ہے کہ اس کو مٹایا جائے اس خلاف شرع فعل کی قضا کیا جب ادا ہی درست نہیں تو قضا کیسی۔ قضاء نفل کے روزہ کی نیت کا وقت رات ہے اور نیت اس طرح ہے۔ میں نے نیت کی کل فلاں نفل روزہ کے قضاء رکھنے کی اللہ کے واسطے۔

---

(۳) واجب روزہ صومِ اعتکاف المنذور

کسی نے اعتکاف کی نذر مانی تو اس اعتکاف میں روزہ رکھنا بھی لازم آتا ہے جو اس اعتکاف کیلئے شرط ہے اسی لازمی روزہ کو صومِ اعتکاف المنذور کہتے ہیں یعنی نذر کے اعتکاف کا روزہ، یہ روزہ بھی واجب ہے۔ اگر کسی نے رمضان میں اعتکاف کی نذر مانی تو اس اعتکاف کیلئے رمضان کا فرض روزہ ہی کافی ہو جائے گا۔ اگر رمضان میں یہ شخص نہ روزے رکھ سکا نہ اعتکاف کر سکا بعد میں دونوں کی قضا لازم ہو گی تو اس قضائے اعتکاف میں اسی رمضان کے قضا روزے کافی ہو جائیں گے کیونکہ قضا ادا کا خلف ہے اصل کے ساتھ جائز تو اس کی قضا کے ساتھ بھی جائز لیکن ہاں اس اعتکاف کو دوسرے رمضان میں قضا کرنا چاہے تو اس رمضان کے روزے اس کیلئے کافی نہیں ہوں گے۔ کسی مہینہ کے اعتکاف کی کسی نے منت کی تو وہ اعتکاف کسی اور فرض اور واجب روزہ کے ساتھ ادا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کیلئے خاص روزے رکھنے ہوں گے یہی اُس کیلئے واجب ہے، صرف رمضان کی نذر میں شرف کی وجہ سے رمضان کا روزہ اور قضا کے روزوں کے ساتھ کہ وہ ادا کا خلف ہے جائز کر دیا گیا تھا ورنہ کوئی بھی نذر کا اعتکاف کسی فرض واجب روزہ کے ساتھ جائز نہیں اس کا اپنا علیحدہ ہی روزہ ہے جس کو صوم اعتکاف منذور کہتے ہیں اسی واجب روزہ کے ساتھ یہ واجب اعتکاف ادا ہو سکتا ہے۔

اگر کسی نے تین دن کے اعتکاف کی نذر مانی تو اس میں رات بھی شامل ہے۔ جب متعدد دنوں کی نذر مانی جائے گی رات دن دونوں شامل ہوں گے لہٰذا تین دن رات کا اعتکاف واجب ہو گا صرف رات کا اعتکاف صحیح نہیں کیونکہ نذر کے اعتکاف میں روزہ واجب ہے اور رات روزہ کا محل نہیں لہٰذا نذر صحیح نہیں۔ اگر تین دن کا اعتکاف بولا اور یہ تصریح کر دی کہ میری مراد صرف دن ہے رات نہیں تو یہ نیت درست ہے کیوں کہ اس صورت میں صرف دن ہی کا اعتکاف واجب ہو گا۔ رات دن کے اعتکاف کی ابتدا رات سے ہو گی کیونکہ دن سے پہلے رات آتی ہے دیکھو

رمضان میں روزہ سے پہلے تراویح شروع ہو جاتی ہیں۔ لہذا قبل غروبِ آفتاب مسجد میں حاضر ہو جائے اور نذر کے آخری دن بعد غروب گھر واپس ہو۔ نذر کے اعتکاف کے روزے لگاتار اعتکاف کے ساتھ رکھے گا بشرطیکہ تصریح نہ کر دی ہو عدمِ تتابع کی ورنہ پھر متفرق بھی رکھ سکتا ہے۔

نفلی روزے (۴)

نفلی روزے سے مراد وہ روزہ ہے جو رضائے الٰہی کیلئے فرض اور واجب روزہ پورا کرنے کے بعد رکھا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرض اور واجب روزوں کے علاوہ سال بھر میں کچھ مزید روزے رکھا کرتے تھے جو نفل روزے کہلاتے ہیں۔ نفلی روزے انسان سال بھر میں جب چاہے رکھ سکتا ہے اس کے علاوہ یہ نفلی روزے کسی خاص دن یا مہینے کی مناسبت سے مشہور ہیں جیسے یوم عاشورہ کے روزے یا شوال کے روزے۔ بہرحال ان نفل روزوں میں بعض روزے مسنون اور بعض مستحب ہیں۔ نفلی روزوں کا ثواب اور اجر بہت زیادہ ہے اس کے علاوہ نفلی روزوں سے انسان میں عشق حقیقی پیدا ہوتا ہے اور باطن پاکیزہ ہوتا ہے۔ نفل روزہ کے اجر کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جَعَلَ اللّٰہُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّارِ خَنْدَقًا کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔	حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور آگ کے درمیان آسمان و زمین کی مسافت کے قریب خندق بنا دیتا ہے۔ (ترمذی شریف)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص رضائے الٰہی کی خاطر ایک دن کا روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس سے عذاب آخرت کو بہت دور کر دے گا اور نفل روزے کی بنا پر اسے آخرت میں راحت حاصل ہو گی۔

نفلی روزے کے ثواب کا بیان

ایک اور حدیث میں نفلی روزے کے ثواب کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ بَعَّدَهُ اللّٰهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَبُعْدِ غُرَابٍ طَآئِرٍ وَّهُوَ فَرْخٌ حَتّٰی مَاتَ هَرِمًا۔ (مسند امام احمدؒ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان اسقدر فاصلہ کر دیتا ہے جیسے کہ ایک کوّا جو اُڑ رہا ہے جبکہ وہ بچہ ہے بوڑھا ہو کر مر جائے (جسقدر مسافت طے کریگا اس قدر اس کے اور جہنم کے درمیان دُوری ہو جائے گی)

نفلی روزے میں رضائے الٰہی کو مدِنظر رکھنا از حد ضروری ہے اور اس حدیث میں بھی پہلے والی بات کو ایک اور انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص رضائے الٰہی کی خاطر روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے جہنم کو بہت دور کر دیتا ہے پھر یہی بات ایک اور حدیث میں اِس انداز میں بیان کی گئی ہے ۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو ستر سال کی مسافت تک آگ سے دور کر دیتا ہے ۔

روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے لہٰذا جو شخص زکوٰۃ دے تو اسے آخرت میں ہر طرح سے فائدہ ہوگا ۔ ایسے ہی جو شخص گاہے بگاہے نفلی روزے رکھتا رہے تو اسے اللہ کی قربت حاصل ہوگی ۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْئٍ زَکوٰۃٌ وَّزَکوٰۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز میں زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

(ابن ماجہ)

نفلی روزے کی صورتیں

نفلی روزے کی مختلف صورتیں ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسلسل روزہ رکھنا

مسلسل روزہ رکھنے کو وصال کا روزہ کہا جاتا ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ رات کو روزہ افطار نہ کیا جائے اور دو یا دو سے زیادہ روزوں کو اس طرح ملا دیا جائے کہ درمیان میں کچھ نہ کھایا پیا جائے اس طرح مسلسل روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ صوم وصال صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ جب آپ نے منع فرمایا تو ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ بھی تو روزہ رکھنے میں وصال فرماتے ہیں یعنی مسلسل روزہ رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو میری مثل ہے میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا اللہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو مسلسل چند دنوں کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن صوفیاء کیلئے اس سلسلے میں تھوڑی سی رعایت ہے کہ اگر مرشد کامل اپنے مرید کے نفس میں حرص و رغبت زیادہ محسوس کرتے ہوئے اسے مسلسل روزہ رکھنے کا حکم کر دے تو اس کا کر لینا جائز ہے لیکن یونہی حرص نفس ختم ہو جائے تو وصال کا روزہ رکھنا بھی ترک کر دینا چاہئیے۔ عام حالات اور عام انسانوں کیلئے ایسا روزہ منع ہے۔ لیکن اہل روحانیت کیلئے

کسی مقام یا منزل پر ایسا کر لینا درست ہے اور اکثر صوفیاء نے چالیس چالیس دن کسی نے گیارہ دن کسی نے پانچ دن اور کسی نے دو یا تین یوم کا مسلسل روزہ رکھا ہے۔ ایسے روزہ میں باطنی اسرار کا منکشف ہونا مقصود ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ میرے ایک قریبی مہربان نے ۹۲ دن کا مسلسل بغیر کھائے پیئے روزہ رکھا، لیکن اس طرح اللہ کی خصوصی مدد اور عنایت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

۲۔ چِلّہ کے روزے

۴۰ دن کے روزوں کو صیام اربعین یعنی چلہ کے روزے کہا جاتا ہے نفس کو عبادت کیلئے پابندی وقت کا عادی کرنے کیلئے ان روزوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ چلہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے وہ باطنی اسرار بھی حاصل ہو جاتے ہیں، جو عام حالات میں حاصل نہیں ہوتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے چالیس دن اللہ کے واسطے خاص کر دیئے تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ کر اس کی زبان پر آجاتے ہیں۔

چالیس دن کے روزوں کا چلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چلہ سے اخذ کردہ ہے کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت ملی تو انہوں نے کوہ طور پر چالیس دن چلہ میں گذارے۔ اس نسبت سے بعض اللہ کے بندے چالیس دن کا چلہ کرتے ہیں، چلہ میں روزے رکھنا ضروری ہیں بعض اللہ کے بندوں کا کہنا ہے کہ چلہ میں رُوحانی علوم یا علوم لدنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے وہ بھی ایک قسم کا مکالمہ ہے پس جو شخص روزے کے ساتھ چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر علم لدُنی کے دروازے کھول دیتا ہے۔

۳۔ صَوم داؤدی

ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑ دینے کا نام صوم داؤدی ہے اس طرح روزہ رکھنے کا معمول حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا۔ اور نفلی روزے رکھنے کا یہ طریقہ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسند

ہے۔ صوم داؤدی کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حسب ذیل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَیْفَ تَصُوْمُ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِہٖ فَلَمَّا رَاٰی عُمَرُ غَضَبَہٗ قَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ فَجَعَلَ عُمَرُ یُرَدِّدُ ھٰذَا الْکَلَامَ حَتّٰی سَکَنَ غَضَبُہٗ فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ مَنْ یَّصُوْمُ الدَّھْرَ کُلَّہٗ قَالَ لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ اَوْ قَالَ لَمْ یَصُمْ وَلَمْ یُفْطِرْ قَالَ کَیْفَ مَنْ یَّصُوْمُ یَوْمَیْنِ وَیُفْطِرُ یَوْمًا قَالَ وَیُطِیْقُ ذَالِکَ اَحَدٌ قَالَ کَیْفَ مَنْ یَّصُوْمُ یَوْمًا وَّیُفْطِرُ یَوْمًا قَالَ ذَالِکَ صَوْمُ دَاوٗدَ قَالَ کَیْفَ مَنْ یَّصُوْمُ یَوْمًا وَّیُفْطِرُ یَوْمَیْنِ قَالَ وَدِدْتُّ اَنِّیْ طُوِّقْتُ ذَالِکَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مِّنْ کُلِّ

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہا ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا آپ کس طرح روزے رکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی اس بات سے ناراض ہو گئے جب عمرؓ نے آپ کی ناراضگی دیکھی کہا ہم اللہ سے راضی ہوئے جو ہمارا رب ہے اور اسلام سے راضی ہوئے کہ ہمارا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی کہ وہ ہمارے رسول ہیں۔ ہم اللہ کے غضب اور اسکے رسول کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں عمر اس بات کو بار بار کہنے لگے یہاں تک کہ آپ کی ناراضگی دور ہوئی عمرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول جو شخص سال روزے رکھتا ہے اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا یا آپ نے فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا۔ عمر نے کہا اس شخص کا کیا حکم ہے جو دو دن روزے رکھتا ہے اور ایک دن افطار کرتا ہے آپ نے فرمایا اس کی کون طاقت رکھتا ہے۔ اس نے کہا اسکا کیا حکم ہے جو ایک دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن افطار کرتا ہے۔ فرمایا یہ حضرت داؤد کا روزہ ہے۔ اس نے کہا اس شخص کا کیا حکم ہے جو ایک دن روزہ رکھتا ہے اور دو دن افطا

شَهْرٍ وَّ رَمَضَانُ اِلٰی رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهٗ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ۔

(مسلم شریف)

کرتا ہے فرمایا میں چاہتا تھا کہ مجھے اس بات کی طاقت دیجاتی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مہینہ میں تین روزے اور رمضان کے روزے رمضان تک یہ ہمیشہ کے روزے ہیں، عرفہ کے دن کا روزہ مجھے امید ہے اس کا ثواب اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سال کے اس سے پہلے اور ایک سال کے اسکے بعد کے گناہ بخش دے گا اور عاشورا کے دن کے روزے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے کے گناہ معاف کردے گا۔

اس حدیث میں حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کا ذکر کیا گیا ہے صوفیا نے پاکیزگی نفس کیلئے داؤدی روزے رکھنے کا طریقہ اختیار کیا لیکن بعض اولیا نے یہ معمول بھی اختیار کیا کہ وہ دو دن روزہ رکھتے اور دو دن روزہ نہ رکھتے۔ ایسے روزوں کا بڑا ثواب ہے اور داؤدی روزوں سے پاکیزگی نفس بہت جلد حاصل ہوتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا حدیث میں حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کو اس لئے سب سے زیادہ فضیلت کا حامل بتایا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے شدید ترین روزے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا مسلسل روزہ سے کہیں مشکل ہے کیونکہ جب کوئی شخص مسلسل روزہ رکھنے سے مانوس ہوجائے تو اسے روزہ رکھنے کی بجائے روزہ نہ رکھنے میں زیادہ دشواری پیش آتی ہے۔ اس لیے ایسا کرنا اس کی عادت کے خلاف واقع ہوتا ہے اور جو شخص ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتا ہے اس کی روزہ رکھنے کی عادت نہیں بنتی اس طرح اس پر ایک دن بغیر روزہ کے گذار کر دوسرے دن رکھنا سخت دشوار گزرتا ہے۔

۴ - ہمیشہ روزے رکھنا

ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ آپ نے ایسا کرنے کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس نے نہ روزہ رکھا اور نہ افطار کیا کیونکہ برابر روزہ رکھتے ہوئے ایک عادت بن جاتی ہے۔ تو ایسے کرنے میں ذوق میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ اس لئے آپ نے ایسا کرنے کو اچھا نہیں جانا۔

۱ - ہمیشہ روزے رکھنے میں اعتدال کا حکم

اکثر روزے رکھنے کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتدال اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے بارے میں آپ کی حدیث حسب ذیل ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَا صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّاقْرَاِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ

عبداللہؓ بن عمرؓ بن عاص سے روایت ہے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ تو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے میں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کر روزہ رکھ افطار بھی کر اور سو بھی اور قیام بھی کر تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے تیری آنکھ کا تجھ پر حق ہے تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔ تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔ جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا۔ ہر ماہ کے تین روزے ہمیشہ کے روزوں کا ثواب رکھتے ہیں۔ ہر ماہ میں تین روزے رکھا کر۔ ہر ماہ میں قرآن پڑھا کر۔ میں نے کہا مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔

شَهْرٍ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَکْثَرَ مِنْ ذَالِكَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاؤدَ صِیَامُ یَوْمٍ وَّ اِفْطَارُ یَوْمٍ وَّ اقْرَأْ فِیْ کُلِّ سَبْعِ لَیَالٍ مَرَّۃً وَّلَا تَزِدْ عَلٰی ذَالِكَ۔

فرمایا روزہ رکھ۔ افضل روزہ، داؤد کا روزہ ہے ایک دن روزہ رکھنا ایک دن افطار کرنا اور ہر سات راتوں میں ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھ لیا کر اور اس پر زیادہ نہ کر۔ (متفق علیہ)

صوفیا اور صائم دھر

کچھ صوفیا ہمیشہ صائم الدھر رکھتے ہیں اور سارا سال روزے رکھتے ہیں۔ جن ایام کا روزہ رکھنا منع ہے انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ کیوں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مسلسل روزے رکھے جہنم اس پر تنگ ہوگئی۔ بعض حضرات نے مسلسل روزے رکھنے کو اچھا خیال نہیں کیا اور اسی پر زیادہ زور دیا ہے کہ نفلی روزے اس طرح ہی رکھنے چاہییں جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے۔

صوفیا میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو مسلسل روزے رکھنا پسند نہیں کرتے اور ان کے نزدیک پسند نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب نفس ایک عمل کا عادی ہو جائے تو پھر وہ حصول ثواب کی خاطر نہیں بلکہ لذت کے حصول کیلئے وہ عمل انجام دیتا ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے عبادات و اطاعات میں کبھی نفس اور اس کی مرغوب لذات کو یکجا نہ ہونے دیا جائے کیوں کہ نفس کی تو خصوصیت و جبلت ہی نیکی سے فرار اور برائی کی طرف میلان ہے اور جب نفس کسی ایک عبادت سے مانوس ہو جائے تو اہل معرفت و بصیرت اسی کو بھی فریب نفس سے تعبیر کرتے ہیں۔

۵۔ ہر ماہ میں تین روزے

ہر اسلامی مہینے میں تین نفلی روزے رکھنا مستحب ہے۔ کیونکہ نفلی روزوں سے باطنی کیفیات

اور روحانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کیلئے ہر ماہ میں تین نفلی روزے تجویز فرمائے۔ اکثر صوفیائے کاملین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل یعنی ہر ماہ میں تین نفلی روزے رکھنے پر عمل کیا۔ لہذا جو شخص چاہے کہ اسے روحانی اسرار حاصل ہوں تو اسے چاہیئے کہ وہ ہر ماہ تین نفلی روزے رکھے اس کے بارے میں رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حسب ذیل ہیں۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ مِّنْ کُلِّ شَھْرٍ اَوَّلُھَا الْاِثْنَیْنُ وَالْخَمِیْسُ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر مہینے میں تین روزے رکھوں ان میں سے پہلا سوموار یا جمعرات کا ہو۔ (نسائی شریف)

وَعَنْ مُّعَاذَۃَ الْعَدَوِیَّۃِ اَنَّھَا سَاَلَتْ عَائِشَۃَ اَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ لَھَا مِنْ اَیِّ اَیَّامِ الشَّھْرِ کَانَ یَصُوْمُ قَالَتْ لَمْ یَکُنْ یُبَالِیْ مِنْ اَیِّ اَیَّامِ الشَّھْرِ یَصُوْمُ۔

حضرت معاذ عدویہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کے تین روزے رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں میں نے کہا مہینے کے کونسے دنوں میں روزے رکھتے تھے فرمایا کہ آپ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ مہینہ میں کونسے دن ہوں۔ (مسلم شریف)

ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ماہ میں تین نفلی رکھنے کی تاکید کی ہے ان نفلی روزوں کا ثواب بہت زیادہ ہے کیونکہ ہر نیکی دس گنا ہونے کی وجہ سے تین دن کے روزے تیس دن یعنی پورے ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہوگئے تو اس طرح صیام الدہر کا ثواب ہوجاتا ہے۔ ان تین روزوں کو کن دنوں یا کن تاریخوں میں رکھنا چاہیے تو اس کے بارے

میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی طریقے مسنون ہیں، سارے ماہ میں جب چاہیئے نفل روزے رکھے شروع مہینے میں پہلی تین تاریخوں میں نفلی روزے رکھ سکتا ہے۔ مہینے کی آخری تین تاریخوں میں روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ مہینے کے وسط تین دنوں میں روزہ رکھنا سنّت ہے۔ مسنون طریقہ کے بارے میں آپ کی احادیث یہ ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْاَحَدَ وَالْاِثْنَيْنِ وَمِنَ الشَّهْرِ الْاٰخَرِ الثُّلٰثَآءَ وَالْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيْسَ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں ہفتہ، اتوار اور سوموار کا روزہ رکھتے اور دوسرے مہینہ میں منگلوار، بدھوار اور جمعرات کا روزہ رکھتے۔ (ترمذی شریف)

اس حدیث سے یہی طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ماہ اگر آپ ہفتے کے پہلے تین دن کا روزہ رکھتے تو دوسرے ماہ ہفتے کے اگلے تین دنوں کا روزہ رکھتے۔ ایک اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ مہینے کے اوّل تین دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے جو آپ کی مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ اِلٰى ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ۔

عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینے کے اوّل دنوں میں تین روزے رکھتے۔ اور جمعہ کے دن کم ہی افطار کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے اور روایت کیا ہے ابوداؤد نے الی ثلٰثۃِ ایام تک

ایام بیض کے روزے

ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کو ایام بیض کہا جاتا ہے۔ بیض کے معنی سفید اور

روشن کے ہیں۔ یہ ابیض کی جمع ہے۔ انہیں ایام ابیض کہنے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ ان دنوں کے روزے گناہوں کو ختم کر کے دلوں کو روشن کر دیتے ہیں چنانچہ دل روشن ہونے کی مناسبت سے انہیں ایام بیض کے روزے کہا جاتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بہشت سے اترے تو ان کا تمام بدن سیاہ ہو گیا۔ جب توبہ قبول ہوئی تو حکم ہوا کہ ان تین دنوں میں روزہ رکھو۔ جب تیرھویں کو روزہ رکھا تو ان کا تہائی جسم سفید ہو گیا جب چودھویں کو روزہ رکھا تو دو تہائی اور پندرھویں کو روزہ رکھا تو تمام بدن سفید اور روشن ہو گیا۔ اس مناسبت کی وجہ سے انہیں ایام بیض کہا جاتا ہے۔

ایام بیض کے روزوں کی بڑی فضیلت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں کے نفل روزہ رکھنے کی تاکید کی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَصُمْ ثَلٰثَ عَشَرَةَ وَاَرْبَعَ عَشَرَةَ وَخَمْسَ عَشَرَةَ۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ذر رضی اللہ عنہ اگر تو مہینہ کے تین روزے رکھے تو تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھا کرو۔ (ترمذی شریف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود ان دنوں کے روزے رکھا کرتے تھے اور اس حدیث سے یہی واضح ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ ان تاریخوں کے روزے رکھنے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُفْطِرُ اَیَّامَ الْبِیْضِ فِیْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ۔ (نسائی شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے سفر اور حضر میں نہیں چھوڑتے تھے۔

اس سلسلے میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ کہ تیرہ ذوالحجہ کو روزہ رکھنا منع ہے اس لیے تیرہ تاریخ کو

روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ لہذا ابتدا ذوالحجہ میں تیرہ سے نہ کرے بلکہ چودہ، پندرہ اور سولھواں روزہ رکھے۔

بیض کے روزوں کے بے شمار فوائد ہیں اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ ہر ماہ تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھے اور روزہ افطار کرتے وقت اضافہ رزق کے لئے اللہ کے حضور دُعا مانگے انشاء اللہ دعا قبول ہو گی۔ اور رزق میں اضافہ ہو گا۔

اگر کسی شخص کو جلد کی بیماری ہو جیسے جذام برص وغیرہ تو اسے بھی چاہیے کہ ایام بیض کے روزے رکھے اور تیسرے دن کے روزہ میں بعد نماز عصر سجدہ ریز ہو کر یا شافع الامراض ۱۱۱ مرتبہ پڑھے انشاء اللہ شفایاب ہو جائے گا۔

کسی بُرے کام سے تائب ہونے کیلئے بھی یہ نفلی روزے بڑے اکسیر ہیں لہذا جو شخص ہر ماہ ان تاریخوں کے روزے رکھ کر توبہ استغفار کے عمل پڑھے تو انشاء اللہ بہت جلد توبہ قبول ہو گی۔

خاص ایّام کے روزے

خاص خاص دنوں میں نفلی روزے رکھنے کا بڑا ثواب ہے۔ لہذا جن ایام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھا کرتے تھے ان کے بارے میں آپ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

پیر کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن روزہ رکھنا بہت اچھا تصوّر کیا ہے۔

عَنْ اَبُوْ قَتَادَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَیْنِ فَقَالَ فِیْہِ

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا فرمایا اس

وُلِدْتُ وَفِيهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ۔ (مسلم)

دن میں پیدا ہوا ہوں اور اس روز مجھ پہ وحی نازل کی گئی ہے۔

پیر کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ میں اس دن روزہ اس وجہ سے رکھتا ہوں، جو اوپر بیان کی گئی ہے۔

جمعرات کے روزے کی فضیلت

سوموار کے علاوہ جمعرات کے دن بھی روزہ رکھنا افضل ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔ (نسائی شریف)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ فَاُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوموار اور جمعرات کو اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال پیش ہوں جبکہ میں روزہ دار ہوں۔ (ترمذی شریف)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَقَالَ اِنَّ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ يَغْفِرُ اللّٰهُ فِيْهِمَا لِكُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا ذَا هَا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے کہا گیا اے اللہ کے رسول آپ سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں فرمایا سوموار اور جمعرات کو اللہ ہر مسلمان شخص کو بخش دیتا ہے مگر ان دو شخصوں کو نہیں بخشتا جو آپس میں لڑے ہوئے اور ترک ملاقات کئے ہوئے ہیں فرماتا ہے انکو

حِجْرَيْنِ يَقُوْلُ دَعْهُمَا حَتّٰى يَصْطَلِحَا

چھوڑدو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں۔ (ابن ماجہ)

جمعرات کا روزہ مستحب ہے۔ کیونکہ اس دن عمل پیش ہوتے ہیں اس وقت جب اس کے عمل پیش ہوں تو وہ روزے سے ہو تو زیادہ بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ نیز پیر اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی مغفرت فرماتا ہے لہٰذا جو شخص ان دنوں میں روزہ سے ہو تو وہ اللہ کو بہت پسند ہے۔

ہفتے کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت

تنہا ہفتے کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ اُخْتِهِ الصَّمَّاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِيْمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ اَوْ عُوْدَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهُ

حضرت عبداللہ بن بسر اپنی بہن صماء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرضی روزوں کے علاوہ ہفتہ کے دن روزہ نہ رکھو۔ اگر تم میں سے کوئی انگور کا پوست یا کسی درخت کی لکڑی پائے اس کو چبالے۔ (ابوداؤد)

ہفتے کے روز چونکہ یہودی روزہ رکھتے تھے۔ اس لئے اس دن کا روزہ رکھنے کی ممانعت کی ہے۔

جمعہ کے دن کا روزہ

اکثر علماء نے جمعہ کے دن روزہ رکھنا مستحب قرار دیا ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن تخصیص کو منع فرمایا ہے۔ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصُوْمُ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ يَصُوْمَ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ اس سے

قَبْلَهٗ اَوْ یَصُوْمَ بَعْدَهٗ (صحیح بخاری) ایک دن پہلے یا بعد بھی روزہ رکھے۔

کسی دن کو اس طرح عبادت کیلئے خاص کر لینا کہ باقی تمام ایام کو عبادت سے معطل کر دینا تو ایسی تخصیص منع ہے۔

جمعہ کے ساتھ پہلا یا بعد والا دن ملانا

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَصُّوْا لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ بِقِیَامٍ مِّنْ بَیْنِ اللَّیَالِیْ وَلَا تَخْتَصُّوْا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ مِنْ بَیْنِ الْاَیَّامِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ صَوْمٍ یَّصُوْمُہٗ اَحَدُکُمْ۔ (مسلم شریف)

اسی (ابوہریرہ) سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راتوں کے درمیان جمعہ کی رات کو خاص قیام کیلئے اور جمعہ کے دن کو دنوں کے درمیان روزے کیلئے خاص نہ کرو مگر یہ کہ جمعہ کا دن ایسے دن میں آجائے جس دن روزہ رکھتا ہے۔

اس حدیث میں بھی اکیلے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے اگر اس دن کے ساتھ اگلا یا پچھلا دن ملا ہو تو جمعہ کے دن کا بھی روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جمعہ کے دن میں روزہ کی تخصیص سے عام ایام کی اہمیت کم ہو جائے گی اس لئے دوسرے اوقات میں بھی اللہ کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہیئے۔

عاشورہ کے روزے

محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اس مہینے کی بڑی عظمت اور فضیلت ہے۔ نفلی روزوں میں اس ماہ کے روزوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کے بارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَھْرُ اللّٰہِ الْمُحَرَّمُ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ صَلٰوۃُ اللَّیْلِ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے بعد اللہ کے مہینہ محرم کے روزے افضل ہیں اور فرضوں کے بعد رات کی نماز افضل ہے

اِس حدیث کی رو سے رمضان المبارک کے بعد محرم کا مہینہ بڑا افضل ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے سوا دوسرے دنوں میں سب سے زیادہ بہتر دن جن میں نفلی روزہ رکھا جائے محرم کا مہینہ ہے جہاں تک کسی مہینے کے افضل ہونے کا تعلق ہے۔ تو اس بارے میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔ کہ جب ایک موقع پر ایک چیز کو افضل کہا جاتا ہے اور دوسرے موقعہ پر دوسری کو تو اس میں کوئی تضاد نہیں ہوتا کیوں کہ بعض کاموں کی فضیلت کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں وہ دراصل لوگوں کی توجہ دلانے کیلئے ہیں کہ فلاں کام بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس کے کرنے کا بڑا اجر ہے۔ اب مثلاً یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ محرم میں نفلی روزے رکھنا بہت افضل ہے اور ایک دوسری حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کے روزے کو بڑی فضیلت ہے یہ دونوں باتیں حقیقت ہیں۔ ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ بھی بڑی فضیلت رکھتا ہے اور محرم کا روزہ بھی بڑی فضیلت کا حامل ہے

عاشورہ دسویں محرم کو کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کا روزہ رکھا کرتے تھے کیوں کہ اس کے بارے میں آپ نے فرمایا :-

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَحَرّٰی صِیَامَ یَوْمٍ فَضَّلَہٗ عَلٰی غَیْرِہٖ اِلَّا ھٰذَا الْیَوْمَ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَھٰذَا الشَّھْرَ یَعْنِیْ شَھْرَ رَمَضَانَ۔

(متفق علیہ)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ فضیلت کا قصد کرتے ہوئے کسی دن میں سوائے یوم عاشورا کے روزہ رکھتے ہوں اور مہینوں میں سوائے رمضان کے مہینہ کے روزے رکھتے ہوں۔

اہل تقویٰ اور صوفیاء کیلئے یوم عاشورہ کا روزہ رکھنا بہت فائدہ مند ہے اور بیشتر صوفیاء کا یہ مسلک رہا ہے کہ یوم عاشورہ کو روزہ رکھا کرتے تھے کیونکہ اس دن کا روزہ رکھنے میں اتباع رسالت ہے اس لئے اس روزہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ يَوْمٌ يُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِيْتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ۔

(مسلم)

اسی (ابن عباس) سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول یہ ایک ایسا دن ہے جس کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔

دسویں محرم کے ساتھ نویں یا گیارھویں محرم کا روزہ ملانا اور زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ مندرجہ بالا حدیث میں اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے۔ کہ دسویں کے ساتھ نویں کا روزہ ملا لینا اچھا ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عاشورہ یہود و نصاریٰ کے نزدیک بھی افضل دن تصور کیا جاتا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ سال اگر زندگی نے مہلت دی تو دسویں کے ساتھ نویں کا روزہ بھی رکھوں گا۔ لہذا آپ کے اس طرح فرمانے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ دسویں محرم کے ساتھ پہلے یا بعد میں بھی کوئی ایک روزہ ملا لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

عاشورہ کا روزہ اپنی فضیلت کے لحاظ سے پہلے انبیاء میں مشہور رہا ہے کیونکہ اس دن سے انبیاء کو تاریخی نسبت حاصل ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود سے اس دن نجات ملی اسی دن حضرت ایوب کو بیماری سے نجات ملی، اسی دن حضرت یعقوب علیہ السلام عرصہ دراز کی فرقت کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام سے ملے اور خاص کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی

دن فرعونیوں کے ظلم سے چھٹکارا حاصل ہوا۔ تو اس اعتبار سے اس دن کا روزہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ لہذا اس دن کے روزہ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک یہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ اَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ فَصَامَهٗ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ۔

(بخاری)

ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مدینہ تشریف لائے۔ یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس دن تم روزہ کیوں رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا یہ بہت بڑا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن موسیٰ اور اس کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھا۔ ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تم سے زیادہ لائق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ عاشورہ کا روزہ سنت موسیٰ علیہ السلام بھی ہے۔ اس روزہ کے بے شمار فیوض و برکات ہیں۔ اگر کسی شخص کو کسی ظالم کے پنجہ سے نجات نہ ملتی ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ دسویں محرم کا روزہ رکھے اور افطار کے وقت نجات کی دعا مانگے تو انشاء اللہ ضرور

قبول ہوگی۔

اس روز جو شخص راہ اللہ میں لوگوں کو کھانا کھلائے اس کے رزق میں اضافہ ہوگا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس نے عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر وسعت اور فراخی کی اللہ تعالیٰ باقی تمام سال اس پر وسعت اور فراخی کرے گا۔

جو شخص اس دن کثرت سے نوافل پڑھے اور بعد میں توبہ استغفار کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

شعبان کے روزے

شعبان اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے اور اس ماہ میں نفلی روزہ رکھنے کا اجر کثیر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَيْتُهٗ فِیْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِیْ شَعْبَانَ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ وَكَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھنا شروع کرتے یہاں تک کہ ہم کہتے اب آپؐ افطار نہ کریں گے اور افطار کرتے یہاں تک کہ ہم کہتے اب آپؐ روزے نہیں رکھیں گے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے رمضان کے علاوہ کبھی سارے مہینے کے روزے رکھے ہوں۔ اور میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی آپؐ نے شعبان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں کثرت سے روزے رکھے ہوں ایک روایت میں ہے آپ نے کہا آپؐ شعبان کا سارا مہینہ روزے رکھتے اور آپ شعبان کے روزے رکھتے مگر کم۔

اِس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں کثرت سے نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔ دوسری بات جو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ شعبان میں بعض اوقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پے در پے روزے اس طرح رکھنے شروع کر دیتے کہ معلوم ہوتا کہ اب آپؐ روزے رکھنا نہیں چھوڑیں گے لیکن جب روزے رکھنا ترک کر دیتے تو اس طرح معلوم ہوتا کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے شعبان کے مہینے میں بعض اوقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ، چھ مسلسل روزے رکھ لیتے لیکن جب چھوڑتے تو مسلسل چھوڑ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شعبان میں نفلی روزے رکھنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

شعبان کو شعبان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں روزے رکھنے والے کیلئے کثیر خیر و برکت ہے اس کے بارے میں ارشادِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ شعبان وہ مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان آتا ہے کہ جس سے لوگ غافل ہو گئے یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس میں اعمال اللہ کی طرف بلند ہوتے ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ میرا عمل اس حال میں بلند ہو کہ میں روزہ سے ہوں۔

اِس مہینے کی فضیلت بڑی ہے۔ اس لئے اس ماہ میں چند نفلی روزے رکھنا فائدہ مند ہے لیکن رمضان المبارک کے آغاز سے دو قبل روزے رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ شعبان کی پندرہ تاریخ کا روزہ رکھنا زیادہ افضل ہے کیوں کہ یہ شب برات کے دن کا روزہ ہوتا ہے۔

شوال کے روزے

شوال عید کا مہینہ ہے جس کی پہلی تاریخ کو عید الفطر یعنی مسلمانوں کی خوشی کا دن ہوتا ہے اس ماہ کے چھ روزے بڑے مشہور ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس ماہ میں چھ روزے رکھا کرتے تھے۔

شوال کے چھ روزوں کا ثواب | شوال کے چھ روزے کثیر الثواب کے حامل ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّہٗ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ۔ (مسلم)

حضرت ابوایوب انصاری سے روایت ہے اس نے اسکو بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے وہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مانند ہوگا۔

عید کے بعد چھ روزے رکھنے کا ثواب ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور بعض بزرگوں نے سال کے ثواب کی یوں تشریح کی ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے تو اس حساب سے رمضان کے روزے دس مہینے کے برابر اور چھ روزے دو مہینے کے برابر تو مجموعاً بارہ مہینہ کے برابر ہوگا۔ شوال کے روزے رکھنے کے بے شمار فوائد ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے اگر رمضان کے فرض روزوں میں کچھ خلل و نقصان رہ جائے تو ان سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ یہ روزے شکرانے کے طور پر ہیں۔ یہ روزے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بھی ہے کیونکہ ایک اور حدیث میں ہے۔

شوال کے روزے رکھنے کی تاکید

وَعَنْ مُسْلِمِ الْقُرَشِیِّ قَالَ سَاَلْتُ اَوْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صِیَامِ الدَّھْرِ قَالَ اِنَّ لِاَھْلِکَ حَقًّا صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِیْ یَلِیْہِ وَکُلَّ اَرْبِعَاءَ وَخَمِیْسٍ فَاِذًا اَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّھْرَ کُلَّہٗ۔ (ابوداؤد)

مسلم قرشی سے روایت ہے کہ میں نے سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ کے روزوں کے متعلق فرمایا تیرے اہل کا تجھ پر حق ہے رمضان کے روزے رکھ لے اور ان دنوں کے جو اس کے متصل ہیں اور ہر بدھ وار اور جمعرات کا روزہ رکھ لے پس اس وقت تو نے ہمیشہ کے روزے رکھے۔

اس حدیث میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے کہ رمضان کے بعد جو متصل روزے رکھے وہ ایسے

ہی ہے جیسے اس نے ہمیشہ روزے رکھے اور ان روزوں سے مراد شوال کے روزے ہیں شوال کے روزے متفرق طور پر رکھنا مستحب ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ عید کے فوراً بعد دوسرے دن روزہ رکھنا ضروری ہے اور اس کے بعد پورے ماہ میں جب دل چاہے روزے مکمل کر لیئے جائیں لیکن ایسا کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ پورے ماہ میں چھ روزے پورے کرلئے جائیں تو ان کا ثواب کم نہ ہوگا یہ روزے مسلسل بھی رکھنا درست ہے۔

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر رمضان المبارک میں کسی کے کچھ روزے قضا ہو گئے ہوں تو اسے چاہیے کہ چھ روزوں سے قبل پہلے قضا روزے رکھے۔ اس کے بعد نفل روزے رکھے۔

ان روزوں میں آخرت سنوارنے کا بڑا دخل ہے۔ جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اس کے دل سے دنیا کی رغبت کم ہو جائے اور وہ اللہ کی طرف راجع ہو جائے تو وہ یہ روزے رکھ کر آخری روزے میں افطار کے وقت دعا کرے تو انشاءاللہ اس کی دعا قبول ہوگی۔

ذوالحجہ کے روزے

ذوالحجہ اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے اس ماہ کے پہلے عشرے کی بڑی فضیلت ہے اسی لئے اس عشرہ کے روزے رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔

وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ اَرْبَعٌ لَمْ تَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامُ عَاشُوْرَآءَ وَالْعَشْرِ وَثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ۔

حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ چار چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں چھوڑیں۔ عاشورہ کا روزہ، ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کے روزے اور ہر ماہ کے تین روزے اور فجر سے پہلے دو رکعت پڑھنا۔ (نسائی)

اس حدیث میں چار کاموں کی تاکید کی گئی ہے یعنی عاشورہ کا روزہ ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے روزے، ہر مہینے کے تین روزے اور فجر کے فرضوں سے قبل ۲ سنت کا پڑھنا۔

ان چاروں کاموں کا بڑا ثواب ہے۔ اگرچہ اس حدیث میں دس کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اس سے ذوالحجہ کے ابتدائی نو دن مراد ہیں کیونکہ دسواں دن تو عید الضحیٰ کا ہے۔

بعض احادیث میں عرفہ کے دن کا نفلی روزہ رکھنے کا بڑا اجر قرار دیا گیا ہے عرفہ نویں ذوالحجہ کو کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روزے کے ثواب کے بارے میں فرمایا کہ عرفہ کا روزہ دو سال کا کفارہ ہے ایک سال قبل اور ایک سال بعد اور عاشورہ کا روزہ ایک سال قبل کے لئے کفارہ ہے۔ اس روزہ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے۔

وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ	حضرت ام فضل بنت حارث سے روایت ہے
نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ	کہ کچھ لوگوں نے اس کے نزدیک عرفہ کے دن
فِيْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے
وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ	میں کلام کیا بعض نے کہا آپ کا روزہ ہے بعض
وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ	نے کہا روزہ نہیں ہے۔ میں نے دودھ کا
فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَّهُوَ	ایک پیالہ بھیجا آپ میدان عرفات میں اپنے
وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهٗ.	اونٹ پر کھڑے ہوئے تھے آپ نے اس
مسلم شریف۔	کو پی لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج کے موقع پر عرفات کے میدان میں یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہیں یا نہیں کیونکہ جب آپ مدینہ طیبہ میں تھے تو عرفہ کے دن یعنی نویں ذوالحجہ کا روزہ لازماً رکھا کرتے تھے لیکن اس موقع پر جب آپ نے اونٹ کے اوپر ہی دودھ پی لیا تو سب کو معلوم ہو گیا کہ آج آپ روزے سے نہیں۔ تو اس حدیث سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ باقی سب مقامات پر عرفہ کا روزہ رکھا جائے لیکن جو لوگ حج کر رہے ہوں ان کیلئے عرفہ کا روزہ رکھنا درست نہیں کیونکہ حج کے موقعہ انسان کو مشقت اٹھانا پڑتی ہے اس نے حاجیوں کو اس روز نفلی روزہ رکھنے سے روکا گیا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَۃَ بِعَرَفَۃَ۔	ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد)

عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے بے شمار فوائد ہیں۔ اگر کسی شخص کا کوئی کام نہ ہوتا ہو وہ اس دن روزہ رکھے اور سارا دن یاحی یا قیوم کا ورد کرے اور افطار کے وقت جس کام کی دعا مانگے انشاء اللہ پوری ہوگی۔ اگر کسی شخص کی بچی کی شادی کے اسباب پیدا نہ ہو رہے ہوں تو وہ یہ روزہ رکھے اور بعد نماز ظہر ۱۱۱ مرتبہ الحمد شریف کا ورد کرے انشاء اللہ تھوڑے عرصہ میں بچی کی شادی کے اسباب پیدا ہو جائیں گے۔

مکروہ روزے

مکروہ روزے وہ ہیں جن کو نہ رکھنا بہتر ہے ان کے نہ رکھنے پر کوئی وعید نہیں۔ لیکن ان کا رکھنا شرعاً بہتر خیال نہیں کیا جاتا۔ ایسے روزوں کو مکروہ تنزیہی بھی کہا جاتا ہے۔ روزے کی مکروہ صورتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ہفتہ، اتوار اور عاشورہ کا تنہا روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ احادیث میں ان دنوں کا نفلی روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے اگر کوئی کسی شرعی جواز کی بنا پر مسلسل رکھ رہا ہو تو اس کیلئے ان ایام کا روزہ رکھنا مکروہ نہ ہوگا۔

۲۔ عورت کا نفل یا واجب روزہ خاوند کی اجازت کے بغیر رکھنا مکروہ ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ عورت شوہر سے اجازت لے کر روزہ رکھے یا شوہر بیمار ہو یا روزہ دار ہو یا بحالت احرام ہو تو اب روزہ رکھ سکتی ہے اس میں اجازت کی ضرورت نہیں اگرچہ منع کرے بہرحال اس روزہ کی کراہت دور کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا ان ایام مذکورہ میں روزے رکھے یا شوہر سے اجازت لے کر رکھے ورنہ عورت کا روزہ مکروہ

ہوگا مگر رمضان میں اجازت کی ضرورت نہیں ورنہ قضائے رمضان میں اجازت کی ضرورت ہے کیونکہ اس کا وجوب منجانب اللہ ہے ہاں نفل اور واجب روزہ کہ جس کا وجوب عورت کی جانب سے ہو اس میں اجازت کی ضرورت ہے مثلِ صوم نذر اور صوم یمین، یہ بغیر اجازت شوہر مکروہ ہیں۔

۳۔ مسافر کا روزہ رکھنا مکروہ ہے، جبکہ سفر میں روزہ رکھنے سے بے حال ہو جائے، کیونکہ اس میں ہلاکت نفس ہے، ورنہ افضل ہے اگرچہ رمضان کے سفر میں اس کو رخصت حاصل ہے۔

۴۔ مزدور کا نفل روزہ بھی مکروہ ہے بغیر اس مالک کی اجازت کے کہ جس کے یہاں اُجرت پہ کام کرتا ہے بشرطیکہ اس کے کام میں حرج ہو ورنہ مکروہ نہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ یا تو اس کے کام میں حرج واقع نہ ہونے دے تو اجازت کی ضرورت نہیں اور اگر حرج واقع ہونے کا اندیشہ ہے تو اجازت کے ساتھ روزہ رکھے اور اگر روزہ رکھا کام میں حرج ہوا اور اجازت بھی نہ لی تو روزہ مکروہ ہے۔

۵۔ شک کے دن کا روزہ بھی مکروہ ہے خواہ رمضان کی نیت سے رکھے یا کسی قضا اور واجب کی نیت سے یا اس تردد کے ساتھ رکھے کہ اگر رمضان ہو گیا تو رمضان ہے ورنہ نفل ہے یا قضا ہے یا کوئی اور واجب ہے ان سب صورتوں میں روزہ مکروہ ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اگر مضبوطیٔ قلب کے ساتھ نیت کرنے پر قادر ہے تو فقط نفل ہی کی نیت سے روزہ رکھے تو کراہت نہیں، اور اگر تردد اور خلجان سے نیت کے وقت نجات نہیں تو روزہ نہ رکھے۔

۶۔ حاجی کو میدان عرفات میں عرفہ کے دن یعنی نوتاریخ یا آٹھویں ذی الحجہ کو روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

۷۔ عید میلاد النبیؐ کے دن روزہ رکھنا اچھا نہیں کیونکہ اس دن کے ساتھ عید کا لفظ منسو

ہو چکا ہے اس خوشی کے دن روزہ اچھا نہیں۔

حرام روزے

پانچ دن ایسے ہیں جن میں نفلی روزے رکھنا جائز نہیں بعض فقہا نے ان ایام میں روزہ رکھنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے لیکن بعض نے ان ایام میں روزہ رکھنے کو صریحًا حرام قرار دیا ہے۔ یہ دن چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشی اور کھانے پینے کیلئے رکھے گئے ہیں لہذا جو کوئی ان ایام میں روزہ رکھے وہ اللہ کے حکم کے خلاف کرے گا اور ایسی خلاف ورزی حرام کے مترادف ہے ان میں فرض واجب اور نفلی روزہ رکھنا منع ہے۔ جن ایام میں روزہ رکھنا منع ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ دونوں خوشی کے دن ہیں اور اللہ چاہتا ہے روزوں میں مشقت اٹھانے کے بعد عید الفطر کے دن اللہ کا شکر ادا کریں اور اس کی نعمتیں کھائیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فِيْ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى۔

اسی (ابو سعید) سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دن روزہ رکھنا منع ہے فطر اور اضحیٰ کے دن۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر اور قربانی کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ (متفق علیہ)

ایامِ تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت

وَعَنْ نُبَيْشَةَ الْهُذَلِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ اَيَّامُ اَكْلٍ وَّ شُرْبٍ وَّ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ایام تشریق میں بھی روزہ رکھنا درست نہیں ایام تشریق سے مراد بقر عید کے بعد کے تین دن ہیں یعنی گیارہ۔ بارہ اور تیرہ ذوالحجہ ہے۔ لہذا ان دنوں میں روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

رمضان المبارک میں اہم واقعات

اس ماہ مبارک میں چند ایسے تاریخی واقعات وقوع پذیر ہوئے جو تاریخی اعتبار سے بڑے اہم ہیں۔ یہ واقعات اہمیت اور فضیلت کے اعتبار سے پہلے ہی بہت اہم ہیں لیکن رمضان المبارک ان کی نسبت قائم ہونے سے ان کی اہمیت میں اور بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ رمضان المبارک رحمت الٰہی اور فضل باری کا مہینہ ہے۔ اس لئے جس کام یا واقعہ کی نسبت اس کی طرف قائم ہوجائے تو اس کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو مسلمان رمضان المبارک میں فوت ہوجائے، تو اس کی بخشش کا امکان قوی ہوجاتا ہے۔

رمضان المبارک کا وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا۔ اسی مہینے میں بعثت نبوی ہوئی۔ اسی ماہ میں غزوہ بدر و فتح مکہ بھی ہوئی۔ اسی مہینے میں حضرت خدیجہؓ زوجہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ ایسے ہی حضرت علیؓ کی شہادت کا واقعہ بھی رمضان المبارک ہی میں پیش آیا۔ اسکے علاوہ بے شمار واقعات و حالات رمضان المبارک میں ہوئے ہیں ان میں سے چند تاریخی حقائق کے حالات حسب ذیل ہیں۔

نزول قرآن اور بعثت نبویؐ

۲۷۔ رمضان المبارک!

رمضان المبارک کو ایک شرف یہ بھی حاصل ہے کہ اس مہینے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر جلوہ افروز ہوئے جسے بعثت نبویؐ کہا جاتا ہے۔ دراصل یہ آپ پر وحی کی ابتدا،

یعنی نزولِ قرآن کے سلسلے کا آغاز تھا جو ۲۷ رمضان المبارک کو ہوا۔ اور یہی قرآن کی نبوت میں نزولِ وحی آپ کی نبوت کا اعلان تھا۔ نزولِ وحی کا سلسلہ اس طرح شروع ہوا کہ آپ یادِ الٰہی کے لئے غارِ حرا میں مصروف رہتے، کئی کئی دن کا خورد و نوش ساتھ لے جاتے اور وہاں بیٹھ کر اللہ کو پکارتے رہتے۔ لیکن جونہی آپ کی عمر کا چالیسواں سال شروع ہوا تو آپ کی طبیعت میں کچھ خلوت پسندی کا رجحان زیادہ غالب ہو گیا۔ ایک دن آپ حسبِ معمول غارِ حرا میں محوِ عبادت تھے کہ یکدم آپ کے سامنے ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے اور انہوں نے کہا کہ پڑھیئے آپ نے فرمایا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ فرشتے نے آپ کو سینے سے لگا کر معانقہ کیا پھر چھوڑ کر کہا کہ پڑھیئے تو آپ پڑھنا شروع کر دیا۔ آخر چند آیات پڑھا کر فرشتہ غائب ہو گیا۔

یہ سب سے پہلی وحی تھی جس کا آغاز رمضان المبارک میں ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو دہراتے ہوئے گھر تشریف لائے مگر اس واقعہ سے آپ کے قلبِ اطہر پر لرزہ طاری تھا کیونکہ ایسا واقعہ پہلے کبھی پیش نہ آیا تھا۔ آپ نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے کمبل اڑھاؤ پھر آپ نے غار میں پیش آنے والا سارا واقعہ حضرت خدیجہؓ سے بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے یہ سن کر حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ نہیں ہرگز نہیں آپ کی جان کوئی خطرے میں نہیں خدا کی قسم اللہ آپ کو ہمیشہ محفوظ رکھے گا۔ آپ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ دوسروں کا بار خود اٹھاتے ہیں۔ مسافروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ سچائی کی حمایت کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ نصرانی تھے اور انجیل کے عالم تھے۔ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا کہ بھائی جان آپ ذرا بھتیجے کی بات سنیئے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا بتایئے کہ آپ نے کیا دیکھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حرا کا پورا واقعہ بیان کر دیا۔ یہ سن کر ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا۔ پھر ورقہ کہنے لگے کاش میں جوان ہوتا اور کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ

کی قوم آپ کو مکہ سے نکال دے گی۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا مکہ والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے تو ورقہ نے کہا جی ہاں! جو شخص بھی نبوت لے کر آیا لوگ اس کے ساتھ دشمنی پر کمربستہ ہو گئے۔

اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا لیکن پھر ایک دن وہی فرشتہ ظاہر ہوا، قرآن پاک کی چند آیات کا نزول ہوا۔ تو اس طرح رمضان المبارک کو یہ شرف حاصل ہے کہ رمضان کے مہینے ہی میں اعلان نبوت ہوا۔ اور نزول قرآن کے سلسلے کا آغاز ہوا۔

قرآن پاک کے نزول کے بارے میں قرآن پاک ہی میں ہے کہ رمضان کا وہ مہینہ ہے۔ جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اسے ہم نے شب قدر میں اتارا تو اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں قرآن پاک کا نزول شب قدر میں ہوا۔ جسے عام مفسرین نے ۲۷، رمضان المبارک کی رات قرار دیا ہے لیکن بعض دیگر محققین کے نزدیک ۲۱، ۲۳، ۲۷، اور ۲۹ رمضان کی راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔ جبکہ بعض علماء نے ۲۴، رمضان المبارک کی رات کو شب نزول قرار دیا ہے۔

مفسرین قرآن مثلاً قاضی بیضاوی اور علامہ زمخشری نے تصریح کی ہے۔ کہ قرآن کے ماہِ رمضان میں نازل ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ اس کے نازل ہونے کا آغاز اس ماہ میں ہوا ہے اور وہ شب قدر میں ہوا یا اس سے مراد یہ ہے کہ سارا قرآن اکٹھا ایک بار لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر بیت العزت میں رمضان المبارک میں نازل ہوا اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا رہا اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن ماہِ رمضان کی فضیلت میں اسی طرح نازل ہوا ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں آیت حضرت عمرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید دو بار رمضان المبارک میں نازل ہوا ہے۔ ایک بار اکٹھا لوحِ محفوظ پر سے آسمان دنیا پر دوسری بار آسمان دنیا سے جبرئیل امین کے ذریعے رسولِ پاکؐ پر نازل

ہونے کا آغاز ہوا اور پھر تھوڑا تھوڑا کرکے قرآن پاک ۲۲ سال ۲ ماہ اور ۲۲ دن تک رسولِ پاکؐ کی زندگی میں نازل ہوتا رہا۔ جس میں مکی عہد کے قریباً ۱۲ سال ۵ ماہ اور ۱۳ دن اور مدنی عہد کے ۹ سال ۹ ماہ، ۹ دن شامل ہیں۔ اس لحاظ سے رمضان المبارک کو نزولِ قرآن کی سالگرہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس میں ہر سال جبرائیلؑ آکر رسولِ پاکؐ کو قرآن مجید سناتے تھے اور قرآن پاک کی سب سے زیادہ تلاوت بھی اسی ماہ میں ہوتی ہے۔ بلکہ اس میں نمازِ تراویح کو مسنون کر دیا گیا ہے۔ کہ جس میں پورا قرآن سنایا جاتا ہے۔

قرآن کی سالگرہ منانے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اس ماہ میں ہم زیادہ سے زیادہ تلاوت کریں، نمازِ تراویح ادا کریں، درسِ قرآن کی مجلسیں قائم کریں، حُسنِ قرأت کے مقابلے ہوں، شبینوں کا اہتمام ہو اور قرآن کے دور کئے جائیں۔

وصال حضرت خدیجہؓ

۱۰، رمضان المبارک

رمضان المبارک کا ایک اور اہم تاریخی واقعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ محترمہ تھیں۔ آپ بڑی ذہین، عالی دماغ صورت و سیرت اور عفت و عصمت میں مکہ بھر میں مشہور تھیں۔ آپ کے والد کا نام خویلد تھا۔ جو مکہ کا بڑا رئیس آدمی تھا۔ آپ کے والد کا جب انتقال ہوگیا تو حضرت خدیجہؓ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اپنے والدِ محترم کا چھوڑا ہوا تجارتی کاروبار بڑے احسن طریقے سے سنبھال لیا۔ آپ اپنا تجارتی مال شام کی طرف بھیجا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کا تجارتی مال لے کر شام گئے اور خدیجہؓ آپ کے کاروباری معاملات اور اخلاق سے بہت متاثر ہوئیں۔ حتیٰ کہ آپ کی شادی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی۔ اور آخری دم تک

حضرت خدیجہؓ کی ازدواجی زندگی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت اچھی گزری حضرت خدیجہؓ نے نازک سے نازک لمحہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل وجان سے ساتھ دیا۔

حضرت خدیجہؓ کا وصال

بعثت کا دسواں سال تھا کہ آپؐ کے چچا حضرت ابوطالب دنیا سے رخصت ہوگئے ابھی ان کی وفات کا زخم تازہ ہی تھا کہ آپؐ کی زوجہ محترمہ بھی ۱۰ رمضان المبارک کو چل بسیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جدائی سے بہت رنج ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کی محبت اور سچے دل سے خدمت گذاری کا خیال تو آپ کو ہمیشہ ہی رہا اور تمام عمر یاد فرماتے رہے۔ حضرت خدیجہؓ نے چوبیس سال چھ ماہ آپ کی خدمت اور نکاح میں رہ کر آپ کو آرام پہنچایا۔ یہ مدت نہایت خوبی سے بسر ہوئی۔ آپ نے زندگی بھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے قدر کی۔ حضرت خدیجہؓ نے زندگی کے ہر آڑے وقت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم قدم پر ساتھ دیا۔ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون حضرت خدیجہؓ ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے آقا دوجہاں کی رفاقت اور جاں نثاری کا پورا پورا حق ادا کیا۔

حضرت خدیجہؓ کے نماز پڑھنے کا واقعہ

ابنِ اسعد کا بیان ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ آیا کہ اپنی بیوی کیلئے عطر اور کپڑا خرید کرلے جاؤں۔ عباس بن عبدالمطلب کے پاس ٹھہر گیا۔ صبح کا وقت تھا۔ میری نگاہ کعبہ کی طرف تھی عباس بھی ساتھ تھے اتنے میں ایک نوجوان آیا اپنا سر آسمان کی جانب اٹھا کر دیکھا اور پھر قبلہ کی طرف رُخ کرکے کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دیر میں ایک لڑکا آیا اور اس جوان کے دائیں طرف کھڑا ہوگیا۔ زیادہ وقفہ نہ ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور وہ بھی ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ غرض کہ یہ دونوں اس جوان کے پیچھے نماز پڑھ کر چلے گئے تو میں نے عباس سے کہا عباس میں دیکھتا ہوں کوئی بڑا انقلاب ہونے والا ہے۔ عباس نے کہا ہاں تم جانتے ہو یہ جوان لڑکا اور عورت کون ہے۔ میں نے کہا نہیں عباس نے کہا یہ جوان محمد بن عبداللہ صلی

اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کا بیٹا تھا اور لڑکا حضرت علیؓ ابوطالب کا بیٹا تھا۔ عورت جس کو تم نے دونوں کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا میرے جوان بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہؓ بنت خویلد تھی۔

میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اس کا مذہب خاص الہامی مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے، خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے تمام روئے زمین پر ان تینوں کے سوا کوئی اس دین کا پابند نہیں ہے۔ یہ سن کر مجھے تمنا ہوئی کہ چوتھا میں ہوتا۔

آنحضرت صلعم کو اس وقت تبلیغ حق اور اشاعت اسلام میں جتنی مشکلات در پیش تھیں اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک مدت تک اپنی غم گسار بیوی کے ساتھ چھپ کر نماز پڑھا کرتے۔

فضائل و خصائل

حضرت خدیجہؓ کے خصائل و فضائل بے شمار ہیں جو حسب ذیل ہیں حضرت خدیجہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھیں۔ آپؐ کو بحیثیت شوہر اپنی زوجہ محترمہ سے مثالی محبت تھی۔ چنانچہ آپ کا یہ حال تھا کہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد جب تک آپ خدیجہؓ کا ذکر کر کے ان کی اچھی طرح تعریف نہ کر لیتے تھے، گھر سے باہر تشریف نہ لے جاتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں " جتنا رشک مجھے خدیجہؓ پر تھا کسی بیوی پر نہ تھا ایک دن رسول اللہ صلعم نے اُن کا ذکر کیا تو مجھے غیرت آئی اور میں نے کہا کہ " وہ بڑھیا تھیں، اب اللہ نے آپ کو ان سے بہتر بیوی دی ہے۔ یہ سن کر آپ غصہ ہوئے، فرطِ غضب سے موئے مبارک کھڑے ہو گئے اور فرمایا، نہیں " بخدا مجھے اُس سے بہتر بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے میری مال سے مدد کی، جب دوسروں نے محروم رکھا اور اللہ نے مجھے اُس سے اولاد دی۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، کہ اس کے بعد میں نے اپنے جی میں کہا کہ آئندہ میں ان

کا ذکر بُرائی سے کبھی نہ کردں گی۔ رسول اللہ کی محبت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے۔ کہ جب تک خدیجہ رضؓ زندہ رہیں، آپ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔

جناب خدیجہ رضؓ اولاد پر بہت مہربان تھیں، امورِ خانہ داری سے کما حقہٗ واقف تھیں۔ گھر کا انتظام بہت اچھا کرتی تھیں، انہی خوبیوں کا احساس فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں "کَانَتْ اُمَّ العیال و زینۃ البیت" کہا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم آپ کا شعار تھا۔ اور جو کچھ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے آپ اس کی تصدیق کرتی تھیں اور یہ حالت آپ کی ہر زمانہ میں رہی۔ بعثت سے قبل بھی اور بعثت کے بعد بھی۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، چار عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت ہے، مریم بنتِ عمران، آسیہ زوجۂ فرعون، خدیجہ رضؓ بنتِ خویلد، فاطمہ بنتِ محمدؐ۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے لوگوں نے کہا اللہ اور اُس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا جنتی عورتوں میں سب سے زیادہ افضل چار بیویاں ہیں۔ خدیجہؓ بنتِ خویلد، فاطمہؓ بنتِ محمدؐ، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم اہلیہ فرعون، آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی تعریف حضرت خدیجہ رضؓ کی کرتے تھے بیویوں میں سے کسی کی نہ کرتے تھے۔

ایک بار حضرت خدیجہ رضؓ آنحضرت صلعم کی تلاش میں نکلیں یہ وہ زمانہ تھا کہ سارا عرب آپ کا دشمن ہو رہا تھا، راستہ میں جبریلؑ ایک مرد کی صورت میں ملے اور اُن سے نبی صلعم کی بابت پوچھا یہ ڈر گئیں کہ کوئی دشمن نہ ہو جو آنحضرتؐ کو قتل کر دینا چاہتا ہو۔ گھر پہنچ کر آپ سے ملیں تو اس کا ذکر کیا، آپؐ نے فرمایا وہ جبریل تھے مجھ سے کہہ گئے ہیں کہ تم کو اُن کا سلام پہنچا دوں اور جنت میں ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دوں جو موتیوں سے بنا ہوگا۔ اور جس میں

شور و شغب، محنت و تکلیف کا گذر نہ ہوگا۔

حضرت جبریل کے سلام پہنچانے کی ایک اور روایت بھی ہے جس سے حضرت خدیجہؓ کی فراست دینی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ روایت حضرت انسؓ سے اس طرح مروی ہے کہ نبی صلعم کے پاس جبریل آئے اور کہا کہ اللہ خدیجہؓ پر سلام بھیجتا ہے۔ آپ نے خدیجہؓ سے کہا تو انہوں نے جواب میں کہا إِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، وَعَلَىٰ جِبْرِيلَ السَّلَامُ، وَعَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ السَّلَامُ۔ شرح صحیح بخاری میں علامہ ابن حجر نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے، کہ یہ قصہ حضرت خدیجہؓ کے کمال فراست پر دال ہے یعنی انہوں نے جواب میں وعلیہ السلام نہیں کہا۔ صحابہ پہلے تشہد میں السلام علی اللہ کہا کرتے کہ آنحضرت صلعم نے ان کو منع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہی سلام ہے اس کے بدلے التحیات للہ کہو۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنی فہم و فراست سے یہ سمجھ لیا کہ اللہ پر درود و سلام نہ بھیجنا چاہیئے کیونکہ اس سے دعائے سلامتی دنیا معلوم ہوتی ہے، جو ذات باری تعالیٰ کے شایان شان نہیں بلکہ اس کے لیے ثنا زیبا ہے۔ اس لئے آپ نے ان اللہ ھو السلام کہا۔ گویا اس طرح خالق و مخلوق کے امتیازی مراتب مٹا دیئے۔ اس کے ساتھ آپ نے جبریل اور رسول اللہ صلعم پر بھی سلامتی بھیجی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام بھیجنے والے اور سلام پہنچانے والے دونوں کیلئے سلامتی کی دعا مانگنا چاہیئے۔

علامہ ابن عبدالبر کے حوالہ سے صاحب اصابہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلعم حضرت فاطمہؓ کی عیادت کو آئے اور فرمایا بیٹی کیا حال ہے۔ کہا میں بیمار ہوں اور یہ مصیبت مزید بر آں ہے، کہ میرے پاس کچھ کھانے کو نہیں ہے۔ فرمایا بیٹی کیا یہ تمہیں پسند نہیں ہے کہ تم دنیا کی عورتوں کی سردار رہو۔ حضرت فاطمہؓ بولیں: ابا جان! پھر مریم بنت عمران کیا ہیں؟ فرمایا تم اپنے زمانوں کی عورتوں کی سردار رہو۔ مریم امت ماضیہ کی عورتوں سے بہتر تھیں، اور خدیجہؓ امت موجودہ کی تمام عورتوں سے بہتر و افضل ہیں۔

۳ - غزوۂ بدر

۱۷ - رمضان المبارک!

غزوہ بدر رمضان المبارک کا اہم واقعہ ہے۔ غزوہ بدر اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ ہے جس کے واقعات اس طرح ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو اپنے ۳۱۳ جاں نثار ساتھیوں کو لے کر میدانِ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ مقامِ بدر مدینہ منورہ سے تقریباً ۱۳۰ کلومیٹر دُور ہے۔ جہاں پانی کے چند کنویں تھے اور ملکِ شام سے آنے والے قافلے اسی مقام پر ٹھہرا کرتے تھے۔ آخر چلتے چلتے یہ قافلہ میدان بدر میں پہنچ گیا۔ ابوجہل لعین پہلے ہی وہاں اپنا لشکر لے آیا تھا۔ ابوجہل کا لشکر تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ اور ہر قسم کے جنگی سامان سے لیس تھا۔ کھانے پینے کے سامان کی فراوانی تھی۔ ادھر مسلمان پیٹ خالی تھے۔ دلوں میں یادِ خدا اور زبان پر حبیبِ کبریاء کی نعت خوانی تھی۔

حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری رات عبادت و ریاضت اور دعا میں گذاری نماز فجر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد جہاد کے متعلق مسلمانوں سے خطاب فرمایا اور پھر آپ نے فتح و نصرت کی بشارت سنائی اور میدانِ جنگ کا معائنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں دشمنِ اسلام قتل ہوگا یہاں ابوجہل قتل ہوگا یہاں فلاں کافر مارا جائے گا۔ اس کے بعد آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی صف بندی فرمائی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آغازِ لڑائی سے یہ دُعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِكَ ھٰذِہِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ۔	اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی۔ تو پھر دنیا بھر میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔
(مسلم شریف)	

اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا
قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوچھنے والا

چنانچہ جب جنگ شروع ہوئی تو مشرکینِ مکہ میں سے عتبہ اپنے بیٹے ولید اور بھائی شیبہ کے ساتھ میدان میں نکلا، یہ سُن کر کہ عتبہ کا بیٹا حضراتِ صحابہ کو للکار رہا ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کے مقابلے کیلئے نکلتا ہوں۔ مگر آپ نے انہیں اجازت نہ دی، پھر حضرت عوف، حضرت معاذ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تینوں حضرات سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے میدان میں نکلے۔ مشرکین نے پوچھا تم کون ہو؟ جاں نثارانِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہم انصار ہیں۔ ہم غلام سیّدِ ابرار ہیں۔ یہ سُن کر عتبہ کہنے لگا کہ تم ہمارے مدِ مقابل نہیں ہو، ہم مدینے کے چرواہوں کے ساتھ لڑنے کیلئے نہیں آئے۔ اس پر لشکرِ اسلام سے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ مقابلے کیلئے نکلے چنانچہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عتبہ سے، حضرت علیؓ کا ولید سے اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا شیبہ سے مقابلہ ہوا، مقابلے میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ کو قتل کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کو واصلِ جہنم کر دیا۔ اور شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا۔ یہ دیکھ کر سیّدنا شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کھینچی اور شیبہ کو بھی فی النار کر دیا۔ تینوں مشرکین کی لاشیں زمین پر ڈھیر ہو گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو شدید زخمی حالت میں اپنے کندھے پر اٹھایا اور حضور نبی کریمؐ کے قدموں میں لا کر رکھ دیا حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زندگی سے مایوس تو تھے لیکن دل میں یہ حسرت تھی کہ کاش میں میدانِ جنگ میں شہید ہوتا۔ عرض کی اے میرے آقا! اب میرے متعلق کیا حکم ہے کہ مجھے درجہ شہادت حاصل ہوا ہے یا نہیں؟ تو آقا رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بلاشک درجۂ شہادت کو حاصل کر لیا ہے۔

کفرو اسلام کے مابین جنگ کا آغاز اس حسین انداز سے ہوا کہ حق و صداقت کا سر فخر سے اُونچا ہوگیا، ظلم و جبر کے چہرے پر مُردنی چھاگئی، صداقت کا سینہ خوشی سے تن گیا۔ باطل کا سر ندامت سے جھک گیا، شیطان لعین سر پیٹنے لگا، کفر کے رُخ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ آنِ واحد میں مشرکین کے تین سورماؤں کے قتل ہونے سے کفار میں ہلچل مچ گئی۔

چنانچہ ابوجہل نے جب اپنے لشکر میں بھگدڑ اور مایوسی کے اس عالم کو دیکھا تو کہنے لگا اے قریشیو! یہ تینوں سردار اپنی جہالت کی بنا پر مارے گئے ہیں، تو کیا اب ہم بھی اسی شرم و خجالت میں مرجائیں دیکھو تمہارے پاس تلواریں اور ڈھالیں ہیں۔ تمہارے پاس سامانِ جنگ کی قوت ہے، تم فنونِ جنگ سے واقف ہو، اُٹھو، بڑھو ان چند فاقہ مستوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالو۔

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ رُو ہوکر بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی۔ اس کے بعد آپ پر غنودگی طاری ہوگئی جب بیدار ہوئے تو فرمایا ابوبکر بشارت ہو، اللہ کی نصرت آگئی۔ حضرت جبرائیل گھوڑے پر سوار باگ پکڑے ہوئے آرہے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اسکے بارے میں یوں فرمایا ہے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔	جب تم اپنے رب سے مناجات کر رہے تھے۔ تو اس نے تمہاری دُعا قبول فرمائی بیشک میں تمہاری مدد پے درپے ہزار فرشتوں سے کرنے والا ہوں۔
(پ ۹ ع ۱۵)	

چنانچہ پہلے ہزار فرشتے آئے اور پھر ان کی تعداد پانچ ہزار ہوگئی شیطان جو بصورت سراقہ لشکر کفار میں موجود تھا، جب یہ آسمانی امداد دیکھی تو ڈر کے مارے بھاگ گیا قرآن کریم میں ہے۔

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ	پس جب سامنے ہوئیں دو فوجیں، الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر، اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں، میں دیکھتا ہوں جو

اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ ط وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ (پ۱۰ ع ۲) تم نہیں دیکھتے میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہے

چنانچہ جب لشکر کفار نے سر کردہ دھاوا بول دیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی عام حملہ کرنے کی اجازت دے دی۔ دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا ایسا رعب ان پر ڈالا کہ وہ مرعوب ہو گئے اور ان کے سر گاجر مولی کی طرح کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ فرشتے نظر نہ آتے تھے۔ مگر ان کے افعال نمایاں تھے۔ کسی مشرک کے منہ اور ناک پر کوڑے کی ضرب کے نشان پائے جانے لگے کسی کا سر بغیر تلوار کٹنے لگا غلامانِ رسول بھی باوجود سامانِ جنگ کی کمی کے پوری ہمت سے اللہ کے بھروسے پر لڑتے ہوئے تھے۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل کی تمنا تھی کہ میں کسی طرح اس سر کردہ کفار ابوجہل کو قتل کر دوں۔ مگر موقع نہ پاسکا۔ اسی تمنا میں تھا کہ میرے دائیں بائیں دو ننھے مجاہد معاذ اور معوذ دو سگے بھائی تلواریں لئے آکھڑے ہوئے۔

ابھی نوعمر تھے دونوں کہ ہاتھوں میں تھیں شمشیریں
نظر آئیں مجھے دو سادہ رو معصوم تصویریں
بہت شائستہ خوش اطوار کم عمر و حسیں دونوں
فرشتوں کی طرح آئے تھے بالائے زمیں دونوں

ان دونوں ننھے مجاہدوں نے آتے ہی پوچھا تو کیا؟ فرماتے ہیں

نہایت رازداری سے نشان ابوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتہ پوچھا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا: بچو! اس بے دین سے تمہارا کیا کام ہے؟ تو بولے۔

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو ... سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

فرماتے ہیں میں اُن کی جرأت پر حیران و ششدر رہ گیا اور پھر اُن کی شہادت کے خیال سے تڑپ کر رہ گیا۔ مگر ان بچوں کا جواب یہ تھا کہ بیشک موت سامنے ہے۔

مگر عشاق اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے
خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بچو! ابوجہل تک تمہاری رسائی کیسے ہو گی کہ

حفاظت کر رہا ہے گرد اُس کے فوج کا دستہ

بچوں نے کہا:

یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

آخر حضرت عبد الرحمٰن نے ابوجہل کا نشان بتایا، تو

خدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
بڑھے یکبارگی کہتے ہوئے پُر جوش تکبیریں

یہ دونوں ننھے مجاہد حضرت معوذ رض اور حضرت معاذ رض ابوجہل پر آن واحد میں جا جھپٹے اور انہوں نے اس پر بھرپور اپنی اپنی ننھی ننھی تلواروں سے وار کیا، گھوڑے سمیت زمین پر گر پڑا۔ کافروں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ ان دونوں معصوم بچوں پر ٹوٹ پڑے آخر ان دونوں ننھے مجاہدوں میں پہلے حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ایک بازو کٹ گیا۔ لیکن پھر بھی، آپ نے بہادری کے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہوئے شہید ہوئے۔

المختصر مشرکین میں سے ستر آدمی واصلِ جہنم ہوئے اور لشکرِ اسلام میں چودہ آدمیوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اس کے بعد مشرکین میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور لشکرِ اسلام مدینہ طیبہ میں فتح و نصرت کے ساتھ تشریف لایا۔

۴ - "فتح مکہ"

۱۹ - رمضان المبارک

سیرت مصطفےٰ صلعم کا نہایت ہی اہم واقعہ فتح مکہ ہے۔ یہ عظیم الشان فتح ۱۹ رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء کو ہوئی۔ یہ تاریخ کا وہ سنہری باب ہے۔ کہ دنیا میں ہمیشہ آب وتاب سے چمکتا رہے گا۔ ذرا اندازہ کریں کہ اس وقت دنیا اسلام کی کتنی عظیم فتح تھی جو کہ اس عظیم ماہ رمضان المبارک میں ہوئی لہذا اس تاریخی فتح سے اس ماہ کی شان اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔

فتح مکہ وہ فتح ہے جس کے آٹھ سال قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ شریف تشریف لے گئے۔ اور مکہ سے روانہ ہوتے ہوئے آپ نے خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری محبت آمیز نگاہ ڈال کر فرمایا تھا۔ کہ اے مکہ خدا کی قسم تو میری نگاہِ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا لیکن آٹھ سال کے بعد آپ ایک فاتح کی حیثیت سے رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں شہر مکہ میں نزول فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز کیا۔

فتح مکہ کی وجہ کفار قریش کی عہد شکنی تھی اور وہ عہد شکنی یہ تھی کہ قریش مکہ کے حلیف قبیلہ بنی بکر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلے بنی خزاعہ پر حملہ کر کے اسے کافی جانی اور مالی نقصان پہنچایا اس حملہ میں قریش کے بڑے بڑے سردار بھی شامل تھے انہوں نے بنو خزاعہ کا قتل عام کیا۔ اس حادثہ کے بعد قبیلہ بنی خزاعہ کے سردار چالیس آدمیوں کا وفد لے کر بارگاہِ رسالت میں فریاد کرنے اور امداد طلب کرنے کیلئے مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے قریش مکہ کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں وہ یہ تھیں، کہ

۱۔ بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دو یا

۲۔ بنی بکر کی حمایت چھوڑ دو۔ یا

۳۔ حدیبیہ کا معاہدہ ختم کر دو۔

قریش مکہ نے تیسری شرط قبول کر لی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی خزاعہ کے ساتھ اپنے کئے ہوئے معاہدہ کے مطابق قریش مکہ اور بنی بکر کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ آخر دس رمضان المبارک ۸ھ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار جاں نثارانِ اسلام کا لشکر ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رمضان المبارک کی وجہ سے تمام صحابہ روزوں سے تھے اور سفر کی وجہ سے خاصی تکلیف محسوس ہوئی۔ آخر یہ لشکرِ اسلام منزل بہ منزل سفر طے کرتا ہوا مکہ کے باہر مرالظہران کے مقام پر آکر قیام پذیر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ آگ کے الاؤ روشن کئے جائیں چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔ اسی وقت ابوسفیان جاسوسی کی غرض سے اور حالات کا اندازہ کرنے کیلئے اُدھر آنکلا اور اس کے منہ سے نکلا کہ اس شان کا لشکر اور اس طرح کی روشنی تو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس کے بعد حضرت عباس کی وساطت سے ابوسفیان بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور قبول اسلام سے مشرف ہوا۔ پھر لشکر اسلام مکہ کی طرف بڑھا اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو ہدایت کی کہ ابوسفیان کو ایسی جگہ لے جائیں۔ جہاں سے اسلامی فوج کی پیش قدمی کو دیکھ سکیں حضرت عباسؓ انہیں ایک پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ ابوسفیان لشکر کو دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر میں داخل ہونے سے قبل صحابہ کرامؓ کو کچھ ہدایات جاری کیں، کہ

جو شخص ہتھیار ڈال دے اُس کیلئے امان ہے۔

جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے اس کیلئے امان ہے۔

جو کعبہ میں داخل ہو جائے اس کیلئے امان ہے

اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان ایک فخر پسند آدمی ہے اس کیلئے کوئی ایسی امتیازی بات فرما دیجئے کہ اس کا سر فخر سے اُونچا ہو جائے تو آپ نے فرما دیا کہ

"جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُس کیلئے بھی امان ہے"

اس کے بعد ابوسفیان مکہ میں بلند آواز سے پکار پکار کر اعلان کرنے لگا کہ اے قریش! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنا بڑا لشکر لے کر آ گئے ہیں کہ اس کا مقابلہ کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کیلئے امان ہے۔ ابوسفیان کی زبان سے یہ کم ہمتی کی بات سُن کر اس کی بیوی ہند بنت عتبہ جل بھن کر کباب ہو گئی اور طیش میں آکر ابوسفیان کی مونچھ پکڑ لی۔ اور چلا کر کہنے لگی۔ کہ اے بنی کنانہ! اس کم بخت کو قتل کر دو۔ یہ کیسی بزدلی اور کم ہمتی کی بات بک رہا ہے۔ ہند کی اس چیخ و پکار سے تمام بنو کنانہ ابوسفیان کے مکان میں جمع ہو گئے۔ اور ابوسفیان نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس وقت غصہ اور طیش کی باتوں سے کچھ کام نہیں چل سکتا میں پورے اسلامی لشکر کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر آیا ہوں اور میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب ہم لوگوں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ یہ حوصلہ افزائی ہے کہ انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ جو ابوسفیان کے مکان میں چلا جائے اس کیلئے امان ہے۔ لہذا زیادہ سے زیادہ لوگ میرے مکان میں آکر پناہ لیں۔ ابوسفیان کے خاندان والوں نے کہا کہ تیرے مکان میں بھلا کتنے انسان آ سکیں گے۔ ابوسفیان نے بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو بھی امان دے دی ہے جو اپنے دروازے بند کر لیں یا مسجد حرام میں داخل ہو جائیں یا ہتھیار ڈال دیں۔ ابوسفیان کا یہ بیان سن کر کوئی ابوسفیان کے مکان میں چلا گیا کوئی مسجد حرام کی طرف بھاگا حتی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئے تو وفور نظر

بڑا روح پرور تھا۔ چشم فلک نے بہت سے فاتح دیکھے ہوں گے مگر ایسا فاتح اسے کبھی دیکھنے کو نہیں ملا ہوگا کیونکہ فاتح جب داخل ہوتے ہیں تو قتل و غارت کرتے ہوئے۔ مخالفوں کو تہ تیغ کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ مگر جب آپؐ فاتح کی حیثیت سے مکے میں ۱۹ رمضان المبارک کو داخل ہوئے ہیں تو عجز و انکساری کا یہ عالم تھا کہ سر مبارک پالانِ شتر پر لگ رہا تھا۔ زبان پر خدا کی حمد و ثنا کے ترانے تھے شہر میں داخل ہو کر پہلا یہ کام کیا کہ خدائے بزرگ و برتر کے حضور میں سر بسجود ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر آپ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ کے اندرونِ حصار تین سو ساٹھ بتوں کی قطار تھی۔ فاتح مکہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرتِ خلیل کا جانشینِ جلیل ہونے کی حیثیت سے فرضِ اولین تھا کہ یادگارِ خلیل کو بتوں کی نجس اور گندی آلائشوں سے پاک کریں چنانچہ آپ خود بہ نفس نفیس ایک چھڑی لے کر کھڑے ہوئے۔ اور ان بتوں کو چھڑی کی نوک سے ٹھونکے مار مار کر گراتے جاتے تھے۔ اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کی آیت تلاوت فرماتے جاتے۔ یعنی حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۱۴، فتح مکہ وغیرہ)

پھر ان بتوں کو جو عین کعبہ کے اندر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ سب نکالے جائیں چنانچہ وہ سب بت نکال باہر کئے گئے۔ انہی بتوں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے مجسمے بھی تھے جن کے ہاتھوں میں فال کھولنے کے تیر تھے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو مار ڈالے۔ ان کافروں کو خوب معلوم ہے کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی فال نہیں کھولا جب تک ایک ایک بت کعبہ کے اندر سے نہ نکل گیا۔ آپ نے کعبہ کے اندر قدم نہیں رکھا جب تمام بتوں سے کعبہ پاک ہو گیا تو آپ اپنے ساتھ حضرت اسامہ بن زید حضرت علی، حضرت بلال رضی اللہ عنہما اور عثمان بن طلحہ حجبی کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اور بیت اللہ شریف کے تمام گوشوں میں تکبیر پڑھی۔ اور دو رکعت نماز بھی ادا فرمائی۔

اس کے بعد باہر تشریف لائے۔ اس طرح یہ عظیم فتح پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

۵۔ شہادت حضرت علیؓ

۲۱۔ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ

شہادت حضرت علیؓ بھی رمضان المبارک کا اہم واقعہ ہے آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور چچا زاد بھائی تھے۔ علاوہ ازیں آغوشِ نبوت میں پل کر جوان ہوئے اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شفقت آپ کو میسر آئی۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ ہی نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس طرح کئی لحاظ سے آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب تھے۔ آپ کی شہادت خوارج کی سازش کا نتیجہ تھی اور شہادت کا واقعہ یوں ہے۔

ابن ملجم کا منصوبہ

آپ کا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم قبیلہ مراد سے تعلق رکھتا تھا اور یمن کا رہنے والا تھا۔ ایک مرتبہ یمن کے لوگوں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں تحائف پیش کئے۔ اس نے بھی ایک تلوار جو بہت قیمتی تھی ہدیۃً پیش کی۔ آپ نے سب لوگوں کے تحفے قبول کر لئے۔ مگر ابن ملجم کی تلوار واپس کر دی اور فرمایا کہ میں اس کو کیونکر لوں، کیونکہ تیرا مطلب اسی سے پورا ہوگا، یہی تلوار تیرے ہاتھ سے میری پیشانی پر پڑے گی۔

ایک بار ابن ملجم نے اپنی سواری کیلئے حضرت علیؓ سے گھوڑا طلب کیا آپ نے فوراً دے دیا۔ اور فرمایا کہ یہی شخص مجھ کو شہید کرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اس کو قتل کر ڈالیے فرمایا، اگر میں اس کو مار ڈالوں تو مجھے شہید کون کرے گا۔

ابن ملجم آپ کے لشکر میں رہتا تھا، اور اس قدر معتقد تھا کہ لڑائیوں میں بھی حضرت علیؓ کے ہم رکاب رہتا، اور آپ کے دشمنوں سے جنگ کرتا، جب نہروانیوں پر آپ نے فتح پائی۔ تو وہ فتح کی خبر لیکر کوفہ گیا۔ اور وہاں کے بازاروں، گلیوں میں مژدۂ فتح سناتا پھرا اسی دوران

اس نے یک گھر کے اندر سے گانے بجانے کی آواز سنی، وہ دروازہ پر کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے چند عورتیں باہر آئیں، جو خوبصورت لباس پہنے ہوئے زیوروں سے آراستہ و پیراستہ تھیں ان میں ایک عورت قطام بنت شجنہ تھی۔ جس کے حسن وجمال کا شہرہ تمام عرب میں تھا۔ اس کو دیکھتے ہی ابن ملجم عاشق ہوگیا، موقعہ پاکر اس کے گھر گیا، اور اپنے عشق و محبت کا اظہار کر کے پیغام نکاح دیا، وہ عورت خارجیہ تھی۔ اس کے بھائی اور باپ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے جنگ نہروان میں قتل ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ آپ کے ساتھ سخت عداوت اور کینہ رکھتی تھی۔ اس نے کہا کہ اگر تو میرا مہر ادا کر دے تو میں تیرے ساتھ نکاح کرنے کو راضی ہوں، وہ یہ ہے کہ تین ہزار درم نقد، ایک لونڈی مغنیہ، اور حضرت علیؓ کا دل، ابن ملجم نے کہا کہ پہلی دو شرطوں کا پورا کرنا مشکل نہیں، لیکن حضرت علیؓ کو قتل کر کے ان کا دل نکال کر لانا مشکل ہے بلکہ امر محال ہے، قطام نے کہا کہ میں پہلی دونوں شرطیں چھوڑتی ہوں لیکن تیسری شرط ضروری ہے اگر تو یہ نہیں کر سکتا تو میرے ملنے کی امید دل سے نکال دے۔ آخر ابن ملجم شقی اس شرط پر راضی ہوگیا۔ اور اپنے ہم مذہب شبیب بن بحیرہ اشجعی اور وردان خارجی کو بھی اس کام پر تیار کر کے اپنے ہمراہ کیا۔

واقعہ شہادت سے قبل پیشین گوئی

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے تیرھویں رمضان کو منبر پر جا کر خدا تعالیٰ کی تعریف کی اور حاضرین کو خوب وعظ و نصیحت فرمائی۔ پھر حضرت امام حسنؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا بیٹا! آج رمضان المبارک کے کتنے دن گذرے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ تیرہ۱۳ دن، پھر حضرت امام حسینؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا بیٹا! اس مہینے کے اب کتنے دن باقی ہیں انہوں نے عرض کیا سترہ۱۷ دن، آپ نے اس وقت اپنی داڑھی مبارک پر ہاتھ دے کر فرمایا کہ اس مہینے میں یہ میری داڑھی خون سے رنگین ہوگی، یہ فرما کر اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اور فرمایا کہ میں موت کے خوف سے نہیں روتا ہوں۔ بلکہ اللہ

کے خوف سے روتا ہوں۔

اس رمضان میں آپ کا یہ معمول تھا کہ ایک روز حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مکان پر روزہ افطار فرماتے اور ایک روز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھر، اور ایک روز حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاں، اور تین چار لقموں سے زیادہ تناول نہ کرتے۔ اور ہر وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ آمادہ سفر ہیں، اور تاریخ روانگی کا انتظار ہے اور بعض اوقات شوقِ شہادت میں فرماتے کہ میری داڑھی کو خون سے رنگنے والے کو کون چیز مانع ہے وہ آتا نہیں ہے۔ کبھی کمال تمنا سے فرماتے کہ وہ کونسا دن ہوگا جو بدترین اس امت کا اپنا کام تمام کرے گا۔

واقعہ شہادت

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اپنی شہادت کا پختہ یقین تھا، اس لئے شب جمعہ انیس رمضان کو کہ درحقیقت وہی شب شہادت تھی، آپ تمام رات نہ سوئے اور بار بار اٹھ کر آسمان کو دیکھتے اور فرماتے۔ واللہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے میں ہرگز فرق نہیں ہو سکتا۔ یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس رات کو فرماتے تھے کہ آج میں نے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے منتظر ہیں۔ الغرض آپ نے بہت سویرے مسجد کا قصد فرمایا۔ بطخیں شور کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے فراق میں روتی ہیں، پس جیسے ہی حضرت شاہ ولایت الصلوٰۃ الصلوٰۃ فرماتے ہوئے لوگوں کو نماز کے لئے جگاتے ہوئے مسجد میں حاضر ہوئے کہ اچانک ہی شبیب شقی نے آپ پر وار کیا کہ تلوار طاقِ مسجد پر پڑی اور ٹوٹ گئی پھر وردان نے تلوار چلائی وہ بھی دیوار پر پڑی۔ اور وہ دونوں بھاگ گئے۔ پھر ابن ملجم مردود نے ستون کی آڑ سے نکل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر جہاں عمرو بن عبدود کی تلوار کے زخم کا نشان تھا۔ تلوار ماری آپ نے بفور ارشاد کیا فُزتُ بِربِّ الکعبۃ لوگ مسجد سے اٹھا کر حرم سرا میں آپ کو

لے گئے۔

قاتل کے متعلق فرمان شبیب اور وردان تو فوراً بھاگ گئے لیکن ابن ملجم شقی ابھی بھاگا چاہتا ہی تھا کہ حضرت مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا، تو آپ نے اس کے متعلق حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا "یہ قیدی ہے اس کی خاطر تواضع کرو۔ اچھا کھانا دو، نرم بچھونا بچھاؤ، اگر زندہ رہوں گا تو سب سے زیادہ دعویدار میں ہوں گا، قصاص لوں گا یا معاف کر دوں گا۔ اگر مر جاؤں تو اُسے بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا، رب العالمین کے حضور اُس سے جواب طلب کروں گا۔

اگر تم قصاص لینے پر ہی اصرار کرو تو چاہیئے کہ اسے اسی طرح ایک ضرب سے مارو جس طرح اُس نے مجھے مارا ہے۔ لیکن اگر معاف کر دو تو یہ تقوی کے زیادہ قریب ہے۔

وصیت پھر آپ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر کہا۔ خدانخواستہ اگر ہم نے آپ کو کھو دیا تو کیا حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں؟ آپ نے جواب دیا میں تمہیں نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ اپنی مصلحت تم بہتر سمجھتے ہو

پھر اپنے صاحبزادوں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا میں تم دونوں کو تقوی الہی کی وصیت کرتا ہوں، اور اس کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرنا اگرچہ وہ تمہارا پیچھا کرے، جو چیز تم سے دور ہو جائے، اُس پر نہ کڑھنا۔ ہمیشہ حق کہنا۔ یتیم پر رحم کرنا، بے کس کی مدد کرنا۔ آخرت کیلئے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمن بننا، مظلوم کے حامی ہونا، کتاب اللہ پر چلنا۔ خدا کے باب میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروا نہ کرنا۔

آخری لمحات زخم کاری تھا مگر آپ لمحہ لمحہ شدید تکلیف کے باوجود یادِ الہی میں

گذار رہے تھے۔ دو روز تک آپ اس تکلیف میں مبتلا رہنے کے بعد اس دارِفانی کو اتوار کی رات بتاریخ اکیسویں ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ چالیس ہجری مطابق اٹھائیسویں ۲۸ جنوری سنہ ۶۶۱ء چھ سو اکسٹھ عیسوی کو بعمر تریسٹھ ۶۳ سال خیرباد کہہ گئے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ کمالات جلیلہ
اور سیرت طیبہ

سرور القلوب
بذکر المحبوب

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام المتکلمین مولانا شاہ نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۴۶ھ — ۱۲۹۷ھ

۱۸۳۰ء — ۱۸۸۰ء

والد ماجد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

شبیر برادرز اردو بازار لاہور ۲

مسلک اہلسنّت کے مطابق روزمرہ شرعی مسائل کا مستند مجموعہ

احکامِ شریعت

تینوں حصے مکمل معہ ملفوظات

تصنیف منیف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قادری قدس سرہ العزیز

ترجمہ عربی، تصحیح
محمد اول شاہ قادری

دیباچہ و موضوع بندی
عالم فقری ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور

اولیاء اور صوفیا کرام کے بارے میں مستند اور

مفصل تذکرہ

گلزارِ صوفیاء

تحقیق و تالیف

عالم فقری

ادارت و اہتمام

حاجی انور اختر

روزمرہ کے عام شرعی مسائل

آداب رفع حاجت، استنجا۔ غسل، وضو، حیض

نفاس کے موضوع پر

عام فہم قرآن و حدیث کے مطابق مفصل اور مکمل کتاب

احکامِ طہارت

صفحات [illegible] — قیمت ۸ روپے

مرتبہ

عالم فقری

تقسیم کار

شبیر برادرز۔ اردو بازار۔ لاہور

کیا

اس پر آشوب دور میں رزق حلال کمانا ممکن ہے یا نہیں ؟

ہر انسان اپنے پیٹ میں حرام ڈالنے پر مجبور ہے ؟

دعوت حق دینے والے حلال کھاتے ہیں یا حرام ؟

ہر خاص و عام رزق حلال کیسے حاصل کر سکتا ہے

ان سوالوں کے تسلی بخش جواب کا منہ بولتا زندہ شاہکار

عالم فقری کی بہترین کتاب

قرآن اور رزق حلال

ھدیہ ——— ۱۵ روپے

ملنے کا پتہ

ہر اسلامی کتب فروش سے حاصل کی جاسکتی ہے